100 Y 25 old Book

إِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

کلام بیخود بدایونی

از تلامذہ فصیح الملک جناب نواب میرزا خانصاحب مرحوم
داغ دہلوی

موسوم بہ

مرآت الخیال

۱۳ و ۱۳ ھ

میخانۂ بیخود

۲۸ ۱۳ ھ

در مطبع مستنصر پریس دہلی باہتمام سید مستنصر علی طبع شد

Mustansir Press, Delhi.

عنوان

الا

ب 399 ک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین ونصلے ونسلم علی حبیبہ سید المرسلین وخاتم النبین رحمۃ للعالمین وشفیع المذنبین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین واولیاء امتہ اجمعین

بیخود

ہمین سے سُنین وکہانی ہماری	خوشا ہم زہے خوش بیانی ہماری

ناظرین شروع کتاب مین جسکی تصویر آپنے ملاحظہ فرمائی۔ اسکو آپ جانتے ہین یہ وہی ہے جو نام کو **عبدالحیٔ** ہے اور **بیخود**۔ مگر سچ پوچھئے تو کچھ بھی نہین۔ وطن قدیم اسکا **بدایون** ہے۔ نسب پدری اسکا حضرت قاسم ابن محمدؒ کیوا سطے سے امیر المومنین وامام المسلمین جدی وسیدی ابی بکر ن الصدیق پر منتہی ہوتا ہے اور سلسلہ مادری عم النبی وابو الخلفاء سیدنا ومولانا ابی الفضل العباس پر۔ صلے اللہ علیہ ورضی اللہ عنہما وعنہم اجمعین۔ مذہبًا یہ سنی وحنفی ہے۔ اور مشربًا قادری وچشتی ولادت اِس کی ۲۷ محرم ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۸۵۷ء کو بدایون مین واقع ہوئی اور اوسی تاریخ بلکہ اُسیوقت اور اُسی ساعت اسکی والدۂ ماجدہ نے عالم فانی سے رحلت کی۔ اللہم اغفر لہا واغفر لی وارحمنی وتب علیٰ انک انت التواب الرحیم الغفور۔

اس واقعے کا اظہار شاعرانہ کلام کے دیباچے میں اسلئے کیا گیا ہی کہ آپکو اسکے ابتدائے غم سرشت اور پریشانی سرنوشت ہونیکا حال معلوم ہو جائے۔ اور آپ جان لیں کہ حرماں نصیب اپنے ازلی مگر ابدی غم اندوہ کے ساتھ طالع بھی ضرور ایسے لایا ہوگا کہ راحت و آرام بہت ہی کم پایا ہوگا اور ہے بھی یوں ہی کہ اُسی ناساز طالع یا اِس سوز آشنا دل کے ہاتھوں ہوا بھی ایسا ہی۔ یعنی اگرچہ اسکے والد ماجد مولوی غلام سرور صاحب مرحوم نے اسکی راحت و مسرت کو اپنی آسایش و آرام پر مقدم سمجھا مگر اسکا جانی دشمن یعنی وہی درد آشنا دل۔ دوراز کار غم سے مالا مال اور ناحق ناحق کے ملال سے پامال ہی ہوتا رہا۔ **بیخود**

ہیں درد و غم و یاس و تمنا مرے دلمیں	+	اللہ رے وسعت کہ ہے کیا کیا مرے دلمیں
آنسو مری آنکھوں میں ہیں نالے مرے لب پر	+	سودا مرے سر میں ہے تمنا مرے دلمیں

اب یہ سُنئے کہ اگرچہ شفیق باپ نے فارسی و عربی پڑہانے کیلئے بڑی بڑی تنخواہ پر معلم و استاد نوکر رکھے۔ مگر ہائے نازپروردگی جسکی بدولت کسی علم اور کسی فن کی تحصیل تکمیل کو نہ پہونچی۔ طرہ یہ کہ آنکھیں حسن طلب ملیں۔ دل درد آشنا۔ طبیعت نزاکت پسند ٹھیری۔ مزاج آزادی جو۔ اور انہیں دشمنوں نے ملکر اسکو خوب ہی خاک میں ملایا۔ ونعم ماقیل

مٹانا لوح دل سے نقش ناموس ابجد کا		دبستان محبت میں سبق تھا مجکو ابجد کا

قصہ مختصر بغیر پڑھے لکھے نام کا مولوی بنکر۔ لکھنے پڑہنے کو خیرباد کہا ب اور چودہ پندرہ برس کی عمر میں ہی میری ازلی نسبت اور قدرتی لگاؤ نے دیوانوں کا دیوانہ بنا دیا۔ پھر کیا تھا۔ بساکین دولت ازگفتار خرد نے اسی پیرایہ میں بنا

رنگ جمایا یعنی عاشقانہ کلام نے بغیر معشوق کے عاشق زار بنایا۔ اور اُنھیں حسن طلب آنکھوں نے حسرتی دیدار۔ آخر چندروز بعد آپ بیتی سُنانے کی لئے تک بندیوں کی سوجھی اور جسقدر سمجھ بوجھ سیانی ہوتی گئی۔ اُسیقدر اس پرانے مگر نئے سودے میں ترقی و فراوانی۔ اور شباب خانہ خراب آیا۔ تو اُسنے اور ہی رستے لگایا۔ اب ہر گل کا بلبل۔ ہر شمع کا پروانہ۔ ہر مطلوب کا طالب۔ ہر معشوق کا عاشق تربت قیس کا مجاور مرقد فرہاد کا زایر۔ کون تھا یہی بیخود غرض کیا کہوں کہ اُس کمبخت اور جواں مرگ جوانی نے کیا کچھ کیا۔ اور اسکی بدولت آپ کے نیازمند بیخود نے کیا کیا دیکھا۔ قد قال من قال۔

ہوچکی ہے کیسی رسوائی مری
وحشیان دہر کا سرخیل ہوں
بیوفا میری وفا کے ہیں گواہ
ابتدا سے جان پر کھیلا کیا
تھک نہ بیٹھا ناز اُٹھاتا ہی رہا
جابجا قصہ مرا مشہور ہے
دے گئیں نام اسقدر بدنامیاں

شہرہ ہے ہنگامہ آرائی مری
خانہ بربادی میں رشکِ سیل ہوں
فتنہ گر طرز ستم کے دادخواہ
ہائے مجھ ناکام نے کیا کیا کیا
چپکے چپکے غل مچاتا ہی رہا
اہل وجد و حال تک مذکور ہے
کام کی نکلیں مری ناکامیاں

اس لااُبالی خرامی و بیباک روی کی بدولت شعر گوئی کا شوق آزار بنکر رہ گیا۔ اور جتنا یہ آزار مزمن ہوتا گیا۔ اُتنا ہی اس سے چھٹکارا پانا غیر ممکن۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزلیات و ہفوات کا ایک ذخیرہ فراہم ہوگیا نجم الدولہ حضرت غالب مرحوم۔

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے ہم	بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہوگئے

اب یہ فکر ہوئی کہ اردو شاعری کا سرچشمہ یا مخزن دو ہی شہر ہین - دہلی یا لکھنؤ اور دونون جگہ کے اساتذہ اپنی اپنی طرز وروش مین بے عدیل وبے نظیر کوئی تتبع کرے توکس کا۔ اور اصلاح لے توکس سے - اسی شش وپنج کے ہاتھون مدت تک نہ ادھر کا ہوسکا نہ ادھر کا اپنے کلام کا خود ہی مصلح ومنتخب بنا رہا۔ بارے شکر ہے کہ اُسی زمانہ مین ایک مجلس عزا کی شرکت نصیب ہوئی جسمین اہل سنت کے خلاف عقائد۔ یا اونکی توہین مذہبی کرنے والا کوئی مضمون نہ پڑھا جانے کا اعلان ہوگیا تھا۔

اِس مجلس مین ایک تحت لفظ خوان ذاکر نے جنکا نام غالباً میر یاد علی صاحب تھا اور وطن یقیناً لکھنؤ تھا۔ خلاق معانی وفرمان روائے اقلیم شیوہ بیانی جناب میر انیس صاحب مرحوم کا ایک مرثیہ پڑھا جسکا مطلع یا مقطع تو امتداد زمانہ کے سبب سے یاد نہین مگر یہ بات نہ بھولا ہون۔ نہ بھولونگا کہ ایک ایک مصرعہ نہین ایک ایک لفظ فصاحت کی جان تھا۔ اور بلاغت کی شان گویا کل مرثیہ من حیث المجموع اس شعر کا مصداق تھا۔ حضرت غالب دہلوی۔

در تہ ہر حرف غالب چیدہ ام میخانۂ	تا ز دیوانم کہ سرمست سخن خواہد شدن

اس مرثیہ کے چہرے مین جو صاحب کمال مصنف نے شاعرانہ افتخار کیا ہے اسکو سُنکر یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ میر صاحب مرحوم وموصوف جو دہلوی الاصل ہونے کی بنا پر باوجود لکھنؤ مین کئی کئی پیڑھیان گذر جانے کے اپنی اور اپنے خاندان کی زبان پر افتخار فرماتے - اور جو کوئی ان کے حلقے سے باہر ہے

اسکو بیرونی بتاتے ہیں۔ تو کوئی نہ کوئی شرف۔ کسی نہ کسی نوع کی فوقیت لکھنؤ پر دہلی کی شاعری کو ضرور ہے۔ اور جب خود بھی غور کی نگاہ سے دیکھا تو بناوٹ پر سادگی کو۔ آورد پر آمد کو لفاظی پر چیز دگر کو۔ واہ پر آہ کو۔ ترجیح دینی ہی پڑی۔ جو اسوقت تک اکثر اساتذہٗ دہلی کا حصہ رہا ہے۔ واما الشاذ فشاذٌ اہل نظر حاشا ثم حاشا۔ آپ کا نیاز مند اپنے لکھنوی احباب سے معرکہ آرائی کرنی نہین چاہتا نہ اسکا یہ مدعا ہے کہ وہان کے واجب التعظیم اور مسلم الثبوت اساتذہٗ سابق وحال کی یا اُنکے کمال کی تنقیص کیجائے نہ اسکو تعصب یا محبت نے اندھا اور بہرا بنادیا ہے۔ بلکہ لکھنؤ کے تمام اُستادانِ فنِ سخن کو اُسی عزت اُسی ادب سے دیکھتا اور یاد کرتا ہے۔ جو اُنکی شان کے شایان ہے یہ جو کچھ لکھا۔ اسکے گذشتہ واقعات ہین اور ابتدائی حالات یون سمجھئے کہ بقول حضرت آتش آتش زبان۔ یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش۔

بیخود۔ جوان تھا۔ اور اُس زمانے کے واقعات وحالات۔ اس موسم مین یاد آکر صدہا مرقعے ہزارہا واقعے پیش نظر آجاتے ہین۔ لہندا دل نہین مانتا کہ اس تذکرے کو مختصر کر کے وہ باتین بھی سوانح عمری مین چھپا رکھی جائین جو آپ کے بیخود یا کسی کا راز نہین ہین۔

میرزا غالب

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم	چنانکہ حرف عصا گفتہ موسیٰ اندر طور

الحاصل میر یاد علی صاحب کی مرثیہ خوانی نے اسکو مرثیہ خوان بنایا اور میر انیس صاحب مرحوم کی باطنی تحریک اساتذہ دہلی سے تلمذ حاصل کرنے

پر آمادہ کیا۔ مگر اب دوسری مشکل پیش آئی یعنی یہ تردد دامنگیر حال ہوا کہ حضرات دہلی میں سے کسکی خدمت میں حاضر ہو کر شرف تلمذ حاصل کیا جائے۔ زخم خوردہ دل نے حضرت مجروح کیطرف مائل کیا۔ جذب کلام نے مجذوبانہ حضرت سالک کیجانب کھینچا۔ حضرت حالی کے حالیہ اشعار نے اشارہ کیا کہ قال کو حال کا رنگ دینا چاہو تو ادہر متوجہ ہو۔ فصیح الملک بہادر حضرت داغ کی معجز بیانی و گرمی کلام نے ایما کیا کہ اگر شعر کے ذریعہ سے سرد مہروں کے دلوںمیں آگ لگانی مد نظر ہو تو اسطرف آو۔

الہی تیری پناہ یہ ہجوم خیالات بھی ابتدائے عمر میں کیا کیا مزے دیتا تھا اور کسیطرح یکسوئی نہ ہوتی تھی۔ مگر اسی زمانہ میں آپکے نیازمند بیخود خود غلط کے خالہ زاد اور شفیق بھائی جناب قاضی حافظ حاجی محمد عنایت حسین صاحب مدظلہ۔ نواب محمد علیخان صاحب بہادر مرحوم سابق والی ٹونک کی معیت ملازمت کے ذریعے سے لاہور تشریف لیگئے اور وہاں سے واپسی کے وقت بیخود کو دیکھنے اور اسکے والد ماجد سے ملنے کیلئے سہارنپور میں قیام فرمایا۔ تو بیخود کی موجودگی میں اسکے بڑے بھائی صاحب مرحوم کے سامنے حضرت استاذی و معظمی شمس العلماء جناب خواجہ الطاف حسین صاحب حالی تلمیذ رشید فخر متقدمین و رشک متاخرین نجم الدولہ دبیر الملک نواب میرزا اسد اللہ خانصاحب بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب دہلوی سے ملاقات ہونیکا تذکرہ بھی کیا اور کلام بھی سنایا۔ ہائے حسن کلام بھی کیا چیز ہے۔ کہ مدتیں گزر گئیں۔ زمانہ بدل گیا۔ ہزاروں واقعات نسیاً منسیاً ہوگئے مگر وہ چند شعر نہیں بھولتے جنھوں نے بیخود تشنہ مذاق سخن کو بیخودی کے درجے سے متجاوز کر کے حضرت ممدوح کے تلامذہ میں داخل کیا تھا۔ لہذا آپ بھی سنئے اور لطف اٹھائیے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھیرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی
دل ہی نہ چاہے جب تو زباں میں اثر کہاں

ہم جسپہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
تم سے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں

ولہ ایضاً

رنج اور رنج بھی تنہائی کا — وقت آیا مری رسوائی کا
آپ نے کسلیئے پہلو بدلا — کسکو دعوائے ہے شکیبائی کا
عمر شاید نہ کرے آج وفا — کاٹنا ہے شب تنہائی کا

حصول تلمذ کے بعد بیچو دو پرواخرام برسوں غزل گوئی میں مصروف اور اُن مشاغل میں مشغول رہا جو عاشقانہ کلام کی بدولت یا ابتدائے شباب کے طفیل میں درپیش و مہیا ہو جاتے ہیں اور جنکی تفصیل اب ممکن و مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں تمثیل میں مضائقہ نہیں وہ بیچو دو نہ سے بڑے تو دبیر الملک حضرت غالب سے سن لیجئے ۔

باکیسہ در خصومت و باکاسہ در لجاج — رندان پاکباز و شکرفان شادخوار
ہموارہ ذوق و مستی و لہو و سرود و شور — پیوستہ شعر و شاہد و شمع و می و خمار
بدمستی شبینہ و خواب سحر گہی — رنگینئ سفینہ و اشعار آبدار

خدا غریق رحمت کرے جب اسکے شفیق باپ نے یہ رنگ دیکھے تو بعجلت تمام و کوشش تمام تردداتِ خانہ داری میں مبتلا کر دینا۔ اسکے مرض آزادہ خرامی و بیراہہ روی کا علاج سمجھا۔ چنانچہ ربیع الاول ۱۲۹۰؁ ہجری میں یہ بار گراں اسکے سر شوریدہ پر رکھا گیا جو کہنے اور دیکھنے کو پھولوں کا ایک خوشنما سہرا تھا۔ مگر جس سے مقصود یہ تھا کہ سر اُٹھانے کی مہلت ہی نہ ملے اور اسمیں شک بھی نہیں کہ اس ابتلا و انقلاب کی بدولت اسکی طرز روش اور طبیعت میں بالکل نہیں تو بہت کچھ فرق ضرور آگیا۔ میر الشعرا جناب میر تقی مرحوم۔

اور تو باتیں بُری چھٹ گئیں سب جیتے جی — آنکھ مُنہ سے پر چھٹا ایک مگر دیکھنا

متاہل ہونیکے بعد جب ذرا ازخود رفتگی کی رفتار کمی پر آئی تو یہ خیال پیدا ہوا

کبر

کہ اب اپنی قوت بازو سے اعزاز و معاش پیدا کرنا ضرور ہے۔ مگر رونا یہ تھا کہ ابتدائی آزادی و نازپروردگی اور پابندی مذہب کے پرانے خیالات نے کوئی ایسا علم یا فن حاصل کرنیکا موقع ہی نہ دیا تھا جو اعزاز و معاش کا ذریعہ ہو سکے۔ بارے شکر ہے کہ اسوقت تک ہائیکوٹ الہ آباد مین وکالت درجہ دوم و سوم کا امتحان انگریزی دانی سے مشروط نتھا۔ اور بیخود کے لایق و ذی استعداد بھائی جناب مولانا حافظ اعجاز احمد صاحب وکیل مرحوم و مغفور بقید حیات تھے۔ جنھون نے اسکے دلی ارادے کو پہچان کر جرأت دلائی۔ اور تعلیم قانون مین ایسی توجہ فرمائی کہ تقریبًا چھ ماہ مین مشروط الامتحان قوانین یاد کر کے آپکے بیخود نے ۱۸۷۵ء کی کمیٹی مین امتحان بھی دیا اور پاس بھی ہو گیا سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین جب وکالت کی سند ملی۔ تو اور بھی دقتین پیش آئین یعنی وارفتہ مزاج اور آزاد طبیعت کو جو آزاد پیشہ ملا۔ تو سونے پر سہاگہ کا کام کیا چنانچہ کئی سال تک وکالت کے بہانے سے کئی شہرون اور کئی قصبون کی ہوا کھائی۔ مگر شاعری کے شوق و بزم عیش و نشاط کے ذوق نے کہین دل نہاد ہو کر کام نہ کرنے دیا۔ آخر جب سنہ ۱۲۹۳ھ ہجری مین اسکے والد ماجد رہ نورد فردوس برین ہوئے تو آنکھین کھلین اور طرز زندگی کا کلیتًا بدلنا ضرور ہوا لیکن نہ آنکھین بس مین تھین نہ دل قابو مین بقول ذی حضرت حالی ظلہ۔

ہو عیب کی خو کہ یا ہنر کی عادت
چھٹتے ہی چھٹیگا اس گلی مین جانا

مشکل سے بدلتی ہے بشر کی عادت
عادت اور وہ بھی عمر بھر کی عادت

چنانچہ اسی مصلحت سے سنبھل جیسے ٹوٹے پھوٹے قصبے مین وکالت شروع کی کہ یہان تو بیقرار دل نچلا ہو کر بیٹھے گا۔ حضرت غالب دہلوی۔

بھاگے تھے ہم بہت سو اسیکی سزا ہے یہ
ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن

سنبھل ہی مین قیام تھا کہ حضرت حالی مدظلہ کا وہ مسدس نظر سے گزرا جسکا نام مد و جزر اسلام

اسلام ہے اور جسکو انکی عاشقانہ شاعری کا مقطع یا ترک فرمانے کا اشتہار سمجھنا کچھ بیجا نہیں ہے کیونکہ درحقیقت ہوا بھی یہی - یعنی اُسکے بعد نہ حضرت ممدوح قدیم روش سخن گوئی پر گام زن ہوئے نہ انکی اصلاح یا اُن سے استفادے کا موقع یا شرف آپ کے دلی نیازمند بیخود کو ملا - گویا - آن قدح بشکست و آں ساقی نماند -
اِس واقعے کے بعد جسکو حسرتناک کہے بغیر دل نہیں مانتا - کئی مہینے عجب افسردہ مزاجی اور انتہا کی پژمردہ خیالی میں گزرے مگر حسن اتفاق یا طالع کی یاوری سے اُنھیں دنوں میں نواب فصیح الملک بہادر مرحوم دہلوی کا پہلا دیوان طبع ہو کر نظر افروز ہوا - اور اسکے ساتھ ہی منشی محمد عظمت علی خانصاحب (عظمت) رامپوری تلمیذ حضرت داغ ایک تقریب میں سنبھل تشریف لائے - اب ادھر تو عدیم النظیر کلام نے دامن دل اپنی طرف کھینچا - اودھر بیخود کو بھول جانے والے عظمت سراپا عنایت کی زبانی حضرت موصوف کے مفصل حالات اور تازہ اشعار سننے میں آئے - انجام یہ کہ بیخود آشفتہ حال و پریشان خیال - حضرت استاذی و استاذ الانام بلبل ہندوستان جہاں اُستاد - ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک جناب نواب میرزا خانصاحب بہادر داغ دہلوی ارشد تلامذہ ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم صاحب مرحوم و مغفور ذوق دہلوی کے تلمذ سے مشرف ہوا - اور چونکہ بیخود کے حقیقی ماموں جناب مولانا قاضی محمد شمس الاسلام صاحب مرحوم بدایونی العباسی معتمد مصاحب خلد آشیاں جناب نواب کلب علیخانصاحب بہادر والی رامپور بھی - رامپور میں تشریف رکھتے تھے - اس سبب سے بارہا وہاں حاضر ہو کر

سعادت ملازمت بھی حاصل کی اور حضوری مین رہکر اصلاح بھی لی۔

عشرت قطرہ ہے دریامین فنا ہو جانا۔ چنانچہ اب حضرت اُستاد مرحوم کی طرز کلام جسکا ایک زمانہ مداح و مقلد ہورہا ہے۔ اور جسکی دلکشی و دلنشینی دیکھکر بعض منصف مزاج وگرانمایہ اساتذہ نے اپنی قدیم روش ترک کر دی تھی۔ کچھ ایسی بھائی کہ پہلا کلام اگر کل نہین تو تقریبًا کل نظر ہی کر دیا۔

چڑھتے نہین اب میری نظر مین مہ و خورشید	دیکھا اُسے کیا مینے کہ اِترا گیئن آنکھین

مگر حصول تلمذ کے بعد فکر سخن وسعی تتبع کیلئے کافی مہلت نہ ملنے پائی تھی کہ دل و جان غارتگر ہوش وخرد دشمن فتنے سنبھل مین بھی سر اُٹھاتے نظر آئے معاذ اللہ توبہ۔

دید کا بھی ہے کیا بُرا لپکا	نہین رہتی ذرا قرار سے آنکھ

ناچار ۱۲۹۵ ھجری مین سنبھل۔ اور احباب و ارباب سنبھل کو بھی خدا حافظ کہکر وطن پہونچا اور بمشورۂ چند احبا و اعزہ شاہ جہان پور جا کر وکالت شروع کی۔ جہان ہجو دگے حقیقتًا تو برادر نسبتی مگر نسبتًا حقیقی معظمی و شفیقی جناب مولوی محمد رضی الدین صاحب قبلہ بسمل بھی وکالت ہی کرتے تھے۔ اور انکی مہر و مدارات اشفاق و عنایت کے سوا مخدومی و مکرمی منشی محمد سخاوت حسین صاحب مرحوم مدہوش بدایونی وکیل عدالت ضلع کے الطاف وکرم نے ایسا گرویدہ کیا کہ شاہجہانپور گویا وطن ہو گیا۔ لیکن باانیہمہ کثرت احباب۔ افراط مشاغل۔ لوازم منصبی۔ افکار دنیوی تر ددات لونبو۔ صدمات پیہم کی بدولت شعر کہنے کا موقع بھی بہت ہی کم ملا۔ افسوس ؎

جوہر تیش من در تہ زنگار بماند	آنکہ آئینہ من ساخت نہ پرداخت دریغ

سنہ ۱۳۰۲ ھجری مین کچھ ایسے حالات و واقعات پیش آئے کہ وکالت سے جی بیزار

ہوگیا اور کسی ہندوستانی دربار مین ملازمت کی تمنا پیدا ہوئی اسکے ساتھ ہی ایک ایسی صورت بھی نکل آئی کہ بیخود مہجوالوطن وسراپا محن بے منت احباب واعزہ ریاست سروہی مین جاکر عالیجناب معلے القاب فریدون حشم سکندر خدم۔ مہاراؤ۔ مہاراج ادہراج مہاراجہ سری کیسری سنگہ جی صاحب بہادر دام اقبالہم کے۔ سی ایس۔ آئی۔ والی ریاست موصوف کی حضوری مین باریاب ہوا۔ اور ممدوح الصدر نے اسکے اسناد وسرٹیفکیٹ ملاحظہ فرماکر۔ نیز دیوانی وفوجداری مقدمات کے چند فیصلے امتحاناً لکھواکر اپنے اسٹیٹ مین جوڈیشل افسر مقرر کیا۔

اس تقرر کے بعد آپ کا نیاز مند بیخود۔ گلزمین وطن سے۔ ہزارون حسرتین لاکھون ارمان ساتھ لیکر ہمیشہ کیلئے رخصت ہوا ؎

کوسون تک اُلٹے پاؤن چلا آہ مین غریب	جب تک مری نظر سے نہ پنہان وطن ہوا

احباب کے جلسے۔ اعزہ کے مجمعے۔ ہم نواؤن کی باتین دلرباؤن کی ملاقاتین۔ اچھی اچھی سیرتین پیاری پیاری صورتین۔ وغیرہ وغیرہ گویا ایک خواب تھا جسکا بڑا حصہ ذہن سے اُتر گیا ہو اور کوئی واقعہ یا کوئی بھولی بسری بات دل کو بے چین رکھنے کے لئے یاد رہجائے وللہ در القائل۔

ہمنے جب وادیٔ غربت مین قدم رکھا تھا
دور تک یاد وطن آئی تھی پہونچانے کو

سروہی میں سرکاری خدمتوں یا منصبی کاموں سے جو وقت بچتا تھا کیا کہوں کہ وہ کیونکر گزرتا تھا بس یہ سمجھ لیجیے کہ ۔

آگیا جب کوئی کرلیں چار باتیں اس سے بھی	پھر وہی سر پٹیا جس وقت تنہائی ہوئی

حضرت استاد مرحوم کا ایک مقطع اور نظیری نیشاپوری کا ایک شعر گویا ایک وظیفہ تھا کہ قائماً و قاعداً ورد زبان رہتا تھا و ہو ہذا۔

پڑا رویا کرے وہ داغ بیکس طرح تنہا	کہ جسکی رات دن ہنس بول کر گذری ہو یاروں میں
نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر	خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

آخر وہی جنون سر پر سوار ہوا۔ اور پھر وہی وحشت اچھلی یعنی شعرگوئی کا خیال آیا اور وہ ناسور جو سموم ہموم و غموم کی بدولت مرجھا کر خشک یا مندمل ہو چلا تھا پھر تراوش کرنے لگا چنانچہ یہ غزلیں وغیرہ جو اس تمہید کیساتھ نذر ناظرین کیجاتی ہیں۔ انہیں زیادہ تر وہیں کی تصنیف شامل ہے۔ الاکام کی کثرت یا اطمینان کی قلت نے وہاں اتنا موقع نہ دیا کہ جو لکھا جائے وہ حضرت استاد مرحوم کیخدمت میں بھیجدیا جائے۔ اور جب اصلاح ہو کر آجائے تو ترتیب وار صاف کر لیا جائے اس سبب سے مسودوں کا ایک دفتر ابتر جمع ہوتا رہا۔ یہانتک کہ طالع کی یاوری اور زمانے کی مساعدت نے ربیع الاول ۱۳۲۰ھ ہجری میں سروہی سے مستعفی ہونیکے بعد دارالسرور جودھپور میں پونہچا یا۔ مگر یہ ایک ایسا انقلاب تھا جسنے طبیعت کا رنگ ہی بدل دیا۔ زمانے کی گردش۔ اسباب و ارباب زمانہ کی بے ثباتی و کم التفاتی جو اب تک قصوں کہانیوں اور شاعرانہ مضامین میں لکھی یا سنی تھی اب آنکھوں دیکھ لی۔ بس اب کیا تھا۔

اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں	سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یاد خدا میں ہے

قصہ مختصر یہاں آکر دو ڈھائی مہینے امیدواری و انتظار ایفائے وعدہ کی

زحمت اٹھائی جو محبی و شفیقی قاضی ظہور احمد صاحب شتر جودھپوری جیسے زکی الطبع صحیح المذاق نکتہ رس معانی شناس کی محبت و مہمان نوازی اور ایک شرمیلے رسیلے مرزا منش قاضی زادے میاں قادر بخش صاحب کی زیبا حرکاتی کی بدولت زمانہ ملازمت سے بہتر و خوشتر تھی۔ آخرش ہزہائنس کرنل سر مہاراج ادھراج مہاراجہ سری پرتاب سنگھ جی صاحب بہادر۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ڈی۔ جی۔ سی۔ بی سابق مدار المہام جودھپور و برادر خورد والی مارواڑ حال فرمانروائے راج ایڈر کی قدردانی۔ اور عالیجناب معلے القاب عالم پناہ۔ امارت دستگاہ۔ چارہ بیچارگان مایۂ بیمایگاں۔ مہاراج ادھراج ہزہائنس سری مہاراجہ جسونت سنگھ جی صاحب بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سابق والی مارواڑ جودھپور کی ہنرپروری و شریف نوازی سے۔ ہیچمدان ہیچ میرز۔ مارواڑ اسٹیٹ میں اسپیشل مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ اور انکے بعد رئیس حال یعنی انھیں کے فرزند ارجمند حضور فیض گنجور۔ کریم ابن کریم۔ صاحب تاج و دیہیم فیاض دوران حاتم زماں سکندر مرتبت نوشیرواں معدلت مہاراج ادھراج مہاراجہ سری سردار سنگھ جی صاحب بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی دام اقبالہم و ادام اللہ ملکہم و اجلالہم کے عہد کرامت مہد میں۔ جب بمضمون ے اگر پدر نتواند پسر تمام کند اسکی تنخواہ میں ترقی ہوئی۔ اور وزیر حال یعنی راؤ بہادر جناب پنڈت سکھدیو پرشاد جی صاحب بہادر۔ بی۔ اے + سی۔ آئی۔ ای۔ کی قدر شناسی سے اختیارات سماعت بھی بڑھائے گئے۔ تو اطمینان و راحت نے بھی مونہ دکھایا اور مٹے ہوئے شوق۔ دبے ہوئے حوصلے نے بھی ابھرنیکا موقع پایا چنانچہ جتنا ذخیرہ جمع ہو چکا سا سبکو یکجا کر کے حضرت استاذی و استاذ الانام کی

خدمت

خدمت مین پیش کیا۔ اور وہان سے واپس آنے پر تاریخی نام مرآۃ الخیال رکھا

اس ترتیب وتدوین کے بعد۔ چونکہ یہ شغلہ لوازم منصبی کی کثرت سے گویا بالکل ترک ہوگیا تھا۔ لہذا بارہا جی مین آئی کہ یہ روکھی پھیکی نظم چھپوا کر احباب و ارباب نداق کے سامنے پیش کیجائے مگر ؎ میرا چاہا فلک نے کب چاہا۔ ناچار ہمیشہ دل کی دل ہی مین رہ رہ گئی۔ وجہ یہ کہ کبھی منکوحہ سابقہ کے انتقال سے خانہ ویرانی کی پریشانی رہی اور کبھی کیا بلکہ بعد نکاح ثانی ہمیشہ بیماری و بیمارداری کی بدولت خلجان و بے اطمینانی ؎

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ	اس قدر تنگ ہوا دل کہ مین زندان سمجھا

اس الجھیڑے کے ہاتھون زمانہ کی رفتار ۱۳۲۹ تک پہونچ گئی اور بیخود گمنام نیز اسکا برا بھلا کلام یون کا یونہین پڑا رہا۔ کسی نے نہ جانا کہ کون ہے کہان ہے کسینے نہ پوچھا کہ کیا ہے کیسا ہے۔ مگر شکر ہے کہ جسطرح زمانہ قیام شاہجہانپور و وطن مین مکرمی سید کفایت علی صاحب علوی ہاپوڑی تحصیلدار ریاست الور۔ مخدومی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب مرادآبادی وکیل شاہجہانپور۔ معظمی مولوی سید حسن صاحب مرادآبادی وکیل ضلع مرادآباد۔ شفیقی عزیزی مولوی سید عنایت احمد صاحب حیرت بدایونی سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست گوالیار۔ برادر اعز و اکرم مولوی غلام شبر صاحب حسرت۔ اخ معظم و اشفاق مجسم مولانا حافظ محمد عبد العلام صاحب مرحوم محوی کے سامنے پیش ہوتا رہتا تھا اسیطرح عہد ملازمت سروہی مین مکرم سراپا اکرام سید صغیر حسین خانصاحب صغیر واسطی البہیروی۔ نواب حیدر علیخانصاحب حیدر شاہجہانپوری۔ مولانا حافظ سید محمد حسین صاحب بسمل خیرآبادی سفیر ریاست ٹونک مقیم آبو اور بیخود کے پیارے عزیز یا دوست افتخار الشعراء اعتبار الملک مولوی سید افتخار حسین صاحب مضطر کی حسن شناس نگاہین اسکی غزلون پر پڑتی رہین

اور مناسبت و موزونیت قایم رہ گئی۔

جودھپور مین بخبر قاضی ظہور احمد صاحب کے نکوئی ہمنوا تھا۔ نحوی ہم مذاق لیکن کبھی کبھی معظمی و مجبی حکیم محمد بہاؤ الدین خانصاحب بہا اور شفیقی نواب عبداللہ خانصاحب مرحوم مطلب تخلص کے جودھپور مین آنے اور انکے سوا مکرم سراپا کرم منشی نثار حسین صاحب نثار لکھنوی مالک و مہتمم پیام یار کے چند مرتبہ تاجرانہ تشریف لانے اور کبھی کبھی ماہ تک قیام فرمانے سے سخن گوئی کا شغلہ اور ملکہ قایم رہنے کے سوا۔ تمام مجموعہ انتخابی نقطون سے بھی مزین ہوتا رہا۔

ناظرین ایسے استاد کی اصلاح۔ اتنے احباب کی صلاح و مشورت پر بھی آپ کے بیخود نے قناعت نکی بلکہ جب آخر مرتبہ رامپور گیا۔ اور محسود الاساتذہ نظیری نظیر جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مرحوم کیخدمت مین حاضر ہوا۔ تو عدم انطباع کا باعث دریافت فرمانے پر یہی عرض کیا کہ جب تک کوئی نقاد سخن محبت و مروت خاطر و رعایت سے قطع نظر فرما کر پہلے اشعار نظر ی نکردے اسوقت تک اپنا کلام شایع کرنے کو جی نہین چاہتا۔

الحمد للہ کہ ممدوح الصدر نے اس خیال کو پسند فرمایا۔ یہی نہین بلکہ یہ محبت بھی گوارا فرمائی۔ اور تقریبًا پانچ چھ ماہ کے بعد مجموعہ کلام انکے انتخاب سے مشرف ہو کر بذریعہ ڈاک واپس آیا۔ ورنہ بیخود تو اس خیال مین تھا کہ جو شخص بدایون مین پیدا ہوا۔ جس نے سہارنپور یا ضلع سہارنپور مین ہوش سنبھالا جسکی عمر کا عمدہ اور بڑا حصہ رنج و اندوہ یا علاقہ سرد ی جودھپور کے اہل زبان سے سر مغزن کرنے مین بسر ہو گیا۔ وہ بیچارہ شعر کیا کہے گا اور کہے گا تو اُسکی بکواس پر کان ہی کون رکھے گا۔

غرض اس کم جراتی۔ اور پست ہمتی کا بُرا ہو کہ باوجود سالہا سال کی بُری بھلی مشق ایسے مسلم الثبوت اور مقبول انام اُستاد وقت کی اصلاح لیسے ایسے ماہران فن کے

انتخاب بیسیوں احباب کی تاکید کے۔ نہ آپکا بیخود صاحب دیوان بن سکا نہ کسی رئیس یا ریاست سے کوئی شاعرانہ خطاب یا لقب حاصل کر سکا۔

رئیس یا ریاست کا اگر قابو میں لانا مشکل تھا۔ تو زمانے کی دیکھا دیکھی اپنے ہی مونہہ میاں مٹھو بنکر ابو الکلام یا ابو الاعجاز و ابو البیان جیسے القاب کا پُھچلا لگا کر اپنے نام یا تخلص کی لفظی یا اعدادی عزت و وقعت بڑھا کر ناداں دلکو ابلہ فریبیوں سے خوش کر لینا تو ممکن تھا۔ مگر آپکا ڈون حوصلہ بیخود یہ بھی نہ کر سکا بلکہ اس سے تو یہ بھی نہو سکا۔ کہ ادھر اُدھر سے چند نو مشق مبتدیوں۔ وہ یہ بھی نہ سہی تو ملازمت و پرورش کے امیدواروں کو گھیر گھار کر نام کا اُستاد بن بیٹھے۔ یا اپنے شوق نہیں تو بعض احباب و مالکان مطابع کی تاکید و اصرار سے بالالتزام کسی اخبار یا رسالے میں تھوڑی بہت ہزلیات بھیجکر اپنی شہرت یا تشہیر کا سامان فراہم کرتا۔ اسپر طرہ یہ ہوا کہ جب ادا شناس اور حسن پسند آنکھوں نے مشاہیر اساتذہ کے کلام کو انتخاب کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا تو قوت منفعلہ نے پھر چشمک زنی کی کہ تیرے کلام پر جو انتخابی صاد ہوئے اور تعریفوں کے دونگرے جو بعض موقعوں پر برس گئے ہیں کیا وہ رعایت و محبت سے کلیتاً خالی ہو نگے

ناظرین سے عرض کرتا ہوں کہ اس خیال کا آنا تھا۔ اور برسوں کے جمع کردہ سرمایہ کا بڑا حصہ تلف ہو جانا۔

نازک خیالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے	جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

غرض اسی دھن میں نصف سے زیادہ اشعار کو پھیکا سمجھکر نظر ہی کر دیا۔ اور ما بقے کو پیشکش اہل مذاق و نذر احباب کے واسطے رہنے دیا۔ باایں ہمہ ایک زمانہ گزر گیا مگر اسکو بالترتیب اور بعد انطباع پبلک کے سامنے پیش کرنیکی جرات نہوئی بلکہ جب کسی عزیز

یا دوستوں نے اِصرار کیا - تو کوئی نہ کوئی عذر کر کے ٹالتا ہی رہا مگر بقول افتخار الشعراحضرت مضطر یہ سچ کہا ہی کہ ہوئی ضرور ہو کے رہے + یعنی اگر جواب بھی ایک قلم آگے بڑھتا ہی تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے - لیکن فرمایش و تقاضاے احباب سے مجبور ہو کر اُسی بے علاوت نظم کو اس بے نمک نثر کے ساتھ شایع کرنیکا ارادہ مُصمم ہو گیا ہی بشرطیکہ خواہشِ ایزدی بھی بیخود کی بساآرزو کی ہمراہ شامل ہو گئی ہو -

فرمایش احباب کے سوا ایک امر بھی اِس تصمیم کا باعث ہوا کہ اکثر غزلیں جو باظہارِ شوق مانگ مانگ کر لیگئیں - اُنمیں سے بعض کے مالک اور ہی لوگ بن بیٹھے ؎

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے ۔ سمجھ لیا کسی مُردے کا اُسنے مال مجھے

ہوشیاری دیکھئے کہ بعض حضرات نے اپنے نام سے چھپوا بھی دیا تھا تاکہ کسیوقت بیخود کے دعوی ملکیت کی تردید میں کام آئے - علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ بیخود اور اُسکے خواجہ تاش بھائیوں کی ایک ہی زمین میں تصنیف کی ہوئی غزلیں مُغنّیوں کی زبانوں تک پہنچکر آپسمیں اِسطرح ملگئیں کہ کوئی شعر بیخود کا - اور کوئی کسی کا - اور شعروں کے بعض الفاظ بھی نقصِ حافظہ و قلتِ استعداد کی بدولت مسخ ہو کر کچھ سے کچھ ہو گئے اِنہیں وُجُوہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر زمانہ و ابنائے زمانہ کا یہی رنگ ڈھنگ ہے تو چند روز میں کُل مجموعے کی ملکیت سے دست بردار ہونا نہ پڑے -

وُہ غزلیں جو دوسرے ناموں سے مشہور ہو گئی ہیں - اِس ترتیب میں بقدرِ معلومات خارج کر دیگئی ہیں اور کوئی رہگئی ہو تو ہر چہ بادا باد - کیونکہ تمام پرچے اور کُل اخبار بیخود کی نظر سے نہ گزرے ہیں نہ گزریں -

اِس رام کہانی سے ناظرین کی سامعہ خراشی و باصرہ آزاری کرنیکے بعد بقدر گذارش اَور باقی ہے کہ طبیعت کی مضبوطی - زبان کی صفائی - فکر کی بلند پروازی -

خیال کی رسائی۔ وہ نعمتیں ہیں جو ازل کے دن ہی علی قدر قسمت تقسیم ہو چکیں انہیں ترقی کرنا
بیخود رنجور کے امکان میں نتھا۔ البتہ اسکا کام ہے کہ ترتیب کے وقت غیرت کا خون نہ بہائے
حمیت کو خیرباد نہ کہہ بیٹھے۔ من ہیگویم کا ادعا نہ کرے۔ خوب ہینویسم کا مدعی نہ بنے۔
اور جس تلاش انتخاب۔ غور و تعمق کی نگاہ دوسروں کے کلام پر پڑتی ہے اسقدر بھی
ملحوظ رکھے۔ چنانچہ حتی الوسع یہی کیا ہے اور کامل امید ہے کہ آپ طول کلام سے
سرگراں ہو کر نظم کی طرف توجہ فرمائینگے۔ تو بیخود خود فراموش کو اس بارہمیں ضرور
صادق القول پائینگے کیونکہ اسنے اسوقت بھی صرف آپ کی طبیعت کو منغص نہ کرنے
آپکی نگاہ کو انتخاب کی تکلیف دینے کے خیال سے صدہا شعر جو بجائے جگر کاوی کلیجے کے
ٹکڑے اور آنکھوں کے تارے تھے۔ غرف ریزوں کیطرح خاک میں ملا دیئے ہیں اور
پھر بھی یہی سمجھتا ہے کہ دیوان نہیں بلکہ اپنے واسطے سرمایہ رشخند۔ اور عیب جو یا اعتراض
دوست حضرات کی طبع آزمائی کیلئے ایک وسیع میدان مرتب مہیا کیا ہے بقول کسی کہ

عیب کے دیکھنے والے تو بہت ہیں لیکن — اُنکے یہاں حسن شناسان سخن تھوڑے ہیں

اگر اسکی بھی داد نہ ملے تو واللہ سخت بیداد ہے۔

حاصل شعر و شاعری جو تاثیر ہے اور درد۔ اسکی نسبت اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ

شمعہا بردہ ام از صدق بخاک شہدا — تا دل و دیدہ خونابہ فشانم دادند

اب دعا و التجا یہ ہے کہ آپ لوگ بیخود سراپا نیاز کو دعائے خیر سے
یاد فرمائیں اور اسکی غلطیوں کو پردہ پوشی کے دامن میں چھپائیں

بر کریماں کارہا دشوار نیست

احقر الانام بیخود ناکام مسمیٰ بہ عبد الحئی بدایونی غفر اللہ لہ۔ جودھپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیفِ الف

خدایا مطلعِ موزوں ہے نظمِ کن فکاں تیرا ۔ فغانِ سازِ ہستی شورِ مرغِ صبح خواں تیرا
وجودِ دوزخ و جنت گزرگاہِ حق و باطل ۔ قیودِ مذہب و ملت طلسمِ امتحاں تیرا
شہودِ ہستیِ اشیا نقابِ عارضِ معنیٰ ۔ ظہورِ ہر دو عالم پردۂ رازِ نہاں تیرا
کمندِ خاطرِ عشاق تیرا لطفِ بے پایاں ۔ کمیں گاہِ نگاہِ عشق حسنِ بے نشاں تیرا
سبب انگیز ہے بخشش قبولِ توبہ و طاعت ۔ مکافاتِ عمل احسانِ ربِ دوجہاں تیرا
رموزِ ممکن و واجب نے کیا جھگڑے میں ڈالا ہے ۔ نہ مجھ پر ہو یقیں میرا نہ تجھ پر ہو گماں تیرا
فقط کہنے کو ہے۔ ہے کیا قلم میرا زباں میری ۔ لکھوں گا کیا کروں گا کیا ثنا تیری بیاں تیرا
نہ یہاں اصرارِ جنت پر نہ یہاں انکارِ دوزخ ہی ۔ یہاں بھی تو وہاں بھی تو مکیں تیری مکاں تیرا

امیر و محسنِ خوشگو کا ہمسر گو نہیں لیکن
زہے قسمت کہ بیخودؔ ہے تو آخر حمد خواں تیرا

راز توحید زمانہ میں کھُلے کیا تیرا ۔ حل ہو کس طرح کسی سے یہ معمّا تیرا
کوئی ثانی ہے نہ ہمسر ہے نہ ہمتا تیرا ۔ سب کا معبود ہے تو جو ہے وہ بندا تیرا
طور پر جا کے عبث ٹھوکریں کھائے کوئی ۔ چشمِ بینا ہو تو ہر شئے میں ہے جلوہ تیرا
وہ تری شانِ عدالت یہ تری شانِ کرم ۔ قہر بھی خوب ترا رحم بھی اچھا تیرا
چشمِ حق بیں ہو تو پھر سامنے تو ہی تو ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی سے نہیں پردا تیرا

دیکھ ہی لیں گے تجھے دیکھنے والے تیرے
لاکھ پردے میں چھپے جلوۂ زیبا تیرا

دِل وہی دل ہے کہ ہو جس میں تمنا تیری
سَر وہی سر ہے کہ جس میں رہے سودا تیرا

اِک زمانہ مرا دُشمن ہے تو کھٹکا کیا ہے
تو مددگار مرا مجھکو سہارا تیرا

مَدد اے بحرِ کرم المَدد ای بحرِ کرم
کیوں رہے دست نگر غیر کا بندا تیرا

مَیں گُنہگار و خطاوار تو بیشک ہوں مگر
اُمتی ہوں ترے محبوب کا بندا تیرا

دُھوم ہے تابشِ خورشیدِ قیامت کی تو ہو
مجھکو کیا غم مرے سَر پر تو ہے سایا تیرا

تُو ہی غفارِ ذنوب اور تُو ہی ستارِ عیوب
دین و دُنیا میں ہے بیخُود کو بھروسا تیرا

ہر شے میں نُور تیرا ہر سُو ظہور تیرا
اے بے نیاز شایاں تجھکو غرور تیرا

اُس لب کے مَیں تصدق اُس آنکھ پر مَیں قُرباں
جسپر ہو نام تیرا جس میں ہو نُور تیرا

ہنگامِ نزع دِل میں میرے ہو یاد تیری
سایہ ہو میرے سَر پر یومُ النّشور تیرا

بیکس نواز ہے تُو ورنہ قبول کرتا
عجز و نیاز میرا کبر و غرور تیرا

دَیر و حرم میں سب ہیں تیری ہی نام لیوا
چرچا جہاں میں ہے نزدیک و دور تیرا

ہے تابِ دید کسکو جو آنکھ بھر کے دیکھے
ناحق چھپا ہوا ہے پردہ میں نُور تیرا

رحمت ہے جستجو میں اہلِ خطا کی واعظ
پھر بھی کمی خطا میں؟ اُف رے قصور تیرا

تو ہر نظر میں پنہاں ہے سب کے دل میں مہماں
ہر دیدہ عرش تیرا ہر سینہ طُور تیرا

تُو اور حمدِ یزداں اے بیخُودِ پریشاں
اِس بحرِ بیکراں سے ہوگا عبُور تیرا

کوئی کیا وصف لکھے یا شہ ہر دو سرا تیرا
خُدائی میں ترا جلوہ خُدا کا نور خُدا تیرا

ترے جود و کرم بذل و عطا کا واہ کیا کہنا
شرف رکھتا ہے شاہانِ جہاں پر ہر گدا تیرا

نہ ہوتی تا قیامت عفوِ آدم کی خطا ہرگز
اگر وقتِ دُعا آڑے نہ آتا واسطا تیرا

تُو ہی اول سے اوّل تھا تو ہی آخر سے آخر ہے
خبر دیتا ہے تیری انتہا کی مُبتدا تیرا

میں اپنے سر پہ رکھوں مَلوں چہرے آنکھیں میں کھوؤں
اگر قسمت سے ہاتھ آ جائے مجکو نقشِ پا تیرا

ہوا تجھسا نہ ہو تجھسا نہ ہے تجھسا نہ تھا تجھسا
لقب موزوں ہے یا خیر الوَرا خیر الوَرا تیرا

کوئی جانے تو کیا جانے جہاں میں منزلت تیری
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے جہاں میں مرتبا تیرا

اسی قابل یہ ہے انکا تو اُٹھنا بیٹھنا چلنا
عصا ہے تیرے اُفتادوں کے حق میں آسرا تیرا

تجھے آسان ہے دشوارئِ بیخود کی آسانی
معین بیکساں ہے تو معاون ہے خدا تیرا

واعظ خطر نہیں مجھے نارِ جحیم کا
ہوں اُمتی شفیع کا بندہ کریم کا

تیرے تیمم ہونے سے اب قدر بڑھ گئی
پہلے نہ تھا یہ مرتبہ دُرِ یتیم کا

اَعدا کے واسطے بھی نہ کی بد دُعا کبھی
اللہ رے حوصلہ ترے خُلقِ عظیم کا

یُوسف کا حُسن نُوح کی سطوت دمِ مسیح
ق خُلتِ خلیل کی یدِ بیضا کلیم کا

القصہ ہر نبی کی کرامت ہے آپ میں
کیا مرتبہ ہے واہ رسولِ کریم کا

بس جاتی ہے دماغ میں عطرِ جناں کی بُو
لیتے ہی نام گیسوئے عنبر شمیم کا

مولا کے قد و زُلف و دہن کی مثال ہے
مطلب کھلا ہوا ہے الف۔ لام۔ میم کا

آوارگانِ وادئِ یثرب سے پُوچھ لے
جسکو پتہ ملے نہ رہِ مُستقیم کا

بیخود دیار دیار سے اب اُٹھ لیجئے
کیجے طواف چلکے نبی کے حریم کا

جب ملے ینہ ہی نہ دیکھا نظر آیا پھر کیا
دیکھ ای آنکھ مجھے تو نے دکھایا پھر کیا

گر حضوری نہ ملے تو غمِ دوری تو رہے
یہ بھی پایا جو نہ عاشق نے تو پایا پھر کیا

دل سے مٹنے کا نہیں داغِ غمِ عشق نبی
ہمنے مانا کہ ہمیں غم نے مٹایا پھر کیا

خواب میں تو کبھی بیدار ہو قسمت میری
یہ بھی ارماں نہ بر آیا تو بر آیا پھر کیا

دیدۂ دل سے ہوں میں محوِ تجلائے نبی
لطفِ دیدار ان آنکھوں نے نہ پایا پھر کیا

نہ مجھے حور کی پروا ہے نہ جنت کی طلب
میں نے پایا نہ اگر آپ کو پایا پھر کیا

قافلے لاکھوں مدینے کو چلے جاتے ہیں
میں ہی رہجاؤں گا محروم خدایا پھر کیا

نہ دھلی نامۂ اعمال کی سیاہی بھی اگر
تو نے ای ہجرِ نبی مجھکو رلایا پھر کیا

آپ تھے ظلِ خدایا خلق ہیں سب جانتے ہیں
دیکھتا کوئی بھلا سایے کا سایا پھر کیا

دشتِ یثرب میں سبب جامہ دری کا بیخود
وحشتِ دل نے اودھر ہاتھ بڑھایا پھر کیا

ہے موی مبارک میں اثر ردِ بلا کا
نام اسکا وظیفہ ہو نہ کیوں شاہ و گدا کا

یہ سلسلہ ہے مغفرتِ جرم و خطا کا
یہ موئے مطہر ہے شفیعِ دوسرا کا

مشہورِ زمانہ جو ہوئے حضرتِ خالد
اعجاز تھا موئے شہِ اعجاز نما کا

کیوں اسکے طلبگار نہوں صاحبِ ایقاں
نسخہ ہے یہی آئینۂ دل کی جلا کا

انوارِ شبِ قدر دیکھے ہوں تو دیکھو
اِس موی سیہ میں یہ سماں نور و ضیا کا

ہے اسکی زیارت سے ہر درد کا درماں
طالب دعا کا ہوں نہ محتاج دوا کا

اِس موئے معنبر کا جو دے واسطہ سائل
دم بھر میں اثر تابع فرماں ہے دعا کا

بو اسکی شفا بخش مریضِ غمِ ہجراں
رنگ اسکا سویدا ہے دلِ اہلِ صفا کا

قدر اِسکی شبِ قدر سے افزوں ہی خدا کو
یہ جزو ہے جسمِ شہ لولاک لما کا

دیکھیں تو سہی غور سے اللہ کے بندے
اِس بال میں جلوہ نظر آتا ہے خدا کا

بیں حاملِ مُوئے نبوی بن گیا بیخود
بس اب میں طلبگار نہیں ظلِ ہما کا

کوئی کیا وصف لکھیگا حمید الدین صُوفی کا
کہ ہی وصّاف خود خواجہ حمید الدین صُوفی کا

بہت مشکل ہے دُنیا ترک کرنا رہ کر دُنیا میں
نہ کیوں دُنیا میں ہو شہرہ حمید الدین صُوفی کا

حسب اچھا نسب اچھا خطاب اچھا لقب اچھا
طریق و طور سب اچھا حمید الدین صُوفی کا

یہ نفرت اُسکو محویت میں ہی اسبابِ دُنیا سے
کہ بن سکتا نہیں قبا حمید الدین صُوفی کا

فلک جسکے علوِ منزلت سے جھک کے چلتا ہے
وہ ذی عظمت ہے دروازا حمید الدین صُوفی کا

صفائے اُن ہی زائل ہوئی ظلمت گنا ہونکی
زبان پر نام جب آیا حمید الدین صُوفی کا

نظر ہر نخل میں آتا ہے نخلِ طور کا جلوا
تجلّی زار ہے صحرا حمید الدین صُوفی کا

نگاہِ شوق کو انوارِ یزدانی نظر آئے
مزارِ پاک جب دیکھا حمید الدین صُوفی کا

بھروسا ہی مجھے کس پر حمید الدین صُوفی پر
سہارا ہے مجھے کس کا؟ حمید الدین صُوفی کا

کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
کہ رتبہ ہی بہت اعلا حمید الدین صُوفی کا

زمانہ عون کا طالب ہے اُس سے اور معاون ہے
معین الدین و الدُنیا حمید الدین صُوفی کا

وہی ہی طالبِ مولا وہی ہے مالکِ عقبیٰ
لقب ہے تارکِ دُنیا حمید الدین صُوفی کا

گرا یا کی بہت مجکو مری آفتادگی پیہم
اُٹھا لایا مگر سودا حمید الدین صُوفی کا

خودی کے نشہ سی محفوظ رکھ دُنیا میں بندے کو
خدایا واسطہ صدقا حمید الدین صُوفی کا

دُعا یہ ہی کہ ہو ہر سال عُرس پاک کا مجمع
رہے میلا بجے ڈنکا حمید الدین صُوفی کا

زمیں بوسی کو اربابِ زمانہ سر کے بل آئیں
زمانہ میں رہے شہرہ حمید الدین صوفی کا

کریم الدین ذوی الاکرام کے دم سے قیامت تک
رہے آباد سجادہ حمید الدین صوفی کا

یہی ظلِ ہما ہے اور یہی ظلِ خدا بیخود
رہے سر پر ترے سایا حمید الدین صوفی کا

عیاں نورِ نبی دیکھا نہاں نورِ خدا دیکھا
مزارِ پاک صوفی دیکھکر کیا کہیئے کیا دیکھا

کہیں شانِ جلالی ہے کہیں شانِ جمالی ہے
یہاں نامِ خدا اک رنگِ محویت نیا دیکھا

ترے رتبے کو میزانِ خرد میں ہمنے جب تولا
سوا سے کچھ فزوں پایا فزوں سے کچھ سوا دیکھا

ہر اک مشکل کی ساعت میں ہر اک حاجت میں کلفت میں
تجھے مشکل کشا حاجت روا کلفت ربا دیکھا

ترے فرقت زدہ محوِ وصالِ ایزدی پائی
ترا دردِ محبت دردمندوں کی دوا دیکھا

ترا ترکِ غنا ہے یا کوئی تسخیر کا ٹوٹکا
درِ دولت ترا کو مرجعِ شاہ و گدا دیکھا

خدا بھی سلامی ہے نبی بھی اسکے یا در میں
جسے تیرا سہارا جسکو تیرا آسرا دیکھا

درِ دولت پہ سر کے بل کیونکر نہ آتا میں
کرا اس تکلیف کو آرامِ جانِ مبتلا دیکھا

خدا جانے ملا کیا کچھ تیرے کوچہ کے سائل کو
کسے معلوم تیری دیکھنے والے نے کیا دیکھا

تری دریائی فیض و جود کی اللہ ری جان بخشی
نہاں قطری میں اسکے چشمۂ آبِ بقا دیکھا

خدا کے ہو رہے دنیا و عقبیٰ چھوڑ کر صوفی
یہ ہی اہلِ صفا دع ما کدر خذ ما صفا دیکھا

بھلے چنگے ہوئے بیمارِ عصیاں جب یہاں آئے
حمید الدین کا روضہ عجب دار الشفا دیکھا

تجھے خضرِ رہِ عرفاں نسمجھوں میں تو کیا سمجھوں
ترے نقشِ قدم کو گمرہوں کا رہنما دیکھا

نہو کیوں مقتدی عالم حمید الدین صوفی کا
معین الدین اجمیری سا اسنے مقتدا دیکھا

بھنور میں ہے مری کشتی الہیٰ اب ڈوبی یا اب ڈوبی
اگر تمنے نہ چشمِ لطف سے اے ناخدا دیکھا

خدارا اب تو وہ کچھ دے کہ میں کہتا پھروں سب سے
دیا کرتے ہیں یوں مدّاح کو آقا صلا دیکھا

نہ اُن کا ہاتھ رُکتا ہے نہ اسکی حرص گھٹتی ہے
نہ صوفی سا گدا پرور نہ بیخود سا گدا دیکھا

تیری طرف سے دِل میں جو اک بے نیاز تھا
بیہوش تھا جو بزم میں آگاہِ راز تھا
ناکامیوں میں کسکی شکایت کرے کوئی
پائی طلب نے منزلِ جاناں دکھا ہی دی
دوبھر تھی جان صرف ہیں ورنہ دہر میں
کیفِ وصال زاہدِ نافہم کچھ نہ پوچھ
خواہانِ دِل وہی تو تھے انکو کیا کہوں
میری بُرائی نے تجھے اچھا بنا دیا

وہ دردِ جاں فزا تھا وہ غمِ دِل نواز تھا
بے امتیاز تھا جسے کچھ امتیاز تھا
جسنے بگاڑے کام بڑا کارساز تھا
گو راہ میں ہزار نشیب و فراز تھا
دیکھا جسے وہ طالبِ عمرِ دراز تھا
وہ محوِ ناز تھا میں سراپا نیاز تھا
انداز تھے حیا تھی۔ اَدائیں تھیں ناز تھا
اچھے بُرے میں ورنہ کسے امتیاز تھا

بیخود فراقِ یار میں ہم اور شغلِ مے
مجبور تھے مگر کہ یہہ غمِ جاں گداز تھا

یہ شوق ہے کہ اُٹھاؤں ستم زمانے کا
رقیب کو بھی تو دعویٰ ہے دِل کے آنے کا
سُنا جو وعظ میں خلد و مئے طہور کا حال
دیارِ عشق کی جو بات ہے وہ اُلٹی ہے
یہ ایک قطرۂ خوں اور وہ دمبدم افزوں
مری بلا سے گرے برق یا خزاں آئے

خدا بچائے یہ لپکا ستم اُٹھانے کا
نشاں دو تیرِ ستم کو نئے نشانے کا
نظر میں پھر گیا عالم شرا بخانے کا
کہ دِل کا آنا ہی یہاں نام دِل کے جانے کا
ہمارے دِلمیں ترا غم نہیں سمانے کا
قفس میں غم نہیں کچھ مجھکو آشیانے کا

مجھے تو جان ہے دوبھر نہ آؤ تم تو نہ آؤ
پتہ اجل ہی کو دیدو غریب خانے کا

میرے بناز ہمت کو مغتنم جانو
یہ جان لو نہیں یہ وقت جا کے آنے کا

وہ ایک تم ہو کہ ہو دوست اک خدائی کے
یہ ایک میں ہوں کہ ہوں مدعی زمانے کا

حیا سے وصل میں کہتی ہیں شوخیاں انکی
یہی تو وقت ہے بیخود سے منہ چھپانے کا

ستم تو ہوگا جو سر زلف پریشاں ہوگا
دل نہ ہوگا جو خیال رخ تاباں ہوگا

رہ کے گیسو میں پشیماں دل ناداں ہوگا
جو پریشاں سے ملیگا وہ پریشاں ہوگا

حسرت اے ذوق شہادت کیہ ہر نا کہ وہ تھے
انکا خنجر ہی مرے دم کا نگہباں ہوگا

آج میخانہ ہے ویران تو کل حضرت شیخ
خلد بھی آپکے قدموں سے بیاباں ہوگا

خون ناحق نہ چھپائے سے چھپیگا قاتل
رنگ بنکر ترے چہرے سے نمایاں ہوگا

خانۂ دل سے نکل جلد خیال رخ یار
نالہ کہتا ہے کوئی دم میں یہ ویراں ہوگا

نامرادی میں عجیب لطف عجب لذت ہے
حسرت اس دل پہ کہ جس دل میں کچھ ارماں ہوگا

ختم کر تذکرۂ روز قیامت واعظ
انتہا یہ کہ جواب شب ہجراں ہوگا

حسرت و یاس بھی باقی نہیں امید تو کیا
ہم سے بڑھکر کوئی کیا بے سر و ساماں ہوگا

دیکھا اچھا نہیں اچھوں کا تصور اے دل
باز آ باز بہت ورنہ پشیماں ہوگا

مجھسے کہتے ہیں تم اور عشق ہمارا کیا خوب
تم تو ڈھونڈوگے وہی کام جو آساں ہوگا

آج بیخود جسے تم شوق سے دل دیتے ہو
دیکھ لینا وہی کل جان کا خواہاں ہوگا

مرا ساز و ساماں ہے ساماں نہ ہونا
مرے دل کا درماں ہے درماں نہ ہونا

یہ بُت ہیں یہ حُوریں نہیں حضرتِ دِل
خُدا سے کہیں اِنکے خواہاں نہ ہونا

بہت دُھوم ہے طُولِ روزِ جزا کی
خجل اُس سے اَے شامِ ہجراں نہ ہونا

زمانہ میں دِل کے بھی خواہاں بہت ہیں
ذرا اپنی صُورت پہ نازاں نہ ہونا

یہ کیا دیکھکر مجھکو مُنہ کا چھپانا
یہ کیُوں میری آنکھوں سے پنہاں نہ ہونا

اگر مر گئے ہم یہ قسمت ہماری
تم اپنے کئے سے پشیماں نہ ہونا

وَفا سے کریگا خجل ہمکو بیخود
کِسی کا جفا سے پشیماں نہ ہونا

گردشِ چشمِ یار نے مارا
دَورِ لیل و نہار نے مارا

کشتئ دِل ہوئی ہے طُوفانی
دیدۂ اشکبار نے مارا

خاک میں مِل گئیں تمنّائیں
تیرے دِل کے غُبار نے مارا

ابھی مَرنیکے دِن نہ تھے لیکن
حسرتِ وصلِ یار نے مارا

مَر رہا ہُوں مگر نہیں مَرتا
خلشِ انتظار نے مارا

سخت جانی مری جو سُن پائی
دَم نہ پھر تیغِ یار نے مارا

کیا کہوں حالِ دَردِ پنہانی
اِک بُتِ پَردہ دار نے مارا

وصل میں بھی یہ مُضطرب ہی رہا
اِس دِلِ بیقرار نے مارا

ہم تو جیتے ابھی مگر بیخود
ستمِ روزگار نے مارا

کعبہ میں کہیں تھا کہ خرابات نشیں تھا
اَے ناصحِ نافہم تجھے کیا مَیں کہیں تھا

شبِ ہجر میں سبکو مِرے مَرنیکا یقیں تھا
گویا کہ جو دَم تھا وہ دَمِ بازپسیں تھا

الفت کا گماں مجھکو ترحم کا یقیں تھا
دیکھا جو ترا دِل تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا

دِل ہی کا لہو کر کے عبث راہ لی اپنی
اے ناوکِ بیداد جگر بھی تو یہیں تھا

پوچھیں وہ مِرا حال تو کہدیجیئے قاصد
بیتاب تھا بیچین تھا مضطر تھا حزیں تھا

ہرگز نہ مِٹا نقشِ عدو دِل سے ہمارے
گویا یہ نوشتہ بھی مِرا خطِ جبیں تھا

ہم بزمیٔ اغیار کو مجھ سے نہ چھپاؤ
تبدیل کیئے وضع کو مَیں بھی تو وہیں تھا

اے زاہدِ کج بحث مِرے دِل ہی پہ کیا ہے
اللہ کا گھر کیا کبھی بتخانہ نہیں تھا

ہرگز یہ نہ نکلا دِلِ ناشاد سے باہر
او پردہ نشیں غم بھی ترا پردہ نشیں تھا

تھا روز ینا رنگ مرے خانۂ دل کا
اللہ کا گھر تھا کبھی بتخانہ چیں تھا

محرومیٔ تقدیر سے یہ حال ہے **بیخود**
آج اُسکا گماں بھی نہیں کل جسکا یقیں تھا

جسے نہ دیکھ سکے کوئی بھی وُہ جلوا کیا
کلیم سے کوئی پوچھے کہ تمنے دیکھا کیا

تجاہل ہے یہ سچ ہے تمھیں دشمنوں کی پروا کیا
تم ایسے ہی تو ہو بیشک تمھارا کہنا کیا

نہ وُہ یقین کے قابل نہ اِعتبار اسکا
کرم کی اُنکے خوشی کیا ستم کا شکوا کیا

ہم اپنے دِل کے ہیں بدخواہ توکیسکو غرض
ہم اپنی جان کے دشمن ہیں تو کسیکا کیا

وہ راز کیا جو نگاہوں سے ہوگیا ظاہر
زباں تک آگئی جو دِل سے وُہ تمنا کیا

کرم تو میری مقدر ہی میں نہیں لکھا
ستم بھی تم سے نہ ہوگا تو اور ہوگا کیا

کسیطرح نہیں مٹتا کسیکے دِل کا غبار
ملا کے خاک ہی میں ہمکو یہ رہے گا کیا

سوائے رنج و تمنا بجز ملال و الم
بتائیں کیا تمھیں دِل دیکے ہمنے پایا کیا

تمھیں کسی سے سروکار کچھ نہیں لیکن
مگر سنو تو یہی ہے جہاں میں چرچا کیا

وصال میں بھی دلِ خستہ مضطرب ہی رہا
کھُلا نہ کچھ کہ ہے کمبخت کی تمنا کیا

انھیں ہے کی ہمکو تمنا ہے وا نادانی
جو ہمسے کہتے ہیں تو کیا تری تمنا کیا

کہو تو دید کے طالب سے یہ حیا کیسی
سنو تو بیخودِ مدہوش سے یہ پردا کیا

مجھ پر وہ فدا ہوتا میں اُس سے خفا ہوتا
کیوں چرخِ ستم پیشہ یہ ہوتا تو کیا ہوتا

قاصد مرا افسانہ یوں اُن سے کہا ہوتا
سنتے کہ نہ سنتے وہ تو چپ تو رہا ہوتا

تھا لطف جو دل مجھکو اِک اور عطا ہوتا
کچھ ذوق فزوں ہوتا کچھ شوق سوا ہوتا

دشوار ہی ستم کھانا آسان نہیں مرجانا
جو ہو نہ سکا ہم سے وہ غیر سے کیا ہوتا

حالت تپشِ دل کی خط میں مجھے لکھنی تھی
یہ ہاتھ کسی صورت سینے سے جدا ہوتا

ناکامیٔ طالع نے سب کام بگاڑے ہیں
تم غیر سے مل سکتے گر نالہ رسا ہوتا

جو عشق میں آفت ہے مجکو وہ غنیمت ہے
یہ دل نہ لگا ہوتا تو جانئے کیا ہوتا

کب مجکو گوارا تھی قاتل کی پشیمانی
میں آپ ہی مرجاتا گر تیر خطا ہوتا

کل دیکھتے ہی اُنکو بُت بن گئے کیوں بیخود
کچھ شکوہ کیا ہوتا کچھ حال کہا ہوتا

وہ خود پسند ہی بیخود سے کیا نہیں ملتا
یہ بیخودی ہے خود اپنا پتا نہیں ملتا

بلا سے گر وہ بتِ خود نما نہیں ملتا
کچھ اسکے ملنے سے بیخود خدا نہیں ملتا

ملی ہے حضرتِ ناصح ہمیں کو یہ دولت
ہر ایک کو دلِ درد آشنا نہیں ملتا

کرم نہیں ہے ہمارے نصیب میں تو نہ ہو
ستم یہ ہے کہ ستم میں مزا نہیں ملتا

شبِ فراق یہ اللہ رے تیری تاریکی
کہ اب پتا ہی کہیں صبح کا نہیں ملتا

بہشت و حور کا ملنا تو بعدِ مرگ درست ‏ — ‏ یہ دیکھیں چین بھی ملتا ہے یا نہیں ملتا
ہمیشہ دردِ جدائی ہے اور مرا دل ہے ‏ — ‏ مگر اسے کوئی میرے سوا نہیں ملتا
رقیب کو تو ہمارے ہی تم حوالے کرو ‏ — ‏ اسے تمہارے ستم میں مزا نہیں ملتا
ستم شعار تو لاکھوں ہیں سارے ستمگارو ‏ — ‏ مگر جہاں میں ستم آشنا نہیں ملتا

تمہیں کو حضرتِ **بیخود** نہیں ہے یہ رونا
کسی سے وہ بتِ ناآشنا نہیں ملتا

کہوں میں تم سے اپنا مدعا کیا ‏ — ‏ کہو گے سن کے یہ تو نے کہا کیا
چمن کیا سبزہ کیا گل کیا ہوا کیا ‏ — ‏ نہ ہو جب تم تو جینے کا مزا کیا
ملا کے خاک میں تم غم نہ کرنا ‏ — ‏ ہماری آرزو کیا مدعا کیا
نہ کرتا کس طرح دل نذرِ پیکاں ‏ — ‏ سوا اس کے گرہ میں میری تھا کیا
ملال و حسرت و یاس و تمنا ‏ — ‏ دیا ہے لیکے دل ظالم نے کیا کیا
یہ تم اپنے ہی دل سے کیوں نہ پوچھو ‏ — ‏ ہمارا حال ہم سے پوچھنا کیا
قیامت کو بھی سنتے ہیں کہ کل ہے ‏ — ‏ یقینِ وعدۂ فردا بھلا کیا
تمہاری شوخیٔ تقریر سب کچھ ‏ — ‏ ہمارے نالہ ہائے نارسا کیا
سحر کیوں ہو گئی ہے ہے شبِ وصل ‏ — ‏ یہ کیا تھا یا الٰہی اور ہوا کیا

وہ سن کر حالِ دل کہتے ہیں **بیخود**
یہ سب کچھ سچ مگر ہم نے کیا کیا

تصور رنگ لایا بعدِ مردن لطفِ ہجراں کا ‏ — ‏ ہوئی تاریکیٔ مرقد تماشا سنبلستاں کا
بلا سے خون ہوتا حشر تک شوق و ارماں کا ‏ — ‏ مگر چھوٹا نہ تھا دامن زلیخا پاکداماں کا

شکستِ دل کا مجھکو غم نہیں رونا تو اِسکا ہے
ہمیں یکبار نہ پڑجائے شکستِ عہدِ پیماں کا

جنوں پر ضعف غالب آگیا ای وائے ناکامی
نہ پہونچا تا بدامن سلسلہ چاکِ گریباں کا

وہ ایذا دوست ہوں ظالم کہ میں تب تک تڑپتا ہوں
دہانِ زخم سے منہ چوم لیتا ہوں نمکداں کا

اِسے ترکش کی کیا حاجت ہے جبتک ہم سلامت ہیں
ہمارے دلمیں گھر ہے ناوکِ بیدادِ جاناں کا

مجھے تاریکیٔ مرقد کی وحشت کچھ نہیں واعظ
اندھیرا یاد ہے مجھکو شبِ تاریکِ ہجراں کا

رہیگا یاد سونا جاگنا برسوں زمانے کو
ہمارے طالعِ خوابیدہ کا اُنکے نگہباں کا

وہ خورشیدِ قیامت دھوم ہے جسکی زمانے میں
وہ ایک دھویا ہوا خاکہ ہے میرے داغِ ہجراں کا

دلِ حسرت زدہ پر اپنے ارماں کی چڑھائی ہے
لٹا جاتا ہے دم بھر میں خزینہ شوق و ارماں کا

مزے دیتا ہے کیا کیا بتائیں حضرتِ **بیخود**
شبِ تاریک فرقت میں چمکتا داغِ ہجراں کا

بوالہوس تھے قیس کیا فرہاد کیا
کہئے میرے حق میں ہے ارشاد کیا

دردِ دل سے کیوں اُٹھا جاتا نہیں
پڑگئی اسپر مری اُفتاد کیا

بھول کر بھی کیوں تمہیں آنے لگی
سچ تو ہے ہم کیا ہماری یاد کیا

غیر سے ملنا ستانے کو مرے
اِک یہی ہے شیوۂ بیداد کیا

رحم بھی اُنکا ستم سے کم نہیں
کہتے ہیں تجھکو کریں آزاد کیا

نامہ بر جا کر وہاں مر کیوں رہا
پڑگئی کمبخت پر اُفتاد کیا

اسپہ بگڑے ہیں کہ چاہا کیوں ہمیں
برہمی کو چاہیئے بنیاد کیا

بے اثر بے فائدہ بیکار محض
ضبطِ غم کیا نالہ کیا فریاد کیا

چھوڑ بیٹھے شیوۂ بیداد کیوں
با اثر نکلی مری فریاد کیا

سوگ میں بیٹھے ہیں وہ اے ہم نشیں | مرگِ دشمن کی مبارکباد کیا

دشمنوں کو کب ہوا یہ دن نصیب +
اُن کو **بیخود** لذتِ بیداد کیا

ہم تو سو جان سے قربان کریں سر اپنا | خیر سے آپ سنبھالیں کہیں خنجر اپنا
تیری رحمت کے بھروسے پہ کیا ہے سب کچھ | کیا کہیں حال ہم اے داورِ محشر اپنا
آہِ سوزاں نے شبِ ہجر ہمیں کو پھونکا | صاعقہ آہ گرا اپنے ہی اوپر اپنا
اس نزاکت پہ سرِ قتل کا دعویٰ کیا خوب | دونوں ہاتھوں سے سنبھلتا نہیں خنجر اپنا
ہم سے پامالِ خرام ایک قیامت قد کے | منہ دکھانا نہ ہمیں فتنۂ محشر اپنا
وہ بھی موجود ہیں اغیار بھی ہم بھی دل بھی | فیصلہ آج ہی ہو داورِ محشر اپنا
اُسکی رفتار سے پامال نہ ہو کیا ممکن | سر اُٹھائے تو سہی فتنۂ محشر اپنا
آپ لیتے ہیں تو دیتے ہیں دلِ شیفتہ ہم | غیر بدلیں تو بدلتے ہیں مقدر اپنا

نہ وہ صورت نہ وہ سیرت نہ وہ جودت **بیخود**
ہم سے کچھ حال تو کمبخت بیاں کر اپنا

لن ترانی ہے یہ کیوں منہ کا چھپانا کیسا | ہم سے مشتاقِ تجلی سے یہ پردا کیسا
ارنی کیسی نظارے کا تقاضا کیسا | یاں تصور ہی سے غش آتے ہیں جلوا کیسا
بے حجابانہ رہو منہ کا چھپانا کیسا | گھر گیا دل میں تو پھر آنکھ سے پردا کیسا
ہم انھیں یاد دلاتے ہیں اگر عہدِ وفا | کہتے ہیں وہ بھی تھی اک بات تقاضا کیسا
پردۂ چشم میں تم گوشۂ دل میں تم ہو | پھر مری جان یہ ظاہر کا ہے پردا کیسا
دل میں آ حسرتِ ارماں کو نہ بیگانہ سمجھ | تو ہے یا دونوں یہ گھر والی ہیں پردا کیسا

رخِ روشن کا تصور بھی ہے گویا اعجاز
نور ہے نور ہے اب دل میں سویدا کیسا

لیکے دل مانگتے ہیں جان بھی استغنا سے
کیا کہوں میں یہ تقاضا ہی تقاضا کیسا

لختِ دل جم گئے کیوں نوکِ مژہ تک آکر
ایسے طوفان میں تنکے کا سہارا کیسا

عار آتی ہی تھی کیوں میری رسوائی سے
یہ تو دیکھو کہ ہوا شہرہ تمہارا کیسا

کیا کسی پردہ نشیں پر دل بیتاب آیا
بیخود محو یہ منہ ڈھانپ کے رونا کیسا

یونہیں رہا جو بتوں پر نثار دل میرا
کرے گا مجھ کو زمانے میں خوار دل میرا

چلی چلی مژہ اشکبار آنکھ مری
جلا جلا نفس شعلہ بار دل میرا

عجیب مونس ہمدرد و ذی مروّت تھا
غریقِ رحمتِ پروردگار دل میرا

وہ شوق وصل و غم ہجر سے نہیں واقف
کہو رقیب سے لے مستعار دل میرا

وہ بیوفا ہے وہاں ہمکنار دشمن سے
یہاں رہین عذاب فشار دل میرا

وفورِ شرم سے وہاں اجتناب تد نظر
ہجوم شوق سے یہاں بیقرار دل میرا

بنا دیا اُسے خودبین و خودنما بیخود
ہوا ہے آئینہ حسن یار دل میرا

خار حسرت کا کچھ مزا نہ رہا
دل میں کیا کوئی آبلہ نہ رہا

کیوں میں اب قابل جفا نہ رہا
کیا ہوا مجھ میں کہئے کیا نہ رہا

بے رخی سے تمہارے پیکاں کی
دل کو ہے فکر مجھ میں کیا نہ رہا

اُنکی محفل میں اسکے چرچے ہیں
مجھ سے اچھا مرا فسانہ رہا

واعظ و محتسب کا جمگھٹ ہے
میکدہ اب تو میکدہ نہ رہا

میں ہوں اب اور میری تنہائی
وہ ہجوم غم و بلا نہ رہا

بوالہوس اور دعوی الفت
اب کسی بات میں مزا نہ رہا

اُف رے ناآشنائیاں اُسکی
چار دن بھی تو آشنا نہ رہا

کیوں یہاں آیا اے تصوّرِ یار
تو بھی پردے ہی میں چھپا نہ رہا

ہائے کتنا وہ اُسکا وصل کی شب
کہیے اب تو کوئی گلا نہ رہا

نگہِ مستِ یار کیا کہنا
کوئی دنیا میں پارسا نہ رہا

لاکھ پردوں میں کوئی کیوں نہ چھپے
رازِ الفت تو اب چھپا نہ رہا

اتنی مایوسیاں بھی کیا بیخود
کیا خدا کا بھی آسرا نہ رہا

کہتے ہو کوئی جور کا خواہاں نہیں دیکھا
مجھکو بھی مگر تمنے مری جان نہیں دیکھا

کیا چیز ہے وصلِ شبِ بے مہر خدایا
ہمنے کبھی یہ خوابِ پریشاں نہیں دیکھا

میں ترکِ وفا کرکے جو نادم ہوں تو کیوں ہوں
جب اُن کو جفا کرکے پشیماں نہیں دیکھا

بیچارہ یہ کیوں گرمِ رہِ دشتِ جنوں ہے
مجنوں نے ہمارا دلِ ویراں نہیں دیکھا

پائی ہے مگر دید کی لذت نہیں پائی
دیکھا ہے مگر جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

اے گردشِ دوراں نگہِ لطف ادھر بھی
دشمن نے عذابِ شبِ ہجراں نہیں دیکھا

سو طرح سے اس رازِ محبت کو چھپایا
لیکن کبھی کمبخت کو پنہاں نہیں دیکھا

یہ برق جو کوندی تھی نگاہ ہو نہیں تو کیا تھی
دیکھا بھی کہ لے دین حیراں نہیں دیکھا

جو چاہے کہے یہ مجھے حق اسکی طرف ہی
ناصح نے ابھی جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

یا لاگ ہے کچھ پنجۂ وحشت کو ہمیں سے
یا اس نے ابھی عنبر کا داماں نہیں دیکھا

بیخود کو ہمیشہ کسی حیرت ہی میں پایا
گریاں نہیں دیکھا کبھی خنداں نہیں دیکھا

درد سر درد جگر پیدا کیا — آہ نے اچھا اثر پیدا کیا
زاہدو تم کو مبارک قصر خلد — ہمنے اُنکے دل میں گھر پیدا کیا
جان کھوکر عشق میں اے ہم نشیں — ہمنے یہ درد جگر پیدا کیا
وصل میں اُنکی تجلی ہائے ہائے — شام نے رنگ سحر پیدا کیا
کون بگڑا عرض شوق وصل پر — کہئے پہلے کس نے شر پیدا کیا
آدمیت کون سی زاہد میں ہے — اُسکی حکمت ہے بشر پیدا کیا
کوئی دل تھامے ہوئے پھرتا ہو آج — کس کے نالوں نے اثر پیدا کیا
کج ادائی میں بھی نکلا بانکپن — عیب نے اُن میں ہنر پیدا کیا

حضرت بیخود تم اور سودائے زلف
یہ کہاں کا درد سر پیدا کیا

سر سے سودا ترا نہیں جاتا — دل سے غم عشق کا نہیں جاتا
چاہ کا حوصلہ نہیں جاتا — اب بھی دل سے رہا نہیں جاتا
جان جائے کسی کی یا کچھ ہو — اُن کا شوق جفا نہیں جاتا
میں تو کرتا ہوں عزم ضبط مگر — آنسوؤں سے تھما نہیں جاتا
اب تو بیٹھے ہیں کوئے یار میں ہم — اب تو ہم سے اُٹھا نہیں جاتا
دل سے کہتا ہوں آ نہیں آتا — دم سے کہتا ہوں جا نہیں جاتا
گومگو ہے معاملہ دل کا — کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا

ناتوانی سی ناتوانی ہے — درد دل سے اُٹھا نہیں جاتا
ہمت و ہوش و صبر و تاب و تواں — دل کے جانے سے کیا نہیں جاتا
پند گو کرتے ہیں نصیحت لوگ — کوئی یوں جان کھا نہیں جاتا
مدد اے شوق ہمت اے وحشت — آج پھر کچھ اُٹھا نہیں جاتا

آنا جانا تو چھٹ گیا **بیخود**
تاکنا جھانکنا نہیں جاتا

احسانِ چارہ گر مرضِ لادوا ہوا — اچھا ہوا مریضِ محبت بُرا ہوا
ہاں سچ ہے میرے سینے میں کیا ہے دھرا ہوا — اِک داغ ہجر وہ بھی تمہارا دیا ہوا
اللہ رے سوزِ عشق یہ تیری حرارتیں — دل بھی جلا ہوا ہے جگر بھی پھنکا ہوا
دل بھی عزیز ہے مجھے غم بھی عزیز ہے — یہ نعمتِ خدا وہ بتوں کا دیا ہوا
تم جسکو مل گئے نہ ملا وہ کسی سے پھر — جو تم سے آشنا ہوا نا آشنا ہوا
پہلو میں تیر آئے تو اک کج رخی کے ساتھ — خنجر اگر گلے سے مِلا تو کھنچا ہوا
ارمان و حسرت و قلق و یاس و آرزو — سب کچھ ہے اپنے پاس خدا کا دیا ہوا
دل اُنکا مبتلا ہے یہ بیچین ہو تو ہو — اے جانِ بیقرار تجھے دم کو کیا ہوا

بیخود دنیا نہیں غم خوبان سبزہ رنگ
یہ زہر مدتوں سے ہے مُنہ کو لگا ہوا

دشمنوں میں شمار ہے میرا — واہ کیا اعتبار ہے میرا
میرے چھپے سے میری آنکھوں سے — راز دل آشکار ہے میرا
دل سے دشمن کو ہائے نافہمی — میں یہ سمجھا کہ یار ہے میرا

تم اگر دوستی پر آجاؤ
پھر جو دشمن ہے یار ہے میرا

وحشت دل کا کیا علاج کروں
اس میں کچھ اختیار ہے میرا

دل سے پوچھو جو میری حالت ہے
اک ہی رازدار ہے میرا

رنگ لائی ہے بیخودی شب وصل
اب انہیں انتظار ہے میرا

کچھ مجھے اعتبار ہے اُن کا
کچھ اُنہیں اعتبار ہے میرا

سچ ہے وعدے کہ تم تو سچے ہو
دل ہی بے اعتبار ہے میرا

پارسائی کے دن گئے بیخود
اب لقب بادہ خوار ہے میرا

عزیز غیر بنے منحرف زمانہ ہوا
تمہاری آنکھ کے پھرتے ہی کیا سے کیا ہوا

پیام دے کے جو پیغام بر روانہ ہوا
حسد کو حیلہ ملا رشک کو بہانہ ہوا

وہ میری آہ جو شرمندۂ اثر ہوئی
وہ میرا درد جو منت کش دوا نہ ہوا

کسی نے پھر نہ سنی داستان مجنوں کی
ہمارے عشق کا مشہور جب فسانہ ہوا

عدو سے آنکھ لڑی ہم ہلاک ناز ہوئے
چلا تھا تیر کسی پر کوئی نشانہ ہوا

جگر کا خون پیا بے پری کا غم کھایا
قفس میں ہمکو میسر یہ آب و دانہ ہوا

خیال میں نہ رہیں صورتیں عزیزوں کی
وطن سے چھوٹے ہوئے اسقدر زمانہ ہوا

خدا سے حشر میں کچھ التجا میں کرتا تھا
ہزار شکر کہ اس بت کا سامنا نہ ہوا

وہ داغ جسکو جگہ دل میں دی تھی جیتے جی
چراغ بھی تو ہمارے مزار کا نہ ہوا

شب فراق یہ سوز جگر نے کام کیا
بغیر آگ کے روشن چراغ خانہ ہوا

پری وشوں کو سناتے ہیں قصہ خواں بیخود

ہمارا حال نہ ٹھیرا کوئی فسانہ ہوا

خوف کیا اس آہ بے تاثیر کا
جب ہو پیکاں تو ڈر کیا تیر کا

پیش آتا ہے لکھا تقدیر کا
میں نہیں قایل کسی تدبیر کا

کیوں فلک خار تمنا کے سوا
اور کچھ بھی ہے مری تقدیر کا

میری قسمت کی خرابی دیکھ کر
ہاتھ کانپا کاتب تقدیر کا

کیا خیال بوسہ آیا غیر کو
رنگ کیوں فق ہے تری تصویر کا

وہ جنوں میں میرا اُٹھ اُٹھ بھاگنا
وہ لپٹنا پانوں سے زنجیر کا

آہ کا شکوہ نہ شیوں کا گلا
مجھ کو رونا ہے فقط تاثیر کا

بے خطا کی یہ خطا ثابت ہوئی
جرم ٹھیرا پوچھنا تقصیر کا

میرے دل میں حسرتوں کا ہے ہجوم
گم ہو پیکاں تمہارے تیر کا

یہ خلش یہ بے رخی یہ کاوشیں
دل ہے یا پیکاں تمہارے تیر کا

وہ مرا شوق شہادت ہائے ہائے
اور وہ کھنچنا تری شمشیر کا

لذت تعزیر بیخود کیا کہوں
مجھ کو لپکا پڑ گیا تقصیر کا

بوسہ جو خواب میں تری تصویر کا لیا
اللہ رے شرم اُس سے بھی مُنہ کو چھپا لیا

دل دے کے درد عشق و غم جانگزا لیا
کل کائنات میں یہی ہمنے دیا لیا

اب چھیڑ رہے یہ طرز ستم یہ طریق جور
اب آسماں نے بھی یہی شیوہ اُڑا لیا

تم ہو کہ تم نے دوست بنایا ہے غیر کو
ہم ہیں کہ ہم نے دل کو بھی دشمن بنا لیا

بیٹھا جو میں تو بولے کہ اُٹھیے سدھاریے
اٹھا جو میں تو پاؤں سے دامن دبا لیا

مچلی بہت جو دل میں شہادت کی آرزو
خود ہم نے اپنے قتل کا بیڑا اُٹھا لیا

بیخود نجات ہو گئی مر کر فراق سے
بیڈھب پھنسے ہوئے تھے خدا نے بچا لیا

مری نظر میں ہی جھمگٹ پری جمالوں کا
اسی خیال سے ممنوں ہوں خیالوں کا

کبھی تو آئے گی تاثیر اپنی آہوں میں
کبھی تو ہو گا اثر کچھ ہمارے نالوں کا

دل برشتہ میں گھٹ گھٹ کے رہ گئی حسرت
ہجوم ہجر میں اللہ رے ملالوں کا

اسی سے عالم غربت میں جی بہلتا ہے
خیال دل میں غنیمت ہے ملنے والوں کا

ہرا بھرا رہے یارب یہ وادیٔ غربت
یہی تو ایک ٹھکانہ ہے خستہ حالوں کا

انھیں بھی دیکھ چکے ہم انھیں بھی دیکھ چکے
نہ آسرا ہے کچھ آہوں کا اور نہ نالوں کا

مجھے تو اس دل آزار کش کا شکوہ ہے
مجھے گلہ نہیں آزار دینے والوں کا

شب وصال وہ زلفیں کھلیں تو دل نے کہا
الٰہی بال نہ بیکا ہو اُن کے بالوں کا

وہ اور حشر میں پرسش کا خوف اے توبہ
جواب سوچ رہے ہیں مرے سوالوں کا

وہ خار راہ وہ صحرا ابھی یاد ہے **بیخود**
وہ پھوٹ پھوٹ کے بہنا ہزار چھالوں کا

دل میں خیال گیسوئے خم دار ہی رہا
یہ مبتلا بلا میں گرفتار ہی رہا

جبتک جیا ہے کوئی آزار ہی رہا
بیمار چشم یار تو بیمار ہی رہا

مرنے کی کوئی شکل نہ نکلی فراق میں
آسان کام بھی ہمیں دشوار ہی رہا

تم اُن وفاؤں پر بھی جفا کار ہی رہے
میں اِن جفاؤں پر بھی وفادار ہی رہا

ہنس کر کیا - کیا بھی جو وعدہ وصال کا
اقرار میں بھی پہلوے انکار ہی رہا

ہر اک کو دید جلوۂ زیبا ہوئی نصیب — میں حشر میں بھی تشنۂ دیدار ہی رہا
گو میں بھی سو گیا وہ ستمگر بھی سو گیا — لیکن نصیب وصل میں بیدار ہی رہا
میخواریاں وہی وہی شاہد پرستیاں — میں خلد میں بھی آکے گنہگار ہی رہا

بیخود نہ پوچھ ہمتیں نے اٹھائی وہ ذلتیں
ہر شخص دل لگا کے یہاں خوار ہی رہا

دل تو جان وادہ حسن رخ قاتل ٹھیرا — یہ جگر کون سی تلوار کا بسمل ٹھیرا
ان کے نزدیک مرا دشمن جان دل ٹھیرا — واہ انصاف کہ مقتول ہی قاتل ٹھیرا
دل ناشاد نے رہ رہ کے جو بیچین کیا — اُن کی محفل میں ٹھہرنا مجھے مشکل ٹھیرا
رخصت مرگ بھی دیتی نہیں امید وصال — سہل سا کام بھی تقدیر سے مشکل ٹھیرا
نگہ قہر سے جب دیکھ لیا ظالم نے — آئینہ پھر نہ کبھی آکے مقابل ٹھیرا
قابل دید تھی اسوقت جگر کی حسرت — ہدف تیر نگہ جب دل بسمل ٹھیرا
آبرو رہ گئی عشاق کے حلقہ میں مری — للہ الحمد کہ میں جور کے قابل ٹھیرا
رگ گردن سے صدا آئی کہ اب پیر نکر — چلتے چلتے جو ذرا خنجر قاتل ٹھیرا
وصل میں بند قبا آپ کا مجھ سے نہ کھلے — خوب کیا یہ بھی مرا عقدۂ مشکل ٹھیرا

ہائے کہنا یہ شب وصل کسی کا بیخود
اب تو آرام ملا اب تو ترا دل ٹھیرا

نالہ میں کبھی اثر نہ آیا — اس نخل میں کچھ ثمر نہ آیا
وہ خاک ڈریں گے تجھ سی اے آہ — جب چرخ بھی راہ پر نہ آیا
کب آنکھ سے لخت دل نہ نکلے — کب منہ کو مرا جگر نہ آیا

اللہ رے میری بیقراری
چین انکو بھی رات بھر نہ آیا

بہتر تو ہے ترک عشق ناصح
کیا کیجئے دل ادھر نہ آیا

انکو بھی تو ہیں وفا کے دعوے
غصہ کبھی غیر پر نہ آیا

کہتا ہوں کہ آ ہی جائے گا پھر
یہ فکر بھی ہے اگر نہ آیا

غفلت کے پڑے ہوئے تھے پردے
وہ پاس رہا نظر نہ آیا

جسکے چھپتے ہی کچھ نہ سوجھے
ایسا کوئی نظر نہ آیا

آنکھوں نے جہاں میں خاک دیکھا
جب ان کو وہی نظر نہ آیا

میری ہی نظر نے کوتہی کی
ورنہ وہ کسے نظر نہ آیا

ہے آٹھ پہر خیال جس کا
وہ خواب میں بھی نظر نہ آیا

سب دیر و حرم کی خاک چھانی
بے دید کہیں نظر نہ آیا

آنکھوں سے ہوا ہے کوئی اوجھل
بیخود مجھے کچھ نظر نہ آیا

وعدہ ترک کی جو ظالم کی زباں پر آیا
دل نالو بس پکار اب مجھے باور آیا

میری حالت پہ تمہیں رحم مقرر آیا
لو بس اب تُنے دو قسمیں مجھے باور آیا

وہ دم نزع عیادت کو مری آئے ہیں
واہ کس وقت یہ ارمان مرا بر آیا

داد بیداد کی اب چاہوں تو کیونکر چاہوں
داور حشر وہ بے رحم ستمگر آیا

نکہت کاکل مشکیں تو نہ لائی ہو صبا
مجکو حیرت ہے کہ میں آپ میں کیونکر آیا

شکر بیداد پہ وہ طعن سے ہنس کر بولے
کیا یہی تھا ترے دل میں جو زباں پر آیا

کیا خبر تھی جنہیں ہے تنہائی دشت وحشت
راہ زن کو میں یہ سمجھا کوئی رہبر آیا

دل سے کہتا ہوں تصور جو ترا آتا ہے
ہمنشیں دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا

آگئیں یاد جو وہ شوخ نگاہیں بیخود
میرے قابو میں نہ ہرگز دل مضطر آیا

خیال جلوۂ عارض سے دل میں نور آیا
جب اُن سے آنکھ لڑی آنکھ میں سرور آیا

کبھی حیا انہیں آئی کبھی غرور آیا
ہمارے کام میں سو سو طرح فتور آیا

کبھی جو تذکرۂ بادۂ طہور آیا
جناب شیخ کو بن بے پیے سرور آیا

مزار پر مرے ہنگامۂ نشور آیا
مرے کی نیند میں افسوس کیا فتور آیا

یہ خوف تھا مری وحشت سے دشت وحشت میں
کہ میرا سایہ بھی بچ بچ کے دور دور آیا

ہزار شکر وہ عاشق تو جانتے ہیں مجھے
جو کہتے ہیں کہ ترا دل کہیں ضرور آیا

رہا نہ خانۂ دل میہمان سے خالی
اگر سرور نہ آیا تو غم ضرور آیا

تمہارے دل میں وفا کی جگہ جفا آئی
ہمارے دل میں الم کی طرح سرور آیا

بندھی امید جو بھولے سے صبر آئیگی
نصیب دشمن کے پکارا کہ جی ضرور آیا

جو باحواس تھا دیکھا اُسی نے جلوۂ یار
جسے سرور نہ آیا اُسے سرور آیا

خدا وہ دن بھی دکھائے کہ میں کہوں بیخود
جناب داغ سے ملنے میں رام پور آیا

خوف اصلا نہ رہا عشق میں رسوائی کا
خانہ آباد الٰہی مری تنہائی کا

اسقدر شوق ہے کیوں تم کو خود آرائی کا
اب کسے حوصلہ باقی ہے شکیبائی کا

بول اُٹھے کاش کوئی میرے سرہانے آکر
اب تو شکوہ نہ رہا کچھ ہمیں تنہائی کا

دل مرحوم سے کچھ جی تو بہل جاتا تھا
مرثیہ لکھیں گے اُس مونس تنہائی کا

غم دلدار پکارا یہ وفادار ہے تو
شکوہ آیا جو زباں پر شب تنہائی کا

حشر تک مجھ کو در یار سے اُٹھنے نہ دیا
ناتوانی نے کیا کام توانائی کا

تم نہ اُٹھو مرے پہلو سے نہ پہلو بدلو
مجھ کو دعوے نہیں واللہ شکیبائی کا

صاف ظاہر ہے کہ ہے ہجر تباں کا صدمہ
کام دیتی ہے خموشی مری گویائی کا

نگہ ناز نے کیا حال کیا ہے اسکا
دیکھئے رنگ ذرا چشم تماشائی کا

ہو گیا سنگ در یار بھی پامال عدو
مل گیا خاک میں ارمان جبیں سائی کا

کاش آجائے کوئی کھول کے زلف شبگوں
شب فرقت کو بہت ناز ہے یکتائی کا

سر شوریدہ کو تسکین تو ہو جاتی ہے
کچھ نتیجہ نہ سہی ناصیہ فرسائی کا

کیا کہوں دیدۂ مشتاق نے کیا کیا دیکھا
جب خیال آگیا اُس شوخ کی انگڑائی کا

ان کی حسرت بھی نہیں میں بھی نہیں دل بھی نہیں
اب تو بیخود ہے یہ عالم مری تنہائی کا

نہ اب جفا کا ہے شکوہ نہ بے وفائی کا
نہ اب وصال کی حسرت نہ غم جدائی کا

بتوں کو خلق میں دعوے ہے کبریائی کا
کرشمہ یہ بھی ہے یارب تری خدائی کا

خیال شام سے تھا یہ کہ صبح کیا ہوگا
مجھے تو وصل میں بھی غم رہا جدائی کا

ملی نجات زمانے کو حشر کے غم سے
رہا اگر یہی عالم شب جدائی کا

اگر کہوں تری نا آشنائیاں ظالم
یقیں ہے نام نہ لے کوئی آشنائی کا

وہ ایسی کون سی خوبی ہے جو نہیں تم میں
بس ایک جلوہ نہیں ننگ آشنائی کا

ابھی سے فکر ہے روز جزا کی حسرت دل
ابھی تو دیکھئے عالم شب جدائی کا

یہ سب ہے ہماری مروت یہ ہے ہماری وفا
ہم اور شکوہ حسینوں کی بیوفائی کا

جنوں میں وہ مری صحرا نوردیاں ہے ہے
وہ خار زار وہ عالم برہنہ پائی کا

نہیں کچھ اپنے دل سخت کی خبر ہی نہیں
ہماری آہ پہ الزام نارسائی کا

یہ دن یہ سن یہ بہاریں یہ ولولے **بیخود**
بھلا یہ کوئی زمانہ ہے پارسائی کا

غربت میں ہے تصور یاران ہموطن کا
خلوت میں لوٹتے ہیں ہم لطف انجمن کا

جلوہ نگاہ میں ہے اک شوخ سیم تن کا
اب فکر جان و دل کی اب ہوش تن بدن کا

سینہ صدف کا ہمنے غربت میں چاک دیکھا
سچ ہے بڑی بلا ہے غم دوری وطن کا

کیف شراب الفت پوچھو بلاکشوں سے
ہر دم مزہ نیا ہے اس بادۂ کہن کا

ہر رنگ کا ہوں مجنوں ہر ڈھنگ پر ہوں مفتوں
مرتا ہوں سادگی پر عاشق ہوں بانکپن کا

بس دیکھ لی قیامت بس کھل گئی حقیقت
یہ بھی ہے اک کرشمہ اُس چشم سحر فن کا

اللہ رے دل کی ہمت اللہ رے اسکی وسعت
محمل بنا فلک کا مسکن بنا محن کا

میخواروں کا چہکنا پیمانوں کا چھلکنا
دیکھے کوئی تماشا ساقی کی انجمن کا

کیا پوچھتے ہو حالت فرقت میں بیخودی کی
عالم خزاں میں دیکھا جوبن سے ہے چمن کا

اس عشق کی بدولت اس سوز غم کے ہاتھوں
ہے ہے داغ داغ **بیخود** ایک ایک عضو تن کا

یہ پیاری شکل جہاں میں کسی نے پائی کیا
تمہیں پہ ختم ہے انداز دلبری کیا

ہماری جان ہی لے گی شب جدائی کیا
یہ آج موت ہی صورت بدل کے آئی کیا

جہاں میں دیکھئے جسکو یہ اسکو ازبر ہے
کسیکو میری کہانی پسند آئی کیا

کہاں بہشت میں ایسی بہار اے واعظ
کہیں بتوں کی گلی تونے دیکھ پائی کیا

وفا کے نام سے یہ حسرتیں یہ برہمیاں
خدا کے واسطے ایسی بھی بیوفائی کیا

عذاب ہجر سے آخر نجات مل ہی گئی
نہ آئے تم تو ہمیں موت بھی نہ آئی کیا

نہ اسکا خوف رقیبوں کو ہے نہ تم کو خطر
ہماری آہ کی ہاں سچ تو ہے رسائی کیا

مرے خیال میں بے پردہ تم چلے آئے
دکھائے دیکھئے یہ ذوقِ خودنمائی کیا

رقیب میں تو ہیں لاکھوں بھلائیاں لیکن
بتائیے تو سہی ہم میں ہے بُرائی کیا

یہ اُن کی چھیڑ ہو تو سمجھو کہ مجھ سے کہتے ہیں
بتا تو تیری طبیعت کسی پر آئی کیا

جہاں میں جو ہے وہ کلمہ بتوں کا پڑھتا ہے
الٰہی سونپ دی انکو ہی اب خدائی کیا

کہو تو جور کے شکوے یہ برہمی کیسی
سنو تو عاشق و معشوق کی لڑائی کیا

یہ مدعا ہے کہ اب بھی یہ خوش ہو ورنہ
شبِ وصال میں ذکرِ شبِ جدائی کیا

بتوں پہ مرتے ہو جوروں پہ جان دیتے ہو
اسی کا نام ہے اے شیخ پارسائی کیا

یہ روزِ حشر بہت مختصر ہے داورِ حشر
کہوں فسانۂ طولِ شبِ جدائی کیا

نیازمندوں سے یہ بے نیازیاں یہ غرور
بتو؟ تمہارے ہی قبضہ میں ہے خدائی کیا

فلک پہ آج برستی ہے نامرادی سی
کوئی مراد ؟ کسی کی ؟ کہیں بر آئی کیا

یہ کوئی وقت ہے توبہ کا توبہ کر **بیخود**
خدا سے ڈر یہ جوانی میں پارسائی کیا

کروٹیں شوق نے لیں درد نے پہلو بدلا
واہ رے ضبط کہ ہمنے ہی نہ زانو بدلا

شکوہ سنکر جو مزاجِ بُتِ بدخو بدلا
ہمنے بھی ساتھ ہی تقریر کا پہلو بدلا

کہیئے تو کس کے سکھانے کی یہ تدبیریں ہیں
آج کیوں چینِ جبیں سے رُخِ گیسو بدلا

زلزلہ آگیا دنیا میں فلک کانپ گئے
ہمنے جس وقت شبِ ہجر میں پہلو بدلا

اک نزا ربط کہ دو دن کبھی یکساں نہ رہا
اک مرا حال کہ ہرگز نہ سرِ مو بدلا

ان حسینوں ہی کو زیبا ہے تلون ایدل
ہاں خبردار جو بھولے سے کبھی تو بدلا

دلِ مضطر کی تڑپ سے جو میں تڑپا بیخود
چارہ گر خوش ہیں کہ بیمار نے پہلو بدلا

طومارِ غم خدا کو سنایا نہ جائے گا
یہ ماجرا زباں پہ لایا نہ جائے گا

دل بات تو نہیں کہ اٹھائی نہ جائیگی
غم زہر تو نہیں ہی جو کھایا نہ جائے گا

اقرارِ وصل تم سے نہ ہوگا تو جان دو
ہم سے بھی بارِ ہجر اٹھایا نہ جائے گا

ہاں ہاں نہیں ہوئے سبب آزار تم مگر
پوچھیں گے ہم سبب تو بنایا نہ جائے گا

وہ شرم سے سبکا یہ کہنا وصال میں
ہم سے تو منہ کسی کو دکھایا نہ جائے گا

ممکن نہیں کہ ہم جیئیں تمنا فراق میں
کیا موت کو بھی ہم سے بلایا نہ جائے گا

ناصح یہ جاں سے کہ وہ بت ہی خدا نہیں
وہ روٹھ جائے گا تو منایا نہ جائے گا

اے آہ مفت شور مچانے سے فائدہ
سویا ہوا نصیب جگایا نہ جائے گا

یہ منہ جسے چھپاتے ہو دامن سے غیر کے
میری نظر پھری تو دکھایا نہ جائے گا

ان کے خیال اُن کی نظر کا تو ذکر کیا
بیخود سے آپ میں بھی تو آیا نہ جائے گا

کیا ملنے کو دنیا میں کہیں دل نہیں ملتا
ملتا ہے مگر درد کے قابل نہیں ملتا

یوں سب سے گلے خنجرِ قاتل نہیں ملتا
یہ لطف سبھی کو دمِ بسمل نہیں ملتا

سینہ میں تمنا کو مرا دل نہیں ملتا
حیران ہے بیلے کہیں محمل نہیں ملتا

بیماری تھی مجھے جان تو خواہاں تھے ہزاروں
اب شوقِ شہادت ہے تو قاتل نہیں ملتا

دربان ہے یا طالع بیدار کسی کا
کم بخت کسی وقت بھی غافل نہیں ملتا

آتی ہیں یہی نجد کے جنگل سے صدائیں
افسوس کہیں دشت میں محمل نہیں ملتا

زاہد مری تقدیر سے ہے ورنہ کسی کو
دنیا میں کوئی حور شمائل نہیں ملتا

جو رنج میں غمگیں ہو نہ شاداں ہو خوشی میں
ایسا کہیں دنیا میں ہمیں دل نہیں ملتا

یہ چھیڑ تو دیکھو کہ گلے مل کے یہ کہنا
ملتا ہوں مگر تجھ سے مرا دل نہیں ملتا

ہم جور اٹھاتے ہیں مگر دل نہیں دیتا
تم آنکھ ملاتے ہو مگر دل نہیں ملتا

اندیشۂ بیداد سے یوں گم ہے کہ بیخود
وہ ڈھونڈتے ہیں اور میرا دل نہیں ملتا

دل خاک رہا جب غم دلبر ہی نہ ہوگا
سودا یہ نہ ہوگا تو مرا سر ہی نہ ہوگا

میں دیکھ چکا ہوں ترے پیمان وفا کو
تو لاکھ کہے یہ مجھے باور ہی نہ ہوگا

کوثر کی طلب بادہ کشی سے یہ تنفر
زاہد یہ مزا تجھکو میسر ہی نہ ہوگا

گو میری ہی خاطر سے کرو ترک جفا تم
لیکن فقط احسان یہ مجھ پر ہی نہ ہوگا

اب جان گئے وہ مجھے مشتاق شہادت
اب ہاتھ میں ان کے کبھی خنجر ہی نہ ہوگا

کہتے ہیں وہ دشمن سے مری قبر پہ آکر
یوں چین سے جو سوئے وہ مضطر ہی نہ ہوگا

وعدہ ہے قیامت کا اور اسپر یہ قیامت
کہتے ہیں خدا چاہے تو محشر ہی نہ ہوگا

موت آئے گی فرقت میں نہ صبر آئیگا بیخود
جو چاہتے ہو تم وہ میسر ہی نہ ہوگا

وہ شوق ہی نہ رہا وہ خیال ہی نہ رہا
فراق ہی نہ رہا وہ وصال ہی نہ رہا

ہمیں خیال ہے جس بیوفا کا آٹھ پہر
غضب ہے اسکو ہمارا خیال ہی نہ رہا

دل ستم زدہ ہم نذر ناز کر بیٹھے
دھرا ہی کیا ہے گئے ہیں وہ دل ہی نہ رہا

عذاب ہجر شب وصل کیا سنائیں انہیں
وہ شکل ہی نہ رہی اب وہ حال ہی نہ رہا

بنے تو کون بنے ناوک ادا کا ہدف
جگر میں دم ہی نہیں دل میں حال ہی نہ رہا

سمجھ لیا کہ یہی ہے ہماری قسمت میں
رہا ملال تو کوئی ملال ہی نہ رہا

ہجوم یاس تو دیکھو کہ ان سے ملنے کا
گمان ہی نہ رہا احتمال ہی نہ رہا

غزل لکھیں تو لکھیں خاک حضرت بیخود
وہ فکر ہی نہ رہی وہ خیال ہی نہ رہا

جب اُسنے وعدہ کیا اس نے اعتبار کیا
مجھے تو میرے دل مبتلا نے خوار کیا

یہ چل گئی تو کبھی قصد کوئے یار کیا
فلک کا شیوہ زمیں نے بھی اختیار کیا

کسی نے شب دم رخصت بیاں کیا یہ
کہ اور بھی دل مضطر کو بے قرار کیا

اُنہیں تو نام سے چاہت کے شرم آتی ہے
یہ ہائے حضرت دل تم نے کس کو پیار کیا

کسی کے وعدۂ فردا سے دن کب آیا
قرار داد نے دل اور بے قرار کیا

پیام شوق تو بھیجوں نہاں مگر ہمدم
یہ وہم ہے کہ جو قاصد کا اعتبار کیا

کسی نے تجھ کو بلایا مری طرح اے موت
کسی نے میری طرح تیرا انتظار کیا

وہ کیا خطا ہوئی اس سے یہ کیسا اے درد
خبر جگر کی نہ لی دل کو بے قرار کیا

سحر کا موت کا قاصد کا صبر کا ان کا
شب فراق میں کس کس کا انتظار کیا

کرم کے بعد کسی پر ستم نہیں کرتے
نہ توڑ و آس جو دل کو امیدوار کیا

یہ شکر ہے کہ مرا حال اس نے سن تو لیا
نہ اعتبار کیا تو نہ اعتبار کیا

پیام بر سے مرا حال سن کے برہم ہیں
کہ اس سے کیوں مری چاہت کو آشکار کیا

کسی کے آنے کی اللہ رے آرزو بیخود
بغیر وعدے کے بھی ہم نے انتظار کیا

کچھ کام نہ دنیا کا بن آتا ہی نہ دیں کا
جانا تری الفت کا ہی ممکن کوئی دل سے
ہوتے نہیں لب بند مرے زخم جگر کے
بیٹھے ہیں مرے پاس مگر دل ہی کہیں اور
سو بار نکالے گئے جس بزم طرب سے
خلوت سے بھی نفرت اسے جلوت سے بھی نفرت
ہاں کل مجھے کس گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا
باتوں سے یہ ظاہر کہ نہ اٹھینگے یہاں سے

اس وحشت دل نے ہمیں رکھا نہ کہیں کا
ٹلنا کہیں آسان ہی کیا نقش نگیں کا
اللہ رے اثر خندہ لعل نمکیں کا
ہاں ہاں ہیں نہ پہلو کہیں پیدا ہو ہنیں کا
کیا حضرت دل پھر بھی ارادہ ہی وہیں کا
میرا دل وحشی نہ یہیں کا نہ وہیں کا
ہاں ناصح مشفق تجھے کچھ ذکر وہیں کا
چتوں سے یہ پیدا کہ ارادہ ہی کہیں کا

اس چپ سے تری بھید ترا کھل گیا بیخود
تو چاہنے والا ہے کسی پردہ نشیں کا

ٹھکرا دیا او کو بے رحم نے تمکو اسمجھا
غیر سمجھا ہمیں اور غیر کو اپنا سمجھا
پیچھے پیچھے جاتا ہوں ہیں آہیں دشمن
کچھ نہ سوجھا مجھے یہ شوق نے اندھیر کیا
کیا تماشا ہے کہ ہم جان پہ اپنی کھیلے
تم زمانہ سے ملے ہمکو جو شیدا جانا
بھاگ گئے راہ قیامت کی جو تکتے تکتے

اسکو غیروں نے خدا جانے دیا کیا سمجھا
کیا کہیں آپ سے ہم خیر جو سمجھا سمجھا
بس بس اب کچھ نہ کہیں آپ ہیں سمجھا سمجھا
محفل غیر میں تب انکو ہیں تنہا سمجھا
اس ستمگر نے اسے کھیل تماشا سمجھا
ہم کسی کے ہوئے تمکو جو اپنا سمجھا
ہمنے اسکو بھی ترا وعدہ فردا سمجھا

آپ کی بات کی کیا بات ہے لیکن صاحب
دیکھو جو دل میں ہے پھر میں بھی وہی کہدوں گا
خوبیاں لاکھ سہی مجھ میں مگر کیا حاصل

داد دو ہمکو کہ ہمنے لے کیسا سمجھا
اب نہ کہنا کہ بتا تونے ہمیں کب سمجھا
وہ ہی اچھا ہے جسے آپنے اچھا سمجھا

سجدے کرتا ہے در یار پہ تو اے بیخود
ہمکو سمجھا تو سہی تونے اسے کیا سمجھا

اس دل کا کبھی رنگ بدلتے نہیں دیکھا
موت آئی ہوئی جان بھی جاتی ہوئی دیکھی
کہتے ہیں وہ سن سن کے بیاں سوز جگر کا
گو عاشق ناشاد پہ سو حشر گذر جائیں
یہ گیسوئے خوش خم نہیں اک دام بلا ہے
کیا جانے تری جنبش مژگاں کا تصور
دیکھی ہیں بہت ہمنے جوانی کی بہاریں
ہر حسن میں یہ ناز برستے ہیں دیکھے
دیکھے ہیں اس بزم سے جاتے ہوئے جس نے
چاہ وہ تری بات تو ممکن ہے انکھوں میں ہی فسوں
بہری طبیعت نہیں یہ موت ہے میری
دیکھ اے دل بیتاب یہ کیا شکل ہے تیری
ہاں عنبر بھی مشتاق ہے بیگانہ وحشی کا
ہم دیکھنے والے ہیں اسی پردہ نشیں کے

ہمنے یہ چمن پھولتے پھلتے نہیں دیکھا
حسرت کو مگر دل سے نکلتے نہیں دیکھا
ہمنے کوئی اس آگ میں جلتے نہیں دیکھا
دن ہجر کا لیکن کبھی ڈھلتے نہیں دیکھا
جو اس میں پھنسا اس کو نکلتے نہیں دیکھا
اس پھانس کو سینے سے نکلتے نہیں دیکھا
لیکن کبھی یوں رنگ بدلتے نہیں دیکھا
ہر ناز میں یوں حسن ابلتے نہیں دیکھا
فردوس سے آدم کو نکلتے نہیں دیکھا
لیکن کبھی کچھ غیر پہ چلتے نہیں دیکھا
اس آئی ہوئی کو کبھی ٹلتے نہیں دیکھا
اس طرح تو ان کو بھی مچلتے نہیں دیکھا
ہاں اس نے ہمیں آنکھ بدلتے نہیں دیکھا
جسکو کبھی پردے سے نکلتے نہیں دیکھا

تدبیر بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے بیخود
بگڑی ہوئی قسمت کو سنبھلتے نہیں دیکھا

ستم ہی کرنا کرم نہ کرنا جفا ہی کرنا وفا نہ کرنا
ہمارے حال زبوں کی پرسش کبھی نہ کرنا ذرا نہ کرنا

علاج بیمار غم میں کوشش طبیب مشفق ذرا نہ کرنا
شفا ہے اسکی شفا نہ ہونا دوا ہے اسکی دوا نہ کرنا

حجاب کیسا حیا کہاں کی لڑاو آنکھیں لگاؤ چوٹیں
وفا سے نفرت ستم سے رغبت تو پھر عبث ہے جفا نہ کرنا

یہ کوئی شکوہ ہے دوستی کا یہ کچھ طریقہ ہے دلبری کا
جو بات کہنی خلاف کہنی جو وعدہ کرنا وفا نہ کرنا

یہاں بھی اب ٹھن گئی ہے جی میں کہینگے برعکس مطلب دل
ہمیں قسم ہے کہ بھول کر بھی کبھی ہمارا کہا نہ کرنا

ہزار رنج و ملال دنیا مگر کسی کو جہاں میں یارب
قتیل تیغ ادا نہ کرنا اسیر زلف دوتا نہ کرنا

جو گذرے میرے دل و جگر پر بلا سے گذرے ہمیں غرض کیا
تم اپنے تیر نظر سے کہدو کہ تو نشانہ خطا نہ کرنا

حجاب بدظن کا یہ تقاضا کہ آئینہ بھی نہ آئے منہ پر
نگاہ پرفن کا یہ اشارہ کسی سے ہرگز حیا نہ کرنا

یہی تو ہے تن میں دم کے بدلے جو یہ نہ ہوگا تو ہم نہ ہونگے
اگر ہے منظور زیست بیخود تو درد دل کی دوا نہ کرنا

الٰہی مجھکو دل درد آشنا دینا
ہزار درد کا ہر درد میں مزا دینا

وہ انکا وصل میں یہ کہہ کے مسکرا دینا
طلوع صبح سے پہلے ہمیں جگا دینا

تم اپنے ہاتھ سے تعزیر دو نہ ہے قسمت
جواب خطا نہ کریں تو ہمیں سزا دینا

وہ انکا طیش میں آ کر نمک چھڑکنا ہائے
وہ مرے زخموں کا خوش ہو کے مسکرا دینا

نہ زیر بار رہوں منت اطبا کا
الٰہی درد جو دینا تو لا دوا دینا

بہت دنوں میں ہوئی ہے نصیب وصل کی رات
ہجوم شوق تمنا کو راستا دینا

وہ دیکھ آنکھوں میں آنسو بھی ڈبڈبا آئے
ہنسی ہے کیا مرے رونے پہ مسکرا دینا

مرے مزار سے آئے گی حشر تک یہ صدا
خدا کی راہ میں بڑھ کر کوئی لگا دینا

وہ بات بات میں تلوار کھینچنا اُن کا
وہ شوق قتل میں بیخود کا سر جھکا دینا

خیر پھر ضبط تمنا کا بھی دعوا کرنا
پہلے سیکھو تو مگر ہم سے تمنا کرنا

چارہ گر سوزِ جگر کا نہ مداوا کرنا
ایسے بیمار کو اچھا نہیں اچھا کرنا

اُن کی رفتار بہت ہے مری پامالی کو
داورِ حشر بس اب حشر نہ برپا کرنا

کیا کریں ضعف میں اظہار پریشانیٔ دل
بات تو بات ہے مشکل ہے اشارا کرنا

بزم میں رشکِ عدو سے نہ مچلنا اے دل
میری خاطر سے یہ تکلیف گوارا کرنا

ہو کے پابوس کوئی حشر نہ برپا کردے
سوچ کر جی میں ذرا وعدۂ فردا کرنا

اُٹھنے دیتی نہیں مجکو مری افتادگیاں
ہے قیامت کو بھی مشکل مرا برپا کرنا

نالہ آیا تھا لبوں تک کہ وہ ہنسکر بولے
اپنی شہرت کے لئے ہمکو نہ رسوا کرنا

گو قیامت ہی گذر جائے ہمارے سر پر
تم مگر روز یونہیں وعدۂ فردا کرنا

ق

ہائے راتوں کو وہ چھپ چھپ کے کسی کا ملنا
ڈرتے ڈرتے وہ مرا عرض تمنا کرنا

صدمۂ دوری و تنہائی فرقت کہنا
خواہش دلدہی و مہر و مدارا کرنا

طعن احباب و اعزا کی شکایت کرنی
دشمنوں کے ستم و جور کا شکوا کرنا

پردے پردے میں سنانا کبھی ارمان وصال
انکھوں آنکھوں میں بیاں ہجر کی ایذا کرنا

سنکے باتیں مری پہلے تو وہ شرما جانا
اور پھر ہنس کے یہ کہنا کہ پھر اب کیا کرنا

یہ تمہارا ہی کلیجہ ہے جہاں میں بیخود
دیکے دل جان بھی دینے کی تمنا کرنا

ان کو برہم اور مجھے رسوا کیا ‏— آہ میری آہ نے یہ کیا کیا

کیا کہوں میں تم نے مجھ سے کیا کیا ‏— جاؤ بس جو کچھ کیا اچھا کیا

مجھ سے بزم غیر میں پردا کیا ‏— تمنے اپنا راز خود افشا کیا

ہمنے جب ضبط قلق کی ٹھان لی ‏— اس نے چپ رہنے کا بھی چرچا کیا

کیوں ہنوں میں اپنی حیرت پر نثار ‏— کوئی حیرت سے مجھے دیکھا کیا

پند گو ہمپر کسی کا زور کیا ‏— عشق کس کا ہم نے جو چاہا کیا

منہ چھپانے سے کھلا راز وصال ‏— شرم نے انکی انہیں رسوا کیا

پردے والے ہیں تو دل میں بھی نہ آئیں ‏— آنکھ سے پردہ کیا تو کیا کیا

ایک بجلی سی نظر میں پھر گئی ‏— جب خیال جلوۂ زیبا کیا

دیکھنا ہے کل سر محشر انہیں ‏— آج تو ہم سے بڑا پردا کیا

سچ ہے بیشک قول کے سچے ہو تم ‏— تمنے جو وعدہ کیا پورا کیا

ہو گئے مشہور وہ محشر خرام ‏— حشر نالوں نے مرے برپا کیا

وصل کی شب بھی نہ آئے آپ میں
حضرت **بیخود** یہ تم نے کیا کیا

کوئی پرساں نہیں رعنائی کا ‏— اب تماشا ہے تماشائی کا

ہم ہیں اور رنج ہے تنہائی کا ‏— وہ ہیں اور شغل خود آرائی کا

فرصت جور بھی ملتی نہیں اب ‏— اس قدر شوق خود آرائی کا

حشر کا دن بھی اسی میں گذرا ‏— طول دیکھو شب تنہائی کا

تم تصور میں جو آجاتے ہو ‏— کیوں ہو شکوہ مجھے تنہائی کا

ہاں خیال رُخ روشن مدد دے / سامنا ہے شب تنہائی کا

ذلت عشق ہے عین عزت / آبرو نام ہے رسوائی کا

بیخودی لے ہی گئی تا در یار / نہ چلا زور شکیبائی کا

ناتوانی نے ہماری بیخود / رکھ لیا نام شکیبائی کا

ساتھ میرے اس جنوں میں کس سے جایا جائیگا / میری وحشت جائے گی یا میرا سایا جائیگا

گر نہ عطر گیسوئے مشکیں سنگھایا جائیگا / ہوش میں کب اُنکے بیہوشوں سے آیا جائیگا

چھپ سکے راز محبت یہ تو ممکن ہی نہیں / ہاں چھپایا جائے گا جبتک چھپایا جائیگا

یہاں خم مے محتسب رکھی ہیں کیوں سر بمہر / حشر میں جب بادہ کوثر لٹایا جائیگا

چارہ گر کا بار احسان زندگی کے واسطے / تو نہ لو نہ بوجھ یہ ہم سے اُٹھایا جائیگا

خاک ہونیکو سر راہ عدو بیٹھے ہیں ہم / تم اُٹھا دو گے ہمیں تم سے اُٹھایا جائیگا

سنکے میری موت غیروں سے کہا بیرحم نے / ضعف کے ہاتھوں عدم تک اُن سے جایا جائیگا

تمکو حال دل اگر یاد رہیں آتا نہ آئے / ہم سنائے جائیں گے جبتک سنایا جائیگا

شرم انکو ضعف ہمکو اب بھلا حال فراق / اُنسے پوچھا جائے گا ہم سے بتایا جائیگا

میرے دست شوق تو شل ہوگئے اب تم کہو / شوخیوں سے شرم کا پردہ اٹھایا جائیگا

دو ہی دن میں حضرت بیخود ہوئے جینے سے تنگ / ہم نہ کہتے تھے کہ دل اُن سے لگایا جائے گا

ہمیشہ وقف جنوں جو رہا مرا سر تھا / بگڑ کے جو نہ بنا وہ مرا مقدر تھا

کبھی نہ کی غمی کوئی سوز غم نے فرقت میں / بھلے کو آج مرے پاس دیدۂ تر تھا

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی نہ رات چین آیا
مگر ہمارے سوا اور کوئی مضطر تھا

گناہگاروں کو اس سے بھی کر دیا محروم
الٰہی کیا خم بادہ بھی حوض کوثر تھا

نگاہ قہر کی طاقت دل حزیں میں کہاں
ہمارے حق میں تغافل ہی انکا بہتر تھا

شب فراق میں اللہ رے حدت اسکی
یہ داغ دل بھی مگر آفتاب محشر تھا

ہزار خار بچھاتے ہیں آج بستر پر
کسی کا زانوئے نازک کبھی نہ سر تھا

وہ اور ہم سے دل بیقرار لے بیٹھے
ہمیں کو بار ہوا تھا ہمیں کو دوبھر تھا

یہ جوش رحمت باری تھا حشر میں بہبود
جو بیگناہ نہ تھے ان کو اور ہی ڈر تھا

کسی کو زمانے میں یکتا نہ دیکھا
نہ دیکھا تو بس کوئی تم سا نہ دیکھا

تمنا کا شاکی تو دیکھا زمانہ
کسی کو مگر بے تمنا نہ دیکھا

غم و حسرت و درد و اندوہ وحشت
کسی کے لئے ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

اڑائی بہت خاک دیر و حرم میں
تمہارے سوا کوئی تمسا نہ دیکھا

جگر نے بھی دل کی مصیبت نہ پوچھی
محبت میں کوئی کسی کا نہ دیکھا

تمہیں ہمنے پایا تو پھر کیا نہ پایا
تمہیں ہمنے دیکھا تو پھر کیا نہ دیکھا

بھلا یہ بھی ہے کوئی پردہ کہ تم نے
تماشائیوں کا تماشا نہ دیکھا

وہ دل مفت لیکر کسی کا یہ کہنا
کبھی ہم نے یہ مال سستا نہ دیکھا

مری بات تم نے نہ پوچھی نہ پوچھی
مرا حال تم نے نہ دیکھا نہ دیکھا

ثناخواں ہیں سب انکی تیر نظر کے
کسی نے ہمارا کلیجا نہ دیکھا

سمجھ لو کہ کچھ بھی نہ دیکھا جہاں میں

اگر تم نے بیخود دنیا نہ دیکھا

معشوق وضعدار حسیں مل ہی جائیگا
ہے جستجو تو کوئی کہیں مل ہی جائیگا

آئے نظر نہ شکل عدو کی نہ چرخ کی
اتنا تو چین زیر زمیں مل ہی جائیگا

واعظ یہ بت بھی کم نہیں حوران خلد سے
یہ مل گئے تو خلد بریں مل ہی جائیگا

دل ہی اگر تو دل کے خریدار سیکڑوں
یہ گھر نبا رہا تو مکیں مل ہی جائیگا

دل میں مرے ہیں تم مری آنکھ میں بھی
تم سا حسیں کہیں نہ کہیں مل ہی جائیگا

پیکاں دو تین کو ہیں کچھ کھا نہیں گیا
ڈھونڈو تو ہم میں دل کے قریں مل ہی جائیگا

ہم جستجو پہ آئے تو اے زلف خم بخم
کیا دل نہیں ملیگا نہیں مل ہی جائیگا

ان خود نمائیوں سے بچا دل تو دیکھنا
بیخود ہمیں وہ پردہ نشیں مل ہی جائیگا

خجل ہو مہر بھی جس سے وہ نور دیکھ لیا
جناب شیخ مزار شباب حور دیکھ لیا

کسی کے دیدۂ مشتاق سے اسے کیا کام
بس اب تو برق تجلی نے طور دیکھ لیا

یہ غش کبھی ہمیں آیا نہ بیخودی چھائی
ہماری آنکھ کو لے برق طور دیکھ لیا

عدو کا صدمہ و رنج و ملال جان گئے
ہمارا عیش و نشاط و سرور دیکھ لیا

گناہگار و نہ محشر میں حضرت واعظ
ہجوم رحمت رب غفور دیکھ لیا

نہ کچھ قیام اسے ہے نہ کچھ ثبات اسے
یہاں کا رنج یہاں کا سرور دیکھ لیا

شب وصال میں دونوں کی ایک بھی نہ چلی
تمہاری شرم و حیا کا وفور دیکھ لیا

یہ بے سبب تو نہیں ذکر حور اے واعظ
کسی کو خواب میں تو نے ضرور دیکھ لیا

مجھے یہ رنج کہ میں تاب دید لا نہ سکا
انہیں یہ وہم کہ اس نے ضرور دیکھ لیا

نگاہ ناز میں پہلے یہ شوخیاں تو نہ تھیں
مگر کسی کا دل ناصبور دیکھ لیا

عجب میں جان ہے طول سفر سے اے بیخود
چلو وطن کو چلو جودھپور دیکھ لیا

وفائے عہد کا جنہیں اعتبار تھا کہ نہ تھا
یہ پوچھیئے کہ مجھے انتظار تھا کہ نہ تھا

پیام بر مجھے کہنا تو تھا ہمارا حال
تری بلا سے انہیں اعتبار تھا کہ نہ تھا

نشان گور مٹا کر مرا وہ پوچھتے ہیں
کبھی کسی کا یہاں پر مزار تھا کہ نہ تھا

تم آگئے مرے پہلو میں اب نہیں کہدو
مری بغل میں دل بیقرار تھا کہ نہ تھا

رقیب اُسکی وفا پر بہت نہ اترائیں
وہ بیوفا کبھی میرا بھی یار تھا کہ نہ تھا

جفا کی ٹھن گئی جبہیں تو خیر یہ تو کہو
وفا کا بھی کبھی قول و قرار تھا کہ نہ تھا

بتاؤں کیا مجھے بدنام کر دیا کس نے
مرا رقیب ترا رازدار تھا کہ نہ تھا

تم اپنے جی کے ہو مختار یہ تو سچ ہے مگر
ہمیں بھی دل پہ کبھی اختیار تھا کہ نہ تھا

ہمیں یہ ہجر کے رنج و عذاب ہیں کہ نہیں
ہمیں سے وصل کا قول و قرار تھا کہ نہ تھا

چلو وہ میں نہ سہی غیر ہی سہی لیکن
کوئی تمہارے لئے بیقرار تھا کہ نہ تھا

یہ کیا کہ نام سے بیخود کے ہم نہیں واقف
تمہاری بزم میں اک دل فگار تھا کہ نہ تھا

بتائے کون ترے تیر کو جگر کا پتا
اجل کو کس نے بتایا ہے اپنے گھر کا پتہ

یہاں یہ حسرت بوس و کنار اور وہاں
نہ کچھ دہن کا نشاں ہے نہ کچھ کمر کا پتا

یہ گم ہوا ہے کہ سارے جہاں میں چھانی خاک
مگر ملا نہ کہیں مجھکو نامہ بر کا پتا

ہوا ہے وہاں کی جنوں خیز خاک غم انگیز
نہیں کچھ اس کے سوا اُسکے رہگذر کا پتا

ہمارے نخلِ تمنا پہ یوں خزاں آئی
نہ شاخ و گل کا نشاں ہے نہ برگ و بر کا پتہ

مری نگاہ مری بے قراریوں کی گواہ
مرا کلام مری سوزشِ جگر کا پتا

بتاؤں شہر کو دشتِ جنوں یہ وحشت ہے
بتاؤں خانہ خرابی کو اپنے گھر کا پتا

اسے تو سینت کے رکھا تھا نذرِ پیکاں کو
سرشکِ خوں کو دیا کس نے چشمِ تر کا پتا

ملا یہ ناصیہ سائی سے آستاں پہ ترے
نہ میرے سر کا پتہ ہے نہ سنگِ در کا پتا

تمہارے ناز اُسے بھا گئے وہ نازوں کو
ہماری آہ کو اب کیا ملے اثر کا پتا

شبِ وصال تو یہ شام ہی سے تھی موجود
شبِ فراق میں کوسوں نہیں سحر کا پتا

اُس انجمن سے نکل کر یہ حال ہے بیخود
ہر اک سے پوچھتا پھرتا ہوں اپنے گھر کا پتا

لگئے دن یہ قتل کی تہدید کیا
تم سے ہے اس کے سوا امید کیا

آرزوے وصل و شوقِ دید کیا
غیر ممکن بات کی امید کیا

منزلوں ہے دور کوئی رشکِ ماہ
دیکھئے اب کے دکھائے عید کیا

وہ نہ آئے آگیا پیغامِ مرگ
کیا ہوا اور تھی ہمیں امید کیا

کیوں کریں انکارِ وصلِ غیر آپ
سچ ہے جھوٹی بات کی تردید کیا

آئے ہو تو دم تو لے لو جائیو
اتنی جلدی اسقدر تاکید کیا

ہے یہی انجامِ عیشِ چند روز
ورنہ جیتے جی غمِ جاوید کیا

رہروِ منزل الفت ہیں سب
آسماں کیا ماہ کیا خورشید کیا

چھوڑ دوں عشقِ بتاں پیری میں کیوں
اُسکی رحمت سے ہوں نا امید کیا

کب ملی رفتار محشر زا اُسے
آسماں سے ہو تری تقلید کیا

دوست ہی بنجائے جب دشمن تو پھر — رکھے دشمن سے کوئی امید کیا
کہ بھی چک جو کچھ کہا ہے مہر نے — سوچتا ہے نامہ بر متبد کیا

جسکو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں وہ نہیں
چاند کے دیکھنے کی بیخود عید کیا

کسی پر دل کا آنا جان جانے کا بہانا تھا — بہانا بھی کہوں کیوں موت ہی کا یہ تو آنا تھا
خدا کی شان سمجھے تھے کہ اپنی جان سمجھے تھے — خدا جانے بتو ہم نے تمہیں کیا چیز جانا تھا
سراپا رنج و غم ہو مٹیں مر جینا بھی مرنا ہے — وہ ہیں بیداد گر اُن کا کرم بھی دل دکھانا تھا
نوید قتل سنکر کچھ مسرت سی مسرت تھی — ہمارے حق میں گویا کوس حلت شادیانہ تھا
بنا کر اپنا دیوانہ یہ پروا کیا حیا کیسی — اگر مُنہ کا چھپانا تھا تو پہلے ہی چھپانا تھا
ہمارا کام ہو جاتا تمہارا نام ہو جاتا — نکلتے بیٹھتے اگر ہمیں بھی دیکھ جانا تھا
مری روداد سنتے بھی اگر تو کیا یقین کرتے — وہ جن کو سرگذشت عیش اک جھوٹا فسانہ تھا
سر فرہاد پر تیشہ پریں کا جانا نکلی کہتے ہیں — عجب بیہودہ رسمیں تھیں عجب الٹا زمانہ تھا
زبان حال سے کہتے ہیں کمہلائے ہوئے غنچے — کبھی ہم پر عالم تھا ہمارا بھی زمانہ تھا

عدو سے یہ وفا مجھ پر جفا کیا حضرت بیخود
اُنہیں منظور ہر پہلو سے میرا دل دکھانا تھا

تذکرہ بیخود کا یاران وطن میں رہ گیا — کیا فسانہ حیف کیسی انجمن میں رہ گیا
دل سے رہبر کوچہ قاتل میں لے آیا ہمیں — فرق اب کیا رہنما و راہزن میں رہ گیا
فصل گل ہے دست وحشت ہاتھ کاٹے جائینگے — تار بھی باقی اگر اب پیرہن میں رہ گیا
کیا جگہ پائی ہے شوخی سے دل بیتاب نے — فتنہ بنکر اُسکی چشم سحر فن میں رہ گیا

کہتے ہیں تیرا دل صد چاک کچھ شانہ نہ تھا
پھر یہ کیونکر میری زلف پرشکن میں رہ گیا

کیا کہوں میرا دل شگفتہ کیا تھا کیا تھا
ایک غنچہ تھا کہ مرجھا کر چمن میں رہ گیا

میرے غم میں اسقدر افسردہ کیوں ہیں اہل بزم
میں نہیں میرا فسانہ انجمن میں رہ گیا

یاد رکھنا بھول جاؤ گے یہ سارے چہچہے
میں اگر اے ہم صفیرو اس چمن میں رہ گیا

جان دیدی غم سے لیکن آہ اے استقلال عزم
وصل ہو کر تیشہ دست کوہکن میں رہ گیا

دوست کا کیا ذکر دشمن پر بھی آنچ آئی نہ دی
خود میں جلکر نالہ آتش فگن میں رہ گیا

مجھ سی کیا راحت ملی کیا میں نے اسکی قدر کی
غم ترا کیونکر مرے بیت الحزن میں رہ گیا

آبرو مٹ جائیگی اے دیدہ خونبار دیکھ
قطرہ خوں بھی اگر میرے بدن میں رہ گیا

آپ کے آتے ہی بیخود آپ سے جاتا رہا
بارے اتنا ہوش تو دیوانہ پن میں رہ گیا

سر سے گل ہی سر زلف معنبر جانا
اسی سودے میں مقدر ہی مرا سر جانا

کب کسی شخص نے حال دل مضطر جانا
مجھکو حیرت ہی کہ اسنے اسے کیونکر جانا

سن لیا تو نے کہ جینا ہی اسے مر جانا
سبب ترک ستم ہمنے ستمگر جانا

ساتھ ساتھ اہل تمنا کا وہ مضطر جانا
اللہ اللہ رے ترا بزم سے اٹھکر جانا

رہبری کر کے مری خضر بھی چکر میں پڑے
اب نہیں جلوہ گہ یار میں اکثر جانا

داغ کم حوصلگی دل کو گوارا نہ ہوا
ورنہ کچھ ہجر میں دشوار نہ تھا مر جانا

خیر ہے برہمی زلف سی برہم کیوں ہو
تمنے اسکو بھی مگر میرا مقدر جانا

ہدف ناوک بیداد و بنا رکھا ہے
کیا کلیجے کو مرے آپ نے پتھر جانا

کبھی بیدل نہ ہوئے بادہ کشان الفت
دور چرخ کو بھی دورہ ساغر جانا

سادگی سے یہ گماں ہے کہ یہاں رحم آیا
مطمئن ہوں کہ مجھے آپ نے مضطر جانا

جب کہا ان سے کہ مرتے ہیں تو ہنسکر بولے
زندگانی کا تو انجام یہی ہے مر جانا

فکر پرسش سے کیسی وہ پریشانی ہائے
داد خواہانہ وہ میرا سر محشر جانا

نشہ میں بھی ترے بیخود کی تعلّی نہ گئی
بادۂ ہوش ربا کو مے کوثر جانا

ہو جو ہوا یہ منحرف مجھکو ہو انتشار کیا
گردش چشم یار ہے گردش روزگار کیا

وعدہ حشر کا بھلا دل کو ہو اعتبار کیا
ایسے قرار داد سے آئے مجھے قرار کیا

جوش بکا سے ہو چکی سوز فراق میں کمی
دل کی لگی بجھائے گا دیدۂ اشکبار کیا

میری ہی ذلتوں سے ہیں ابکی رسائیاں نہیں
مجھ سے یہ اجتناب کیوں مجھسے یہ ننگ و عار کیا

آپ جب ان وفاؤں پر جور سے منفعل نہیں
شکوۂ جور کر کے ہم دلمیں ہوں شرمسار کیا

خواہ وہ آئیں یا نہ آئیں ہم ہیں انہیں کے منتظر
یہ بھی جنہیں خبر نہیں ہے غم انتظار کیا

مرگ رقیب کی خوشی رنج سے کیوں بدل گئی
انکو بھی ہے ملال کیا وہ بھی ہیں سوگوار کیا

درد مرا دوا مری ہو کوئی چارہ ساز کیوں
غم مجھے مایہ خوشی ہو کوئی غمگسار کیا

قتل کیا ہے بیگنہ دلمیں خجل ہوا نہوں
آئیں وہ فاتحہ کو اب پھیر سر مزار کیا

وقف غم فراق ہوں حسرتی و ملال میں
غم کا مرے حساب کیا حسرتوں کا شمار کیا

تم مجھے دلسی ہو سوا دل ہے مگر عدو مرا
تم مری جان ہو مگر جان کا اعتبار کیا

دل میں بتوں کی یاد اور نام خدا زبان پر
حضرت بیخود آپ کا کیجئے اعتبار کیا

نہاں ہو آنکھ سے دم بھر جلوہ وہ ہو نہیں سکتا
مری جاں دیکھنے والے سے پردا ہو نہیں سکتا

وہی ہے زندۂ جاوید جو مر گیا فرقت میں
وہی بیمار اچھا ہے جو اچھا ہو نہیں سکتا

مری حیرت نے انکو محو حیرت کر دیا ورنہ
تماشا اس طرح وقف تماشا ہو نہیں سکتا

کچھ ایسا حشر ڈھایا ہے خرام ناز نے انکی
کہ اب شرمندگی سے حشر برپا ہو نہیں سکتا

مٹاتے ہو مٹا دو ہمکو لیکن یہ بھی سن رکھو
کہ ایسا مٹنے والا   بت کی پیدا ہو نہیں سکتا

مرا دل آپ کا ٹھیرا اگر تو آپ میرے ہیں
..ہی ٹھیری تو پھر اپنا پرایا ہو نہیں سکتا

مسیحائی کا دعویٰ اور اس پر ناز کیا کہنا
کہ جو بیمار ہے میرا وہ اچھا ہو نہیں سکتا

ہمیں ہیں زیر خنجر سر جھکا کر بیٹھنے ولے
ہر اک کا یہ جگر ایسا کلیجا ہو نہیں سکتا

وصال یار ہنید فراق ہر دو عالم ہے
کہ اُسکا ہو کے پھر کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

جسے اچھا کہو تم وہ برا بھی ہو تو اچھا ہے
برا جس کو سمجھ لو تم وہ اچھا ہو نہیں سکتا

ترے حسن و ادا و ناز کا عالم کہاں نہیں
ترا شیدا کبھی حوروں پہ شیدا ہو نہیں سکتا

اگر تمسا زمانہ میں نہیں تو میرے دلمیں ہے
کوئی دعوے سے یکتائی کے یکتا ہو نہیں سکتا

بہار حسن پہروں لوٹتے ہیں خود وہ خلوت میں
تماشائی ہنوں تو کیا تماشا ہو نہیں سکتا

وہ میرا اشتیاق ہم کناری وصل میں بیخود
وہ اُس کا ہنس کے یہ کہنا کہ ایسا ہو نہیں سکتا

جھوم کر ہجر کی راتوں میں جب آتی ہے گھٹا
غم و اندوہ کی دل پر مرے چھاتی ہے گھٹا

وہی مستانہ خرامی وہی بیباک روی
آج اٹھکھیلیاں اپنی سی دکھاتی ہے گھٹا

کیوں ڈرے جاتے ہو گھبراتے ہو کیوں حضرت خضر
کس کے نالوں کی طرح شور مچاتی ہے گھٹا

ہم اگر رونے پہ آئیں تو خجل ہو ہو کر
پانی پانی کوئی دم میں ہوئی جاتی ہے گھٹا

اس کے ہر اشک میں ہے نوح کا طوفاں پنہاں
دیدۂ تر سے بھلا آنکھ ملاتی ہے گھٹا

اتنا رسی کہ نظر آتے ہیں جل تھل سب ایک
میری آنکھوں سے مگر آنکھ چراتی ہے گھٹا

ضبط گر یہ مری آنکھوں کی طرح کر تو بھی
دیکھ لوں میں بھی تو کتنی نری چھاتی ہے گھٹا

اُس کا وزیدہ تبسم ہے گناہ ہو مینیں مری
چشمک برق عبث مجکو دکھاتی ہے گھٹا

یاد اُس زلف معنبر کی ستم ڈھاتی ہے
جب دھواں دھار شب ہجر میں آتی ہے گھٹا

میکشو رحمت باری سے نہو نا مایوس
دم میں آتی ہے گھٹا آن میں چھاتی ہے گھٹا

حسرتیں دل میں اُمنڈتی ہیں کچھ ایسی بیخود
کہ مجھے پہروں ہی ساتھ اپنے رُلاتی ہے گھٹا

ترے عشق میں کچھ سرو کار مجھے کسی شخص سے تیرے سوا نہ ہا
نہ عزیز ہی کوئی عزیز رہا نہ یگانہ ہی کوئی یگانہ رہا
نہ وہ گریہ شام و پگاہ رہا نہ وہ ماتم روز و شبانہ رہا
نہ وہ دل ہی رہا نہ وہ ہم ہی رہے نہ وہ دل کی تپش کا زمانہ رہا
کہیں یہ بھی ترک ہوشل و فا کہیں ہاتھ سے جائے نہ یہ بھی مزا
کوئی یہ بھی وفا ہے کہ حسرت دل ہمیں ان سے جفا کا گلا نہ رہا
مجھے اسکی ہی یاد ہے شام و سحر مجھے اُسکا ہی دھیان ہے آٹھ پہر
جسے مری ہی یاد نہ آئی کبھی جسے میرا ہی دھیان ذرا نہ ہا
کبھی خوف شماتت و پاس حیا کبھی عذر نزاکت و شرم جفا
رہے ٹالتے وعدۂ وصل سدا انہیں ایک نہ ایک بہانہ رہا
کوئی کیوں کرے ماتم جان حزیں نہ رہی نہ رہی نہ رہی نہ رہی
دل خانہ خراب کا رنج ہے کیا نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

ترے محو وصال کو ہجر میں بھی یہی تھا اور تھا کام یہی
کہ نظر میں رہی تری جلوہ گری تو زباں پہ تیرا ہی فسانہ رہا

مرے دل کو نہ وصل میں چین ملا نہ فراق کا غم اسے راس ہوا
کبھی تو وہ ناوک ناز بنا کبھی تیر ستم کا نشانہ رہا

دل بیخود خستہ ہے وقف تعب ہوا خواب وہ عیش و سرور و طرب
نہ وہ ذوق کے دن نہ وہ شوق کا سن نہ وہ عشق و جنوں کا زمانہ رہا

مجھے غم نہیں ہوتا کہ وصال یار ہوتا
غم ہجر کاش دل کو مرے سازگار ہوتا

تری شرمگیں نظر کیوں مرے دل میں گھر نہ کرتی
یہ وہ تیر ہی نہیں ہے جو جگر کے پار ہوتا

نہ کرم کی ہمکو حسرت نہ ستم سی ہمکو نفرت
نہ ہم اس سے شاد ہوتے نہ وہ ناگوار ہوتا

کوئی جس طرح سی ہر دم ہی مرے وعدو کے بس میں
یونہیں کاش اپنے دل پر مجھے اعتبار ہوتا

مری معصیت تو مبنی ہی یقین مغفرت پر
میں اگر گنہ نہ کرتا تو گناہ گار ہوتا

تری خوش خرامیوں سے نہ گئے لاکھ حشر برپا
ترا کشتۂ تغافل نہیں ہوشیار ہوتا

پس مرگ کام آیا مرا شوق ہمکناری
کہ فشار قبر مجکو نہیں ناگوار ہوتا

ابھی چال کا کسی کی ہے جہاں میں ورد وہ ہی
ابھی فتنۂ قیامت نہیں آشکار ہوتا

مری جان جن کے غم میں گئی وہ یہ کہ رہی ہیں
نہیں مرنے ہی کا اس کے نہیں اعتبار ہوتا

ترے حسن کی تجلی تو ہر اک نگاہ میں ہی
مرا حال خود مجھی پر نہیں آشکار ہوتا

دل مضطرب بغل میں تری تیغ جاں نظر میں
مجھے چین کیونکر آتا مجھے کیوں قرار ہوتا

تری خود سری سے بیخود تجھے خاک میں ملایا
نہ کسی سے دل لگاتا نہ جہاں میں خوار ہوتا

حشر پر وعدۂ دیدار ہے کس کا تیرا / لاکھ انکار اک اقرار ہے کس کا تیرا

نہ دوا سے اُسے مطلب نہ شفا سے سروکار / ایسے آرام میں بیمار ہے کس کا تیرا

لاکھ پردوں میں نہاں شکل ہی کسکی تیری / جلوہ ہر شے سے نمودار ہے کس کا تیرا

کینہ ہیں جور ہیں بیداد ہیں سفاکی ہیں / آسماں یار و مددگار ہے کس کا تیرا

چشم بیمار یہ اُف رے تری جادو نگہی / ہر بشر خلق میں بیمار ہے کس کا تیرا

حسن کی گرمی بازار ہے کس سے تجھ سے / ہر حسین دل سے خریدار ہے کس کا تیرا

اللہ اللہ یہ دعوے ہیں تجھی کیوں واعظ / داور حشر طرف دار ہے کس کا تیرا

اور پامال ستم کون ہے تو ہے بیخود / اس ستمگر سے سروکار ہے کس کا تیرا

دل اسی کا مکان ہے گویا / میہماں میزباں ہے گویا

قتل عشاق سے حذر کیسا / یہ تو اک امتحان ہے گویا

کثرت درد و غم سے دل میرا / درد و غم کا جہان ہے گویا

دل کے جاتے ہی موت آئی ہے / اس کی مٹھی میں جان ہے گویا

اُف رے نامہربانیاں اسکی / آسمان مہربان ہے گویا

اس طرح سنتے ہیں وہ حال مرا / یہ بھی اک داستان ہے گویا

موئے مژگاں ہیں ناوک دلدوز / ابروئے خم کمان ہے گویا

نہیں ٹلتا یہ اُنکے در سے کبھی / مدعی پاسبان ہے گویا

دم آخر تو کچھ مری سن لو / ابھی منھ میں زبان ہے گویا

کوئے دلدار ضعف کے ہاتھوں / ساتواں آسمان ہے گویا

کھل گیا خامشی سے راز نہاں
بے زبانی زبان ہے گویا

ہم لڑکپن میں پیر سے تھے بیخود
چرخ اب تک جوان ہے گویا

پامال جفا رکھنا یا مہر و وفا کرنا
کچھ منہ سے تو فرماؤ آخر تمہیں کیا کرنا

ممنون وفا کرکے پامال جفا کرنا
کیا کرتے ہیں اور انکو منظور ہی کیا کرنا

دل کو خم گیسو میں رکھنا کہ رہا کرنا
کیوں کھل کے نہیں کہتے آخر تمہیں کیا کرنا

جینا ہی نہیں اپنا منظور نہ تھا ورنہ
اک جان کے دشمن پر یوں جان فدا کرنا

مستانہ خرام ان کی جو چاہے کرے ورنہ
وہ اور زمانے میں اک حشر بپا کرنا

دیکھیں غش سنی ہمنے یہ وقت شناس آنکھیں
خلوت میں ستم ڈھانا جلوت میں حیا کرنا

مردوں کا جلا دینا ممکن ہے مسیحا سے
بیمار محبت کی مشکل ہے دوا کرنا

جب جمع ہوئے میکش قبلے سے گھٹا اٹھی
یہ رحم سکھاتا ہے بندوں کو خطا کرنا

تعریف بھی کرتا ہے تو طعن سی کہتے ہیں
ہر طرح انہیں ہمکو انگشت نما کرنا

وہ دیدہ و دانستہ بیگانہ وشی انکی
وہ میرے دکھانے کو دشمن سے حیا کرنا

یہ کہکے وہ دل میرا واپس مجھے دیتے ہیں
ہم فرض سمجھتے ہیں یہ قرض ادا کرنا

قہار ہے تو لیکن رحمت تری کہتی ہے
النسان کو لازم ہے ہر وقت خطا کرنا

ان کی ہی قسمت ہے ان کا ہی یہ شیوا ہے
دنیا سے بھلے رہنا دنیا کا برا کرنا

مشکل ہے مگر یارب تیرے لئے آسان ہے
آہوں کو اثر دینا نالوں کو رسا کرنا

میں قابل نفرت ہوں تم تو نہ برے ٹھہرو
مجھ سے نہ وفا کرنا وعدہ تو وفا کرنا

آہوں سے مری پوچھو انداز تباہی کے
نالوں سے مرے سیکھو ہستی کا فنا کرنا

اب ہم بھی وہاں جاتے کچھ جان پہ آتی ہیں
سچ ہے کہ جفا سہہ کر مشکل ہے وفا کرنا
یا شرم ہو یا شوخی یہ بھی کوئی شیوہ ہے
آنکھوں سے نہاں رہ کر نظروں میں پھرا کرنا
بے موت کے مر جانا مرنا ہے مگر ظالم
جینے میں نہیں داخل مر مر کے جیا کرنا

یہ حال ہے اب میرا پوچھو کہ مرے حق میں
جینے کی تمنا ہے مرنے کی دعا کرنا

واعظ یہ میکدے کا نہیں در کھلا ہوا
باب کرم ہے بادہ کشوں پر کھلا ہوا
یہ کیا کہ ہم سے وہ کبھی پوچھیں نہ ہم کہیں
لیکن ہمارا حال ہے اُن پر کھلا ہوا
اس کا سبب نہ حضرت دل کچھ ہیں کھلا
آیا ہے آج نامۂ دلبر کھلا ہوا
ہم جانتے ہیں ناصح مشفق کے ہتھکنڈے
زہزن چھپا ہوا ہے یہ رہبر کھلا ہوا
لب پر ہمارے مہر خموشی لگی ہوئی
دل میں کسی کے شکوؤں کا دفتر کھلا ہوا
ماہ صیام میں بھی یہ رندان بے ریا
رکھتے ہیں پاس شیشہ و ساغر کھلا ہوا
خورشید حشر میں یہ ضیا پائیں کہاں
چہرہ کسی کا ہے سر محشر کھلا ہوا
حوریں بلائیں لیتی ہیں تیرے شہید کی
در خلد کا ہے قبر کے اندر کھلا ہوا
مہریں رقیب کرتے ہیں جا جا کے بزم میں
رکھا ہے میرے قتل کا محضر کھلا ہوا
دیکھا ہے اس نے کس کو یہ کس کا ہے منتظر
کیوں رہ گیا ہے دیدۂ اختر کھلا ہوا
ہجر بتاں میں واشد دل کی امید کیا
دیکھا ہے کس نے گنبد بے در کھلا ہوا
وہ تو کہ سب سے جس کی حقیقت چھپی ہوئی
یہ میں کہ جس کا راز سبھوں پر کھلا ہوا
جتنے ہمارے بھید تھے سب اُن پہ کھل گئے
ہے دشمنوں سے دوست مقرر کھلا ہوا
باب قبول ہند اگر ہو گیا تو ہو
رندوں پہ میکدے کا ہے در کھلا ہوا

صیاد مجھ میں طاقت پرواز ہی نہیں
کہنے دے ہے قفس کا اگر در کھلا ہوا

وہ اعتماد ابروئے خوش خم کدھر گیا
کیوں آج ہاتھ میں ہے یہ خنجر کھلا ہوا

دن رات جبہہ سا ہوں ترے آستان پر
قسمت لڑی ہوئی ہے مقدر کھلا ہوا

جم کی نمود جام سے باقی ہے دہر میں
ق
آئینے سے ہے حال سکندر کھلا ہوا

ایسا کوئی کہاں کہ ہو جسکے کلام میں
تیغ زبان داغ کا جوہر کھلا ہوا

وہ قد راست کیا ہے قیامت بعینہ
وہ چال کیا ہے فتنۂ محشر کھلا ہوا

کیا چیز ہے یہ درد محبت نہ پوچھیے
پنہاں رہے تو پھانس ہے نشتر کھلا ہوا

بیخود مرا کمال مری بے کمالیاں
بے جوہری مری مرا جوہر کھلا ہوا

وقف حسرت کر دیا مجھے تمنا کر دیا
ہائے دل کیا چیز تھا ہمنے اسے کیا کر دیا

آنکھ سے اوجھل ہوئے وہ ہم جہاں سے اٹھ گئے
کام اس پردے نے در پردہ ہمارا کر دیا

مر گئے فرط طرب سے مدعی ہم رشک سے
اک نگاہ لطف سے ظالم نے کیا کیا کر دیا

حسرت دیدار خوباں وہ تماشا ہے کہ ہائے
جو تماشائی ہوا اس کو تماشا کر دیا

حیف کی جا ہے اسی کے عشق میں ہم جان دیں
جس لب جاں بخش نے تمکو مسیحا کر دیا

اللہ اللہ رے ترے وحشی کا انداز فغاں
نالۂ مرغ چمن کا رنگ پھیکا کر دیا

واہ رے تاثیر میرے نالۂ و فریاد کی
بگڑے بیٹھے ہیں کہ ہم کو اپنے رسوا کر دیا

مر گیا بیمار الفت تو بلا سے مر گیا
تم یہی سمجھو کہ ہم نے اسکو اچھا کر دیا

جھکنے کب دیتی تھیں آنکھیں شوخیاں انکی مگر
شرم نے منع نگاہ بے محابا کر دیا

رنگ لایا ہے حقیقت کا مرا عشق مجاز
بتکدے کو دیکھ کر حج کا ارادہ کر دیا

منفعل کیا کیا ہوئے وہ کرکے وعدہ حشر کا
جب دمِ رخصت ہی میں نے حشر برپا کر دیا

ہجر کے غم میں بھلا صبر و سکوں کا کام کیا
اس شکیبائی نے مجکو ناشکیبا کر دیا

آدمی تو کام کے تھے ہیچ و ناکام ہم
اس دل خود کام نے لیکن نکمّا کر دیا

مجھ پر ستم رقیب کے حق میں کرم ہوا
غم پر یہ غم ہوا یہ الم پر الم ہوا

زاہد عبث رہیں ملال و الم ہوا
فکر نجات بھی کوئی ہجراں کا غم ہوا

دل عشق میں یہ خوگر رنج و الم ہوا
مجکو کوئی خوشی بھی ہوئی تو بھی غم ہوا

جو درد و غم نہ وادی دل میں سما سکا
وہ سر نوشت میں مری کیوں کر رقم ہوا

وہ میری ضد سے سوگ میں بیٹھے رقیب کے
الٹا مجھی کو موت کا ظالم کی غم ہوا

اس کے نصیب ہیں جس سے لاگ ہو
ہم پر ستم ہوا تو نہایت کرم ہوا

آزار دوست دل بھی کیسکو نہ دے خدا
بیتاب ہو گیا جو ذرا درد کم ہوا

تقدیر منحرف ہو تو تدبیر کیا کرے
شکر ستم بھی حق میں ہمارے ستم ہوا

اچھی کہی کہ تجکو مٹا کر رہیں گے ہم
کیا میں بھی کوئی غیر کا نقش قدم ہوا

اب کس طرح جیئں گے تیرے خوگر ستم
تو نے ستم سے ہاتھ اٹھایا ستم ہوا

پیش نظر ہیں کوثر و تسنیم و سلسبیل
ساقی کا جام میرے لئے جام جم ہوا

غم نے بڑھائی قدر دل بے قرار کی
کوڑی کا مال اس کی بدولت رقم ہوا

جوش ہوائے کوچہ دلدار کیا کہوں
کوسوں کا فصل میرے لئے دو قدم ہوا

ہمکو ترے ستم تو کرم سے عزیز ہیں
لیکن ستم ہوا جو عدو پر کرم ہوا

شکوہ جنوں عشق کا اور انکے سامنے
بابا زبان کٹ گئی یا سر قلم ہوا

دل بیقرار ہو گیا پیکاں کے نام سے
خنجر کو دیکھکر سر تسلیم خم ہوا

کچھ بھی نہ چل سکیں کی گرانجانیاں مری
قاتل اگر ذرا ترے خنجر میں دم ہوا

وہ کون ہے وہ ہیں ہی تو حرماں نصیب ہیں
جبکو خدا ملا نہ وصال صنم ہوا

آغاز رنج ہجر میں امید وصل تھی
انجام عیش وصل کا فرقت کا غم ہوا

اس شان سے گیا ہے مرا نامہ بر وہاں
گویا غریب راہی ملک عدم ہوا

اُس کے کرم کی ناصح نافہم کچھ نہ پوچھ
جسکے ستم پہ ہمکو گمان کرم ہوا

بیخود ہوس شباب کی پیری میں تا بہ کے
چھوڑو خضاب دانت گئے قد بھی خم ہوا

ردیف بائے موحّدہ

نبی کے نقش قدم سے بڑھا وقار عرب
بجا ہے گر کہوں تاج سر دیار عرب

قدم سے ہاتھ اُٹھا کر چلوں میں سر کے بل
قدم رسول ہے ایک ایک رہ گذار عرب

خدا کے نور کا مظہر رسول کا مسکن
نہ کس طرح دل عشاق ہوں نثار عرب

تم آبروئے زمیں ہو تم عزّت افلاک
تم اعتبار عجم ہو تم افتخار عرب

سُنا نہ تذکرۂ خلد مجکو اے واعظ
بسی ہوئی مری آنکھوں میں ہے بہار عرب

سدا گلاب شریعت کا ہے شگفتہ مدام
عجب دیار ہے نام خدا دیار عرب

زہے عروج کہ نعلین مصطفٰے کی طفیل
جبین عرش کا غازہ بنا غبار عرب

بنا وُں سُرمہ نہ کیوں دیدہ تمنا کا
کہ نورِ پاک سے پر نور ہے غبار عرب

زہے نصیب کہ بیخود غلام ہے اُس کا
خدا نے خلق کیا جسکو تاجدار عرب

مخلوق سب ستم کش گردُوں تباں ہے اب
بیکار محض گردش ہفت آسماں ہے اب

ہم مرگئے تو اُن کو سر امتحان ہے اب
کہدے کوئی وہ ظلم کا خوگر کہاں ہے اب

پردے سے پوچھتے ہو ترا دل کہاں ہے اب
پہلو میں میرے آؤ تو کہدوں یہاں ہے اب

دعوٰے وہ ضبط راز محبت کے کیا ہوئے
کیوں راز دن یہ زاری و آہ و فغاں ہے اب

آئینہ لے کے دیکھئے ہم سے نہ پوچھئے
راز وصال آنکھ سے کس کی عیاں ہے اب

یوں چپ ہوا ہوں حشر میں اُس بت کی رُو برو
گویا مرے دہن ہی نہ میرے زبان ہے اب

کچھ بیوفائیوں کا ٹھکانا نہیں رہا
میری زباں پہ اُن کی جفا کا بیاں ہے اب

میں ہجر میں حرام سمجھتا ہوں شغل مے
واعظ مری بلا سے جو تو بدگماں ہے اب

مجنوں کا حال میری حقیقت کے سامنے
گو سچ ہی کیوں نہو مگر اک داستاں ہے اب

کیوں چھیڑتا ہے اے فلک کینہ جو ہمیں
وہ ہم کہاں ہیں اب وہ طبیعت کہاں ہے اب

یہ آنکھ یہ نگاہ یہ چتوں یہ چشمکیں
وہ چشم وہ حجاب وہ پردہ کہاں ہے اب

رہتی ہیں اب تو دل میں اُنہیں کی تجلیاں
جو تھا خدا کا گھر وہ بتوں کا مکاں ہے اب

بے پردہ ہیں وہ داورِ محشر کے روبرو
ہاں اہل دید معرکۂ امتحاں ہے اب

حسرت وصال کی ہے نہ غم انتظار کا
بیخود ہے اور رنج فراق بتاں ہے اب

مجھ سے کب ہو سکا ادا مطلب
پوچھتے کیوں ہو تم مرا مطلب
عرض مطلب پہ ہنس کے کہتے ہیں
دل سے نکلے کبھی نہ نکلیں گے
اُن کے دل میں فقط جفا کا خیال
دودِ آہ و ہجوم حسرت سے
نہ انہیں خط ہی دے سکا قاصد
جانتے ہیں وہ میرے جی کی بات
میرے اظہار شوق پر بولے

اس مری چپ سے کھل گیا مطلب
مرے مطلب سے تم کو کیا مطلب
بس یہی ہے ہر اک کا مطلب
آرزو۔ شوق مدعا مطلب
میرے دل میں ہزارہا مطلب
دل ہی گھٹ گھٹ کے رہ گیا مطلب
نہ زبان سے ادا ہوا مطلب
اُن کو معلوم ہے مرا مطلب
آپ سے ہے واسطا مطلب

آپ اور ترک عشق کیوں بیہود
ہم سمجھتے ہیں آپ کا مطلب

ردیف تائے فوقانی

ابھی اس جنس کی ہے گرمی بازار بہت
دل کو دیتا ہوں تسلّی شب غم یہ کہہ کر
چارہ گر درد جگر ہی کا مجھے رونا ہے
لطف ملنے کا اسی سے ہے ملے دل جس سے
میکدے کا کہیں کرنا نہ ارادہ واعظ

دل زمانہ میں بہت دل کے خریدار بہت
اب سحر ہوتی ہے گھبرا نہ مرے یار بہت
دل سلامت ہے تو اس جان کو آزار بہت
یوں تو ہمدم ہیں بہت احباب بہت یار بہت
تم اکیلے ہو وہاں جمع ہیں میخوار بہت

کوئی معشوق ہو دنیا میں تو عاشق لاکھوں
کوئی مطلوب نہیں ورنہ طلبگار بہت

شادیٔ وصل میں مرنا ہے نہایت آساں
صدمۂ ہجر میں جینا بھی ہے دشوار بہت

دیکھو ہو جائے نہ آنکھوں سے گرانا مشکل
حسرتوں سے نہ کرو مجھکو گرانبار بہت

واقعی ربط ہے اُن سے تو چھپاؤ بیخود
دیکھو اچھا نہیں اس راز کا اظہار بہت

درماں ہے ہر اک درد کا آزارِ محبت
اچھا ہے جو اچھا ہو بیمارِ محبت

تھی دم سے مرے گرمیِ بازارِ محبت
اب جنسِ محبت نہ خریدارِ محبت

مٹ جائے نہ دل سے کہیں یہ درد کی لذت
کم ہو نہ الٰہی خلشِ خارِ محبت

کچھ فکر ہے دنیا کی نہ اندیشۂ عقبیٰ
آزاد ہے ہر غم سے گرفتارِ محبت

یہ میری جرأت ہے یہ میرا ہے کلیجہ
ہر شخص سے اُٹھتا ہے کہاں بارِ محبت

محشر میں کوئی دیکھتا زاہد کی ندامت
بخشے گئے جس وقت گنہگارِ محبت

مجھ سے نہیں نفرت ہے مرے دل سے نہیں لاگ
یہ طرز یہ انداز یہ اسرارِ محبت

ہم خوب سمجھتے ہیں یہ پہلو یہ لگاوٹ
اقرارِ محبت ہے یہ انکارِ محبت

آنکھیں تو یہی کہتی ہیں واقف بھی نہیں ہم
تم مُنہ سے کئے جاؤ اب اقرارِ محبت

غیروں کے جلانے کو وفا ہوتی ہے تم سے
یہ جورِ نہاں اور یہ اظہارِ محبت

ہر روز نیا درد ہے ہر وقت نیا کرب
اک رنگ پہ رہتا نہیں آزارِ محبت

دم لینے کی طاقت بھی نہیں ضعف سے بیخود
تم خاک اُٹھاؤ گے بھلا بارِ محبت

نہ کوئی چال سے ڈھائے قیامت
بہت دل میں نہ اترائے قیامت

اگر کرنی ہے مشق فتنہ خیزی — تو اُن کی ٹھوکریں کھائے قیامت
بڑا میداں ہی اُس وحشت کو درکار — بہت چھوٹا ہے صحرائے قیامت
نہ آئی اُسکے کوچہ سے یہانتک — اگر شل ہو گئے پائے قیامت
دم پرسش اُنہیں بیتاب دیکھوں — خدا ہے جلد آجائے قیامت
نظر میں ہے تری محشر خرامی — نہیں کچھ ہمکو پروائے قیامت
ہم اُن کے وعدہ فردا کو سمجھے — یہی فردا ہے فردائے قیامت
تری رفتار میں آنکھوں سے دیکھی — سُنا کرتے تھے فردائے قیامت
وہ عارض غیرت خورشید محشر — یہ سینہ رشک صحرائے قیامت
قیامت کا ہے اُسنے وعدہ — مزا ہے آج ہی آئے قیامت

اُٹھو بیخود چلو کوئے بتاں کو — بہت دیکھا تماشائے قیامت

یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں یہ پیاری پیاری رات — قیامت آئی نہ آیا کوئی جو ساری رات
شب وصال دل مضطرب نے کام کیا — تسلیاں مجھے دیتے رہے وہ ساری رات
ہیں اپنے نالوں کے قربان آہ کے صدقے — انھیں بھی چین سے سونے دی نہ ساری رات
وہ اپنے شام سے سوئے تو صبح کو اُٹھے — خبر ہے کیا انہیں کیونکر کٹی ہماری رات
یہ سوز ہجر نے تن من میں آگ بھڑکا دی — کہ شل شمع میں جلتا رہا ہوں ساری رات
لپٹ گئے اُنھیں بیساختہ بغیر کہے — یہ بیخودی میں ہوئی ہم سے ہوشیاری رات
ہمیں خبر نہیں تاریکی شب غم کی — ہمارے سامنے صورت رہی تمہاری رات
تم اور راحت و عشرت ہم اور حسرت و غم — تمہاری رات کہاں اور کہاں ہماری رات

شبِ فراق میں کیا کام برق و باراں کا
یہ میرے حال پہ کرتی ہی آہ و زاری رات

یہ دن پہاڑ سا کیوں کر بسر کروں بےخود
خوشی عبث ہے اگر خیر سے سدھاری رات

ردیف ثائے مثلثہ

سوئے عدو گیا عبث قصدِ فلک کیا عبث
ہیں نری ساری کوششیں نالۂ نارسا عبث

ہم کوئی باز آئیں گے آپ سے ہاتھ اٹھائیں گے
ظلم عبث ستم عبث جور عبث جفا عبث

شکوے شکایتیں مری بات کہی تو کیا کہی
ایسے ستم شعار پر آپ ہوئے فدا عبث

ہجر بتاں میں ہمنشیں زیست کا لطف ہی نہیں
میرے لئے دعا فضول میرے لئے دوا عبث

لطف تو ہے فراق میں عشق میں اشتیاق میں
وصل کی آرزو عبث دید کی التجا عبث

اب وہ ہنسی خوشی کہاں اب وہ شگفتگی کہاں
انکو سنایا وصل میں ہجر کا ماجرا عبث

اُسکو خوشی مجھے ملال ہجر یہاں وہاں وصال
غیر کا اور میرا حال سمجھے ہو ایک سا عبث

ایسے کرم کرم نہیں ایسے ستم ستم نہیں
لطف ستم نما فضول جور کرم نما عبث

آپ کی بات بات پر میں تو کہوں بجا درست
میرے بیان شوق پر آپ نے کہدیا عبث

میری وفا کا ماجرا اُنکی جفاؤں کا گلا
جسنے سنا کہا فضول جسنے سنا کہا عبث

دن کو خیال مہروش شب کو وصال ماہرد
حضرت بیخود آپ اب بنتے ہیں پارسا عبث

ردیف جیم تازی

تھامے ہوئے پھرتے ہیں وہ ہاتھوں سے جگر آج
کیا جذب محبت نے دکھایا ہے اثر آج

کون آتا ہے کیا بات ہے اے دیدۂ تر آج
کیوں جاتی ہے رہ رہ کے نظر جانب در آج

جاتی سوئے عرش بریں آہ سحر آج
یہ قہر خدا دیکھیے گرتا ہے کدھر آج

کہتا ہے کہ خط دیکھتے ہی پھاڑ کے پھینکا
باندھی ہے مرے قتل پہ قاصد نے کمر آج

کس وقت یہاں آئے وہ کب ہو گئی رخصت
یہ بیخبری ہے کہ نہیں یہ بھی خبر آج

پہلو میں وہ آرام دل غمزدگاں ہے
یارب مجھے ہو جائے نہ اپنی ہی نظر آج

کل گھر میں جو بیٹھے تھے مری آہ و فغاں پر
بیتاب کھڑے ہیں وہ سر راہ گذر آج

کیا دیکھ لیا آئینے میں تم نے کہو تو
کیوں اتنی پریشان ہے بیباک نظر آج

ہے وصل کی شب اب کوئی غم ہے نہ الم ہے
جسم آج ہے جاں آج ہے دل آج جگر آج

سو مرتبہ گھبرا کے یہ کیوں آئے ہیں لب پر
کیا ڈھونڈ رہا ہے مرے نالوں کو اثر آج

میخانہ کہاں آپ کہاں حضرت واعظ
کچھ خیر ہے تو یہ آ نکلے کدھر آج

غصے میں وہ کہتے ہیں کمر قتل پہ میرے
میں خوش ہوں کہ دیکھی تو سہی انکی کمر آج

آنسو ہی بجھائیں گے مرے دل کی لگی کو
تھمنا نہ قسم ہے تجھے اے دیدۂ تر آج

وہاں جذب محبت پہ یقیں بے اثری کا
یہاں روز یہ امید یہ کرتا ہے اثر آج

یہ میری طبیعت کہ ابھی کچھ ہے ابھی کچھ
وہ آپ کا وعدہ کہ ادھر کل ہے ادھر آج

آجائیں اگر وہ تو تعجب نہیں بیخود

آتی ہے مری آہ سے کچھ بوے اثر آج

ردیف حائے حطی

ابر میں ہے دیدۂ تر کی طرح
لائے ہیں کچھ داغ جگر کی طرح

میرے ہی سینے سے گذرتی ہے آہ
آہ ترے تیر نظر کی طرح

نورِ صباحت سے چمکتی ہوئی
وصل کی شام آئی سحر کی طرح

تیر ستم تیرے ستم دوست نے
سینہ میں رکھا ہے جگر کی طرح

وائے مقدر کہ نوید وصال
آتی ہے ماتم کی خبر کی طرح

دیدہ و دل دونو ہیں انکے مکاں
آکے رہیں شوق سے گھر کی طرح

ناوکِ دل دوز نگہ کا ہدف
کون بنے دل سے جگر کی طرح

جلوۂ حسن بتِ پردہ نشیں
آنکھ میں رہتا ہے نظر کی طرح

دیکھیں تو اب کون ہے بار ہجر
بیخود شوریدہ جگر کی طرح

ردیف خائے معجمہ

عدو گستاخ اور دلدار گستاخ
ہمیں ہونا پڑا ناچار گستاخ

کہوں کیا حال دل اُنسے کہ وہ ہیں
ستمگر بے وفا عیّار گستاخ

اُلجھنا حضرت ناصح نہ ان سے
کہ ہوتے ہیں ذرا میخوار گستاخ

لقب کیا کیا دئے بدخو نے ہمکو
غلط گو خود غرض مکار گستاخ

مزہ ہوتا جو واعظ سے ہم وعظ
اُلجھ پڑتے ذرا دو چار گستاخ

کہا کیا مینے یہ بھی تو بتاؤ
مجھے کہتے تو ہو ہر بار گستاخ

بگاڑے کام شرح آرزو نے
ہوئے ناحق لبِ اظہار گستاخ

تمہارے رازداں میں منتیں ہیں
تعجب کیا جو ہوں اغیار گستاخ

سزا پاؤگے گستاخی کی بیخود
کہا اُن کو اگر عیّار گستاخ

ردیف دال مُہملہ

جور و جفا نہ کیجے مہر و وفا کے بعد
دینا ہے کوئی زہر کسیکو دوا کے بعد

اُف رے یقین بے اثری دل بے جوش یاس
جینے سے مینے ہاتھ اُٹھایا دعا کے بعد

حوروں سے ہم بغل کبھی کوثر پہ بادہ نوش
کُھل کھیلے لوگ پرسش روز جزا کے بعد

کیا بھول جاؤنگا یہ غم جاں گداز ہیں
اب لطف کیا ضرور ہی جور و جفا کے بعد

قایم تو کر لیا انہیں عہد وصال پر
لیکن بڑے نیاز بڑی التجا کے بعد

کہتے ہو کچھ خجل نہیں ترک وفا سے تو
تم منفعل ہوئے ستم ناروا کے بعد

ظلم و ستم اُٹھا کے ہوئے تارکِ وفا
بیخود قصور وار ہوئے ہم سزا کے بعد

یہ نہیں بے درد ہوتے مہربان اہل درد
اس قدر پر درد تو ہوتا بیان اہل درد

درد و فرقت کی شکایت اور زبان اہل درد
توبہ توبہ حضرت دل ہی یہ شان اہل درد

شاد ماں ہوتے ہیں سن سنکر بیان اہل درد
کس قدر بیدرد نکلے دوستان اہل درد

جان دو بھیرے ہیں یا موت کے طالب ہیں
دشمنوں پر آپ کو کیوں ہی گمان اہل درد

وہ نہ آئیں گے اگر تو موت ہی آجائیگی
رائگاں ہرگز نہ جائیگی فغان اہل درد

سنکے میرا حال وہ بے درد کچھ گھبرا گیا
درد سے خالی نہیں ہوتا بیان اہل درد

زندگی سے تنگ یہ لاف مسیحائی انہیں
کیا کشاکش میں پڑی افسوس جان اہل درد

چھیڑ دیکھو کہتے ہیں سنکر فغان عندلیب
آپ بھی ہیں خیر سے ہمداستان اہل درد

ٹھن گئی جھیں یہی تو در گذر سے فائدہ
لیجئے دل چیر کر بھی امتحان اہل درد

دردِ دل دردِ جگر مال و متاع اہل دل
داغ دل داغ جگر جان جہان اہل درد

رحم کی خواہش نہ ہمدردی کی تجھ سے آرزو
سن تو لے بیدرد لیکن داستان اہل درد

درد تو بیخود ہیں سے اُنکو ہوتا ہے نصیب
ہے زمین کوئے جانان آسمان اہل درد

ردیف ذال معجمہ

ہمنے کس شوق سے اس شوخ کو لکھا کاغذ
اُسنے کس غیظ سے وہ پھاڑ کے پھینکا کاغذ

اب نئی طرز سے ملتا ہے ہمیں صاف جواب — بھیجدیتے ہیں لفافہ میں وہ سادا کاغذ

آگ لگ جائے مرے سوزِ الم کو یارب — جل گیا میں نے جب اُس شوخ کو لکھا کاغذ

وہ سمجھ جائیں گے قاصد مرے دل کا مطلب — دیکھنا پھاڑ کے پھینکیں گے وہ میرا کاغذ

پھر یہ ممکن ہی نہیں رحم نہ آئے اُن کو — پڑھ لیں اک بار مرے رنج و محن کا کاغذ

ہائے اک ہم ہیں کہ نامے کے ہوئے پرزے پرزے — اور اِک وہ ہیں کہ تعویذ ہے جن کا کاغذ

پڑھ کے بازو پہ جسے باندھ لیا بیخود نے — نہیں معلوم یہ آیا تھا کہاں کا کاغذ

ردیف راے مہملہ

رحیم امت شفیع محشر درود تم پر سلام تم پر — سحاب رحمت قسیم کوثر درود تم پر سلام تم پر

تمہارا جلوہ خدا کا جلوہ تمہارا رستا خدا کا رستا — تمہیں ہو ہادی تمہیں ہو رہبر درود تم پر سلام تم پر

نسب میں تم سب سے ہو گرامی حسب میں کل انبیا سے نامی — خطاب طاہر لقب مطہر درود تم پر سلام تم پر

تمہارا رتبہ ہے سب سے اعلیٰ کوئی ہوا ہے نہ کوئی ہوگا — تمہارا رہنما تمہارا رہبر درود تم پر سلام تم پر

وہی ہے بندہ خدا کا بندہ وہی بشر ہے خدا کا شیدا — جو تم کو سمجھا ہے بندہ پرور درود تم پر سلام تم پر

تمہارا کوچہ سپہر رفعت تمہارا روضہ ریاضِ جنت — تمہیں ہو نور خدا کے مظہر درود تم پر سلام تم پر

تمہیں ہو والی تمہیں ہو مولیٰ تمہیں سہارا ہو بیکسوں کا — شفیق امت حبیب داور درود تم پر سلام تم پر

نہ مجکو درکار جاہ و حشمت نہ ہیں طلبگار باغ جنت — بقیع میں دو زمین گز بھر درود تم پر سلام تم پر

خبر لو جلدی حبیب یزداں کہ آپ کا بیخود ثنا خواں
رہے نہ اب بیقرار و مضطر درود تم پر سلام تم پر

یہ جو بیتاب ہوا کرتے ہیں ہم تھم تھم کر
یاد آتے ہیں ترے جور و ستم تھم تھم کر

خوب جی بھر کے دم قتل مجھے دیکھ تو لیں
کاش یاد آئیں تجھے طرز ستم تھم تھم کر

جان ہی لینے کی ٹھانی ہے تو پھر دیر ہے کیا
اب ستم ہے جو کرو ہم پہ ستم تھم تھم کر

ایک سی طرز ادا ہو نہ اجیرن دل کو
لطف رہ جائے کرو جور و ستم تھم تھم کر

جب ہوئی غیر سے رنجش انہیں یاد آیا
میرے مرنے کا ہوا ان کو الم تھم تھم کر

جانتے ہیں مجھے دلدادہ انداز خرام
ناز سے اور اٹھاتے ہیں قدم تھم تھم کر

بات تو جب ہے کبھی صبح کی نوبت ہی نہ آئے
کھوئے وصل کی شب لطف کے ختم تھم تھم کر

سانس اکھڑا ہوا تھا نزع کا عالم تھا مگر
آپ کے آتے ہی چلنے لگا دم تھم تھم کر

غیر کا خوف ہے یا شرم کہ اس شوخ نے آج
وعدۂ وصل پہ کھائی ہے قسم تھم تھم کر

شیشۂ دل پہ نہ آجائے غبار اے بیخود
سانس لے تجھکو مرے سر کی قسم تھم تھم کر

دیکھی مائل تری رحمت جو گنہگاروں پر
رشک ہے زاہد نافہم کو میخواروں پر

رات بھر تیری ہی گردنمیں رہے واہ رے رحمت
رشک آیا ہمیں مرجھائے ہوئے ہاروں پر

لب جاں بخش کا ہے بسکہ تصور دل میں
موت کا بس نہیں چلتا ترے بیماروں پر

کیا لکھوں کس سے کہوں لذت آزار کا حال
جان دیتا ہے دل زار دل آزاروں پر

کبھی کہتا ہوں کہ دل ہی میں رہے راز نہاں
کبھی کہتا ہوں کہ ظاہر تو کروں یاروں پر

کیا کہیں الفت گیسو میں پریشانی دل
اک یہی رات ہے بھاری ترے بیماروں پر

کچھ وطن ہی کو نہ تھا داغ ہمارا بیخود
رحم غربت کو بھی آتا ہے ہم آواروں پر

منہ چھپانے لگے وہ مجھ سے پشیماں ہو کر / اور مشکل ہوئی مشکل مری آساں ہو کر
سخت جانی کا برا ہو کہ مرے قاتل نے / پھینکدی ہاتھ سے شمشیر پشیماں ہو کر
اتنی تاثیر تو ہو آہ سحر میں کہ وہ شوخ / بزم اغیار سے اٹھ جائے پریشاں ہو کر
دل بھی آمادہ ہے سینے سے نکل جانے پر / صاحب خانہ بھی اب رہتا ہے مہماں ہو کر
ضعف میں جوش جنوں طرفہ مصیبت آئی / رہ گیا ہاتھ مرا وقف گریباں ہو کر
وعدہ وصل تو کرتے ہیں مگر کہتے ہیں / کہ نہیں منہ سے نکلتی ہے مرے ہاں ہو کر

مضطرب تھا دل غمناک شب غم ایسا
رہ گیا بیخود بیتاب بھی حیراں ہو کر

کیجئے اب ظلم ہم پر دیکھ کر / دیکھ کر اے بندہ پرور دیکھ کر
سینہ تن جاتا ہے ذکر تیر پر / سر جھکا دیتا ہوں خنجر دیکھ کر
دیکھ کر میرے جنازے کو کہا / پاؤں پھیلائے ہیں چادر دیکھ کر
رنگ لائے گا کبھی یہ اضطرار / خوش نہ ہونا مجھکو مضطر دیکھ کر
کوئی جلوہ اپنا ہمکو تو دکھائے / دیکھیں غش آتا ہے کیونکر دیکھ کر
گردشیں اس نرگس مخمور کی / یاد آئیں دور ساغر دیکھ کر
ہمکو دنیا ہی میں یارب ایک حور / دے نہ دے بہتر سے بہتر دیکھ کر
پاؤں پھیلانا نہ اے دست جنوں / وسعت دامان محشر دیکھ کر
دل نہ بہ جائے لہو ہو کر کہیں / ہاں ذرا اے دیدۂ تر دیکھ کر

حیرت ہے حضرت بیخود یہ کیوں
رو رہے ہو جانب در دیکھ کر

دل میں تم شاد ہو نہ رخ زیبا پا کر
ہم تو کھو بیٹھے ہیں کیا جانے کیا کیا پا کر

ہدف تیر جفا تم مرا سینہ نہ بناؤ
حسرتیں دل کی نکل جائیں گی رستا پا کر

دیکھنے والوں کی آنکھوں ہی سے ہے قدر جمال
کوئی اترائے نہ دل میں رخ زیبا پا کر

چاروں میں بھی کانٹے کی طرح کھٹکے گی
شاد ہے کیا دل ناشاد تمنا پا کر

اب تو لوگوں کی ادائیں بھی ادا فہم ہوئیں
شرم رخصت ہوئی چتون کا اشارہ پا کر

دیتے ہو بیخودی شوق کے طعنے کس کو
آپ میں کون ہے اب آپ کو تنہا پا کر

جور سہ کر بھی نہ سنبھلا دل ناداں بیخود
ہم تو سمجھے تھے سمجھ جائے گا ایذا پا کر

وحشی ترے کیا جائیں بیاباں سے نکل کر
وحشت نہ گئی جب دل ویراں سے نکل کر

اس درجہ ہے وارفتہ رفتار قیامت
جاتی ہی نہیں کوچہ جاناں سے نکل کر

اے طالع بیدار عدو شرم کی جا ہے
یوں نیند بھرے چشم نگہباں سے نکل کر

بیتاب ہے حسرت دل بیتاب میں آ کر
حیراں ہے نظر دیدہ حیراں سے نکل کر

اس قافلہ اشک سے اتنا کوئی پوچھے
جائے گا کہاں دیدہ گریاں سے نکل کر

وابستہ گیسو کو ذرا آنکھ میں رکھئے
وحشی ہے نہ بھاگے کہیں زنداں سے نکل کر

کیا تار گریباں بھی گرفتار جنوں ہیں
کانٹوں سے الجھتے ہیں گریباں سے نکل کر

میں شکل سے بیزار انھیں نام سے نفرت
آفت میں ہے دل زلف پریشاں سے نکل کر

فردوس تو ہے آپ کی جاگیر مرے واعظ
ہم جائیں کہاں کوچہ جاناں سے نکل کر

دنیا میں اب ایسا بھی ٹھکانا نہ ملے گا
بچ جائے گی حسرت دلِ ویراں سے نکل کر

یہ قید ہے ہم پر کہ نہ جائے کہیں باہر
زنجیر کی آواز بھی زنداں سے نکل کر

جاں بخشیِ لعلِ لبِ جاناں کے کرشمے
دیکھیں تو خضر چشمۂ حیواں سے نکل کر

یہ تار گریباں نہیں اعجاز ہے ناصح
بنتا ہے رگِ جاں یہ گریباں سے نکل کر

دیکھو تو کرامات شہیدانِ محبت
جاؤ تو سہی گورِ غریباں سے نکل کر

بیخود کہیں میرا دلِ وحشی تو نہیں یہ
کیا چیز گری زلفِ پریشاں سے نکل کر

کیوں جائیں مرے دل سے غم دور کہیں اور
دنیا میں کہیں انکا ٹھکانا ہی نہیں اور

واعظ مجھے یاد آ گیا اُس کوچے کا عالم
ہاں اور سنا تذکرۂ خلدِ بریں اور

ہم اور ہی دُھن میں ہیں ہمیں اس سے غرض کیا
مانا کہ نہیں تم سا زمانہ میں حسیں اور

جتنا رخِ روشن کو چھپاتے ہیں وہ مجھ سے
اتنا ہی وہ ہوتا ہے مرے ذہن نشیں اور

اب اسمیں نہیں خاک نشینوں کا گذارا
اب ہے ترے کوچہ کا فلک اور زمیں اور

جنت میں بھی معشوق تو ہم لیکے رہینگے
حوریں نہیں تو آپ اگر آپ نہیں اور

کیا سجدہ گہِ خلقِ خدا ہے ترا کوچہ
ہر نقشِ قدم پر ہے جو اک نقشِ جبیں اور

تابِ رخِ روشن ہی نقابِ رخِ روشن
بے پردگیوں سے وہ ہوئے پردہ نشیں اور

سنکر مرے مرنے کی خبر رنج تو کیسا
برہم ہیں کہ کیوں میری جفائیں سہیں اور

اقرار میں انکار ہے انکار میں اقرار
ہاں اور ہے ظالم تری ہاں اور نہیں اور

میں اور کسی اور سے عشق اور محبت
اس آپ کے شک سے مجھے ہوتا ہے یقیں اور

ملجائے کہیں اک دلِ محروم تمنا
کچھ اسکے سوا ہمکو تمنا ہی نہیں اور

ہنستی نظر آتی نہیں اب تم سے ہماری
مانا کہ ہمیں اور ہیں بیخود نہ تمہیں اور

شاد ہوتے تھے جو مجکو وقت مردن دیکھکر
دیر تک رویا کئے وہ میرا مدفن دیکھکر

شرم سے غنچہ ہوا گل روئے روشن دیکھکر
کھل گئیں نرگس کی آنکھیں چشم پرفن دیکھکر

رحم آئے بھی اگر صیاد و گلچیں کو تو کیا
بجلیاں گرنے لگیں میرا نشیمن دیکھکر

اُف رے بے تاثیریاں میری فغان و آہ کی
مسکراتے ہیں وہ مجکو محو شیون دیکھکر

رحم کے پردے میں بھی اُسنے کیا مجھ پر ستم
سر نہ کاٹا میرا مجکو بار گردن دیکھکر

میں وہ مجنوں ہوں کہ جیب دست جنوں ہم گلا
ہاتھ کانٹوں نے بڑھائے میرا دامن دیکھکر

کاش میرے دل سے بھی پاس وفا جاتا رہے
انکو محو پاسداری ہائے دشمن دیکھکر

جلوہ گاہ ناز میں بھی ساتھ ہے جوش جنوں
دشت وحشت یاد آیا دشت ایمن دیکھکر

پھرتے ہیں گلزار میں میخوار کیا کیا باغ باغ
ابر رحمت اپنے سر پر سایہ افگن دیکھکر

ہائے وہ بزم طرب میں گریۂ پنہاں مرا
اور وہ اسکا مسکرانا سوے دشمن دیکھکر

گور میں یہ غم قیامت تک رُلائیگا مجھے
آبدیدہ کیوں ہوئے تم میرا مدفن دیکھکر

کس طرح لائیگا کوئی اُسکے نظارے کی تاب
گر پڑے غش کھاکے جب ہم صرف چلمن دیکھکر

وہ بھی کیا دل ہیں کہ جن میں گھر کئی بیداد ہو
شوخ آنکھیں دیکھکر مستانہ چتون دیکھکر

میرے سینے میں ہے وہ دل جسمیں ہے تیرا خیال
تیر سر کرنا ادھر او ناوک افگن دیکھکر

یہ بھی کوئی بیخودی ہے حضرت بیخود کہ آپ
رہنما سمجھے رہ الفت میں رہزن دیکھکر

سر تصدق دل فدا جان حزیں قربان کر
مدعی اسطرح اسکے وصل کا ارمان کر

اقربا روتے رہیں احباب سر پٹکا کریں
جا گئے والے تو اب سوتے ہیں چادر تان کر

کچھ کہوں تو کیا کہوں کچھ سنوں تو کیا سنوں
محو حیرت ہوں زباں تو گنگ ہوا کان کر

ہائے وہ بزم عدو میں بھول کر جانا مرا
اور وہ انجان بنجانا کسی کا جان کر

وصل میں بھی ہجر کا ہنگامہ ہے پیش نظر
صلح میں بھی تم تو بیٹھے ہو لڑائی ٹھان کر

پہلے بزم غیر میں بیٹھے رہے وہ بے حجاب
پھر خجل کیا کیا ہوئے دلمیں مجھے پہچان کر

ہم بھی دیکھیں کچھ بہاریں ہم بھی لوٹیں کچھ مزے
اپنی بزم خاص میں ہمکو کبھی مہمان کر

دیکھ لی اُن کی مسیحائی تو ہم نے دیکھ لی
اے اجل اب تو ہی جان زار پر احسان کر

بیخود مدہوش اب تو وہ ترے پہلو میں ہیں
اب تو آ کچھ ہوش میں اب تو بجا اوسان کر

ردیف زاے معجمہ

اے عون و معین شاہ و گدا سلطان الہند غریب نواز
اے عقدہ کشا کے عقدہ کشا سلطان الہند غریب نواز

ہر اک کی مدد ہے کام ترا الطاف و کرم ہے عام ترا
مشہور جہاں ہے نام ترا سلطان الہند غریب نواز

جو مجکو ملا وہ تجھ سے ملا جو مجکو دیا وہ تم نے دیا
تم ابر عطا تم بحر سخا سلطان الہند غریب نواز

دلبند حسین و جان حسن فرزند علی مخدوم زمن
مطلوب نبی مرغوب خدا سلطان الہند غریب نواز

سُن بہر خدا فریاد مری بیخود داد طلب ہے داد مری
والا گہرا فریاد رسا سلطان الہند غریب نواز

پامال غم و آلام ہوں میں محروم ہوں میں ناکام ہوں میں
اے وا اسفا اے وا اسفا سلطان الہند غریب نواز

بندہ مری امداد کرو ناشاد ہوں مجھکو شاد کرو ۔۔۔ اے پشت و پناہ خلق خدا سلطان الہند غریب نواز

تم چشم و چراغ شاہ امم تم شاہ عرب تم شاہ عجم ۔۔۔ تم کان کرم تم باب عطا سلطان الہند غریب نواز

ہے تجھ پہ عیاں سب حال مرا کچھ شان کرم مجھکو بھی دکھا ۔۔۔ کہتا ہے تجھے ہر شاہ و گدا سلطان الہند غریب نواز

منجدھار میں ہوں طوفان ہے بپا چھائی ہے گھٹا گھر گھر کے ۔۔۔ بیکس کا سفینہ پار لگا سلطان الہند غریب نواز

بیخود سے تغافل یوں تا کے یہ کچھ بھی نہیں مداح ہے تو
دے اسکو ثنا خوانی کا صلا سلطان الہند غریب نواز

معین شاہ و گدا خواجۂ غریب نواز ۔۔۔ کفیل ما و شما خواجۂ غریب نواز

ترے قدم سے ترے دم سے خطۂ اجمیر ۔۔۔ ریاض خلد بنا خواجہ غریب نواز

خدائی تجھ پہ فدا ہے تو ہے خدا نازاں ۔۔۔ کہ تو ہے محو خدا خواجہ غریب نواز

خطا شعار کو بخشا شرف حضوری کا ۔۔۔ زہے یہ تیری عطا خواجہ غریب نواز

تمہیں سے ہونگی یہ دشواریاں مری آساں ۔۔۔ تمہیں ہو عقدہ کشا خواجہ غریب نواز

تمہیں کو لاج ہے میری کہ میں تمہارا ہوں ۔۔۔ بھلا ہوں یا کہ برا خواجہ غریب نواز

تمہیں ہے ناصر و حامی مرا زمانے میں ۔۔۔ کوئی تمہارے سوا خواجہ غریب نواز

تمہیں سے ہی بنے گی میں بھی لگا مراد ۔۔۔ تو پھر یہ دیر ہے کیا خواجہ غریب نواز

تمہیں بتاؤ کہاں جا کے ہاتھ پھیلائے ۔۔۔ تمہارے در کا گدا خواجہ غریب نواز

تمہارا لطف و کرم ہو تو پار ہو بیڑا ۔۔۔ دم جزا و سزا خواجہ غریب نواز

یہ تشنہ لب بھی ہو سیراب جام عرفاں سے ۔۔۔ محیط جود و سخا خواجہ غریب نواز

صلائے عفو و کرم خواجہ معین الدین ۔۔۔ نگاہ لطف و عطا خواجہ غریب نواز

اگر ہے فکر و تردد کا سامنا بیخود

تو وردِ لب رہے یا خواجہ غریب نواز

ہے خیالِ رخ و گیسوے معنبر شب و روز
کیا کہیں ہم کہ بسر ہوتے ہیں کیونکر شب و روز

اب تو محرومیِ تقدیر کا رونا ہے مجھے
اب تو ہے وردِ زباں ہائے مقدر شب و روز

کہیں یہ میری ہی روداد مصیبت تو نہ ہو
لکھتے ہیں کاتب اعمال جو دفتر شب و روز

نہ خوشی صبح کے ہونیکی نہ کچھ شام کا غم
تیرہ روزی کی بدولت ہیں برابر شب و روز

رات دن جنبشِ مژگاں کا تصور ہے مجھے
میرے سینے میں کھٹکتا ہے یہ نشتر شب و روز

کیوں فلک آٹھ پہر مجھکو تو راحت نہ ملے
اور سویا کرے یوں میرا مقدر شب و روز

رات کے لطف ہیں بیخود نہ مزے کچھ دن کے
یوں گذرنے کو گذرتے ہیں برابر شب و روز

ردیف سین مہملہ

کوئی آ بیٹھے ذرا چلمن کے پاس
بچ رہا ہے دل مرا دشمن کے پاس

دوستی سے ہو گئے بیزار ہم
اُنکو بیٹھا دیکھ کر دشمن کے پاس

ہے جنوں میں بھی یہاں تک پاسِ وضع
ہاتھ جا کر رہ گیا دامن کے پاس

زندگی کو موت پر سو رشک آئے
کوئی جب آیا مرے مدفن کے پاس

قبر میں بھی کیا نہ لینے دو گے چین
جاؤ کیوں بیٹھے ہوا مدفن کے پاس

دستِ وحشت کی درازی دیکھ کر
خود گریباں آ رہا دامن کے پاس

ہاں ذرا اے خنجر کیں دیکھنا
اس کا گھر بھی ہے رگِ گردن کے پاس

ہائے محرومی نگاہ شوق کی
پردۂ حیرت بھی ہے چلمن کے پاس

اگر پڑی تھک کر نگاہ اشتیاق
اب تو آ بیٹھو ذرا چلمن کے پاس

حسرتوں میں یاس بیخود کیا کہوں
برق نے گھر کر لیا خرمن کے پاس

ردیف شین معجمہ

یہی ہے گر مرے بخت سیاہ کی گردش
تو بھول جاؤں گا اُنکی نگاہ کی گردش

نظر پڑی ہے کسی کی نگاہ کی گردش
یہ بے سبب تو نہیں مہر و ماہ کی گردش

چلا ہے غیر تری بزم کو اسے مل جائے
خدا کرے کسی گم کردہ راہ کی گردش

خدا بچائے بتوں کی نظارہ بازی سے
مری نظر میں ہے انکی نگاہ کی گردش

چلے تھے کوئے بتاں کو حرم میں آ نکلے
یہ ہے نصیب کی گردش کہ راہ کی گردش

ہمارے نالۂ سوزاں کا سدِ راہ ہوا
یہ دیکھئے فلکِ کینہ خواہ کی گردش

ہمیشہ قیدی زلف بتاں ہے بیخود
مگر یہ آپ کے بخت سیاہ کی گردش

ردیف صاد

ہو گئی جان کو آزار کی حرص
ہیچ ہی بڑھ جاتی ہی بیمار کی حرص

ظلم سے ہاتھ اٹھایا اس نے
کام آئی مرے آزار کی حرص

سیر ہوتا نہیں غم کھانے سے
اللہ اللہ رے دل زار کی حرص

مر گئے دیکھ کے مرنا میرا
دیدنی ہے مرے اغیار کی حرص

کیوں نہ ہو حشر جہاں میں بدنام
اس نے کی تھی تری رفتار کی حرص

بوند تک اب نہیں باقی اے ابر
اور کر دیدۂ خونبار کی حرص

اس ترے ساغر مے سے ساقی
مٹ چکی بیخود مے خوار کی حرص

ردیف ضاد

مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے غرض
ہمکو تو بس ہے ایک ترے نام سے غرض

در پردہ تمکو مجھ سے تعلق اگر نہیں
پھر روز روز نامہ و پیغام سے غرض

خاموش اسطرح سے ہوں گویا کہ بزم میں
ساقی سے کام ہے نہ مجھے جام سے غرض

تمکو بلاکشوں کی مصیبت سے کام کیا
خود کام کوئی رکھتا ہے ناکام سے غرض

بیخود یہ وصل میں بھی اگر مضطرب رہا
رکھیں گے پھر نہ ہم دل ناکام سے غرض

ردیف طاء

وہ اور مجھ پہ لطف وکرم کی نظر غلط
میں اور ان کے جور وستم سے حذر غلط

غیروں کے ساتھ رات ہوئیں بادہ نوشیاں
گر یہ نہیں تو ہے گلۂ دردِ سر غلط

آتا ہے دل کو وہم تمہا خیریت تو ہے
پڑتے نہیں کیوں قدم ترے اے نامہ بر غلط

وصلِ عدو کے ذکر سے محجوب کیوں تھے
کہدیجئے کہ محض غلط سر بسر غلط

کچھ بھی نہیں وہ جسکا اُنھیں کچھ اثر نہیں
یہ دردِ دل دروغ یہ سوزِ جگر غلط

میں اور عشق اور کسی کا بجا درست
تم اور عدو سے ربط غلط سر بسر غلط

غیروں سے کیا اُسے جسے ہم سے ہو اجتناب
ہے یہ خیال بیخودِ شوریدہ سر غلط

ردیف ظاء منقوطہ

کیوں آ کے میکدے میں ادھم مچائے واعظ
مسجد میں معتکف ہو کعبہ کو جائے واعظ

محشر میں کیا مزہ ہو گر حکم کبریا ہو
جنت میں جائیں میکش دوزخ میں جائے واعظ

پہلے تو میکشوں پر کرتے رہے تبرّے
جب رنگ اور دیکھے پھر رنگ لائے واعظ

کر دے اگر اشارہ ساقی کی چشم میگوں
بھر بھر کے میکشوں کو ساغر پلائے واعظ

سنکر بیان جنت بڑھتی ہے دلکی وحشت
کہدو کوئی مزے کا قصہ سنائے واعظ

جنت میں اور خوش رو ایسا کہاں ملیگا
حوریں ضرور ہونگی ہاں مبتلائے واعظ

ہیں اُنکو چھوڑ دونگا میں ترک مے کرونگا؟
گو جان کھائے ناصح گو سر پھرائے واعظ

ہم دیکھ کر بتوں کو کلمہ پڑھیں نہ ان کا
حوروں کا نام سنکر ایمان لائے واعظ

دشوار زندگی ہے ہاتھوں سے انکے بیخود
ناصح اگر ٹلے تو تشریف لائے واعظ

ردیف عین

کیوں ہو ہماری چاہ کی عالم کو اطلاع
بس اُن کو اطلاع ہو یا ہمکو اطلاع

اُلجھے ہوئے ہر ایک شکن میں ہیں لاکھ دل
ہے کچھ تمھارے گیسوئے خوش خم کو اطلاع

پیغام بر سے سُنکے مرے غم کا ماجرا
کہتے ہیں وہ ذرا بھی نہ کی ہم کو اطلاع

زاہد وہ مجھ سے حشر میں مانگے کا خود پناہ
ہے میرے سوزِ دل کی جہنم کو اطلاع

بیخود نصیحتوں سے جلاتا نہ دل مرا
ہوتی جو سوزِ عشق کی ہمدم کو اطلاع

ردیف غین

اللہ رے سوز غم کی بدولت بہار داغ
دل ہے فدائے داغ جگر ہے نثار داغ

تارے تو بار ہا شب فرقت میں گن لئے
لیکن نہ ہو سکا کبھی ہم سے شمار داغ

دل کا پتہ رہا نہ جگر کا پتہ رہا
سینہ میں اک جلن ہی فقط یادگار داغ

جبتک کیا نہ سینۂ سوزاں کو چاک چاک
آیا کسی طرح نہ انھیں اعتبار داغ

عادت بھی کیا بلا ہے کہ جسکے طفیل میں
رہتا ہے روز دل کو مرے انتظار داغ

سینے میں اک جگر ہی نہیں خواستگار درد
پہلو میں ایک دل بھی ہے امیدوار داغ

ہنس ہنس کے وہ نمک جو چھڑکتے ہیں بار بار
کہتا ہے دل فدائے جراحت نثار داغ

سوز جگر سے دیدۂ تر خشک ہو گئے
بیخود ہرا بھرا ہے مگر لالہ زار داغ

ردیف فا

آفت ہے دام زلف قیامت ہے دام زلف
وہ بھی پھنسا بلا میں سنا جس نے نام زلف

ابر سیاہ و سنبل و زنجیر و دام و شب
کیا کیا ہیں وحشیان محبت میں نام زلف

مہکے ہزار سنبلِ تر اُسکو کیا غرض
ہے اپنی بوئے خوش سے معطر مشام زلف

اے چشم محو دیدہ یہ تیرے نہ ہے نصیب
ہے تجھ میں نور صبح رخ و رنگ شام زلف

سلجھائے ہیں آج وہ گیسوئے عنبر با
ہیں طرفہ کشمکش میں اسیرانِ دام زلف

تم مُنہ لگاؤ اِسکو خوشا اقتدار خال
تم سر چڑھاؤ اُسکو نہ ہے احتشام زلف

الجھے ہیں بال بال میں لاکھوں گناہگار
بیخود ہمیں نہیں ہو گرفتارِ دامِ زلف

ردیف قاف

آرزو درد کی آزار کا شوق
ہائے رے عشق کے بیمار کا شوق

دل عاشق کو جلانا ظالم
اس قدر گرمی بازار کا شوق

حشر میں وہ مے کوثر دیگا
اُس کو روشن ہے گنہگار کا شوق

ہر لب زخم تن زار کو ہے
بوسہ ہائے لب سوفار کا شوق

اگئی اُن سے کدورت دل پر
ملگیا خاک میں دیدار کا شوق

اپنی قسمت کو کہاں تک روئیں
شوق اور تم سے جفاکار کا شوق

آہ وہ اُس ستم ایجاد کے جور
ہائے یہ اس دل بیمار کا شوق

حسرت و غم کا ٹھکانا نہ رہا
دل میں گھر کر گیا دیدار کا شوق

غم دل ضبط کی قابل بیخود
ہمکو کمبخت ہے اظہار کا شوق

ردیف کاف

نہ مانا دلِ بیتاب و بیقرار کی ایک
یہ بات تو نے کبھی پندگو ہزار کی ایک

وہ اُس کا شورِ تبسم وہ خندۂ نمکیں
دوا وہی تو ہے میرے دلِ فگار کی ایک

یہ فرق ہے کہ وہ سب کے لئے یہ میرے لئے
فضا ہے ورنہ بہشت اور کوئے یار کی ایک

زمانہ برق جہاں سوز جس کو سمجھا ہے
جھلک ہی وہ بھی مرے آہ شعلہ بار کی ایک

دکھا چکی ہے مجھے ابتدائے الفت میں
ہزار حشر کے دن رات انتظار کی ایک

جو فرق ہے وہ نظر باز ہی سمجھتے ہیں
نظر تو کہنے کو ہے مست و ہوشیار کی ایک

کبھی وہ کرتے ہیں باتیں تو اسطرح ہم سے
عتاب و قہر کی سو ہوں اگر تو پیار کی ایک

یہ چپیاں یہ معما بتائے بیخود
جہاں سُنار کی سو ہیں وہاں لُہار کی ایک

ردیف لام

مرحبا صلّی علےٰ ماہ ربیعُ الاول
دل و جاں تجھ پہ فدا ماہ ربیعُ الآول

غم ربا عیش فزا ماہ ربیع الاول
دردِ عصیاں کی دوا ماہ ربیعُ الآول

عالم عالم ترے انوار سے معمور ہوا
مرحبا صلّ علےٰ ماہ ربیع الاوّل

شب تارہن تیاب برافروز چو روز
بے حجابانہ بیا ماہ ربیع الاوّل

قدر اسکی کوئی عشاق کے دل سے پوچھے
جو دکھاتا ہے مزا ماہ ربیع الاوّل

صف بصف بزم میں استادہ ہیں کیوں حور و ملک
کون آتا ہے بتا ماہ ربیع الاوّل

یا الہیٰ بطفیل شہ بطحا مجھ کو
اب کے طیبے میں دکھا ماہ ربیع الاوّل

عاشقان ہیں جامے سے باہر کیوں ہیں
کون سا پھول کھلا ماہ ربیع الاوّل

یہ تری خوشبو سے معطّر ہے مشام بیخود
واہ وا صلّ علےٰ ماہ ربیع الاوّل

عدو کی لاش نہیں کوئے یار کے قابل
یہ سرزمیں ہے ہمائے مزار کے قابل

دل ستم زدہ پامال صد خزاں ہی رہا
فلک یہ باغ نہ تھا کیا بہار کے قابل

بجا ہے آپکے وعدے تو سب درست و بجا
ہماری بات نہیں اعتبار کے قابل

سنا فسانۂ منصور حضرت واعظ
کہ حق کہے سے ٹھہرتے ہیں دار کے قابل

عدو کی خاک عبث پائمال کرتے ہو
یہ منزلت تو ہے اس خاکسار کے قابل

غم فراق میں تاب و تواں کو رو بیٹھے
رہے نہ رنج شب انتظار کے قابل

سنو سنو کہ دل آیا ہے تم پہ بیخود کا
یہ واقعہ ہے بڑے افتخار کے قابل

ناصح اگر خدا ہمیں دیتا ہزار دل
ہر روز ہم تو کرتے بتوں پر نثار دل

کیا ہوا اگر ستانے پہ باندھے وہی کمر
جنکی تسلیوں نے کیا بیقرار دل

شوخی وہی ادا ہی تلون وہی کشش
لٹتا ہوا ہے اُنسے مرا بیقرار دل

اُٹھی تو ہر ادا ہے طلبگارِ دل مگر
لائیں کہاں سے روز نیا جاں نثارِ دل

داغوں سے لالہ زار بنا ہے فراق میں
کیا کیا دکھا رہا ہے خزاں میں بہارِ دل

آتے ہیں بہرِ قتل وہ خنجر لیے ہوئے
آگاہ باش جانِ حزیں ہوشیارِ دل

آخر ہمیں بھی تو نے ملایا نہ خاک میں
اُف رے کدورتیں تری ای پُر غبارِ دل

سیلِ سرشکِ خوں سے ہے ابرِ بہار آنکھ
داغِ فراقِ یار سے ہے لالہ زارِ دل

اِن کی نظر بدلتے ہی یہ بھی بدل گیا
بیخود ہوں میں مگر ہے بہت ہوشیارِ دل

وہ ہم نہیں جو کسی سے کہیں کسی کا حال
عبث چھپاتے ہو ہم سے تم اپنے جی کا حال

مری زباں سے وہ سُنتے نہیں کسی کا حال
یہ وہم ہے کہ نہ کہدے یہ اپنے جی کا حال

نہ پوچھو وصل کی شب میری بیخودی کا حال
کہ پوچھتے تھے وہ گھبرا کے میرے جی کا حال

وہ کہتے ہیں شبِ فرقت کا ماجرا سُنکر
ہر اک کو ہے یہی رونا یہ ہے سبھی کا حال

ابھی سُنی نہیں تم نے ہمارے دل کی بات
ابھی کھُلا نہیں تم پر ہمارے جی کا حال

میں سوزِ آتشِ ہجراں کہوں تو کس سے کہوں
کہ جانتے ہی نہیں لوگ اس لگی کا حال

رقیب اپنا فسانہ کہے سُنو تم حیف
وہی ہو تم کہ جو سنتے نہ تھے کسی کا حال

یہ مدعا ہے یہ اپنی نہ کہہ سکے ورنہ
وہ اور مجھ سے سنیں میری مدعی کا حال

سُنے تو کون سُنے داستانِ غم **بیخود**
کہوں تو کس سے کہوں اپنی بیخودی کا حال

کسکا ماتم کسکا نوحہ کیسی چادر کسکے پھول
سُوکھتے ہی ہیں مزارِ عاشقِ مفلس کے پھول

تیرا چہرہ تیرے گیسو تیری آنکھیں دیکھکر
کون دیکھیگا گلاب و سُنبل و نرگس کے پھول

کون لائیگی خرامِ ناز اُن کی باغ میں
خاک میں ملجائینگے میری طرح بس بس کے پھول

فصلِ گُل ہے اے دلِ وحشی گلستاں کو نہ چھوڑ
جب خزاں آئیگی تو ناداں کسکے پھل اور کسکی پھول

بعدِ مُردن بھی تری آنکھیں مری آنکھوں میں ہیں
میری تربت پر کھلینگے دیکھنا نرگس کے پھول

مرٹے لاکھوں عدو اداروہیں اُن کو دیکھکر
دیکھیئے پھولوں میں میرے ہوتے ہیں کس کسکے پھول

مدعی اور اُسکے باسی ہار بیخود ہائے ہائے
ہاتھ آئے خوبیِ قسمت سے کس بجیں کے پھول

ردیف میم

اُس زلفِ خم بخم کے ہیں زندانیوں میں ہم
بیڈھب پھنسے ہوئے ہیں پریشانیوں میں ہم

قُربان کرتے بختِ رسا پر دل و جگر
ہوتے جو اس نگاہ کے قُربانیوں میں ہم

زلفِ درازِ یار کے زندانیوں میں دل
تیغِ نگاہِ یار کے قُربانیوں میں ہم

کہتی ہے آہِ شعلۂ نازِ جحیم سے
کچھ تجھ سے کم نہیں شرر افشانیوں میں ہم

بیخود یہ دل رہا تو رہیں گے تمام عُمر
مصروف تیرِ یار کے مہمانیوں میں ہم

کہتے ہو حشر میں فریاد کروگے کیا تم
تم کہو وہاں بھی یہ بیداد کروگے کیا تم

خاک میں میری کدورت نے ملایا مجکو
مجھ سے بڑھ کر مجھے برباد کروگے کیا تم

شیوۂ مہر و مُروت تمہیں آتا ہی نہیں
کسی ناشاد کا دل شاد کروگے کیا تم

کیا کہے جاتے ہو کیوں تم ہمیں کیا کہتے ہو
لو سُنو کہتے ہیں جلاد کروگے کیا تم

اُسکے ہاتھوں نہ ملا چین مجھی کو دم بھر
مجھ سے لیکر دلِ ناشاد کروگے کیا تم

دل میں کچھ سوچتے ہو غیر کی تعریف کے بعد
اب کے حق میں کچھ ارشاد کروگے کیا تم

بیخودی سے تمہیں فرصت ہی نہیں ہے بیخود
صفتِ حسنِ خداداد کروگے کیا تم

خطا کسیکی ہو لیکن ہمیں ستاؤ تم
ہمارے ضبط کو ہر طرح آزماؤ تم

رقیب کی نہ محبت کو آزماؤ تم
زہے نصیب ہمیں کو اگر ستاؤ تم

شبِ وصال جو بس میں ہیں ہمارے آؤ تم
تمہیں سے پوچھیں کہ اب کیا کریں بتاؤ تم

ہجوم شوق سے بیخود ہوں اب حیا کیسی
ادھر کو منہ تو کرو آنکھ تو ملاؤ تم

خدا وہ دن بھی دکھائے وہ وقت بھی لائے
کہ تم سے روٹھ رہوں میں مجھے بتاؤ تم

تمہاری باتوں کی شیدا ہیں ورنہ ذکرِ عدو
بغور بیٹھے ہوئے ہم سنیں سناؤ تم

یہی خوشی ہے تمہاری تو ہم بھی راضی ہیں
بلاؤ خیر ہمیں خاک میں ملاؤ تم

تمہارا غم بھی ہے ہمیں تمہاری حسرت بھی
سمجھ کے اب دلِ ناشاد کو ستاتا ہم

نرالی طرزِ جفا تو تمہیں بتاتا ہوں
عدو کے ساتھ مرے پاس روز آؤ تم

وہ آئے گورِ غریباں میں تو یہ شور اٹھا
قسم ہے تمکو جو آگے قدم بڑھاؤ تم

یہ دستِ شوق نزاکت کی قدر کیا جانیں
دعا کرو مرے بس میں کبھی نہ آؤ تم

وہ تم سے ملنے کو آتے ہیں حضرت
اب آدمی تو بنو ہوش میں تو آؤ تم

وہ کہتے ہیں نہیں یہ نام کچھ خدا کا نام
ہمارے سامنے کیوں لے کوئی وفا کا نام

تمہیں پسند نہیں تو ہمیں بھی نفرت ہے
یہی نہ کہدو قضا بھی ہے اس ادا کا نام

بجا ہے دل میں تمہارے نہیں جفا کا خیال
بجا ہے آنکھ میں میری نہیں حیا کا نام

یہی ہے وردِ زباں اب تو بیٹھتے اُٹھتے
کسی کا نام نہیں ہو گیا خُدا کا نام

تمہیں پسند نہیں تو ہمیں بھی نفرت ہے
نہ لینگے تو کبھی بھُولے سے بھی وفا کا نام

بجا ہے دل میں تمھارے نہیں جفا کا خیال
بجا ہے آنکھ میں میری نہیں حیا کا نام

یہ شوق مر گئے ہیں کروٹ بدل کر اُٹھ بیٹھا
کسی نے جب سرِ بالیں لیا قضا کا نام

نگاہِ شوق کی دلداریاں کیئے جاؤ
نہیں تو خلق میں رُسوا ہوا حیا کا نام

کہا جو اُن سے کسی نے کہ مر گیا بیخود
بِلا جواب ہمیشہ رہے خُدا کا نام

غرض کے یار ہو مطلب کے آشنا ہو تم
وفا کی بُو نہیں تم میں وہ بیوفا ہو تم

جفاؤں پر میں جفائیں کروں بنا ہو تم
خُدا بھی چاہیے تو اُلٹا مجھی کو چاہو تم

تمھارے ڈھنگ کھُلے کہ رہے ہیں حضرتِ دل
ہمیں ڈبو کے رہو گے جو آشنا ہو تم

بگاڑ میں بھی سہی لذّتیں مگر صاحب
بناہ میں بھی مزہ ہے اگر بنا ہو تم

وُہ ہیں کہ جان کا اپنی ہی مدّعی ہو مَیں
وُہ تم کہ میرے ہی دشمن کا مدّعا ہو تم

تم اس مکاں کے مکیں یہ مکاں تمھارا گھر
جدا نہ کر وُہ مرے دل سے کیوں جدا کا نام

چھپاؤ لاکھ محبت کو تم مگر بیخود
تمھاری آنکھ یہ کہتی ہے مُبتلا ہو تم

وُہ بے مزہ ہوئے ہم سے رہے ملال میں ہم
یہ جانتے تو کرتے گلہ وصال میں ہم

مزہ تو دیدہ و دل کے لگاؤ کا یہ ہے
ہماری آنکھ میں تُو ہو تری خیال میں ہم

اُنھیں وصال سے نفرت ہے اور ہمیں ارمان
اُسی خیال میں وُہ بھی ہیں جس خیال میں ہم

ہمیشہ ہوتی ہے دُنیا میں دل کو دل سے راہ
وُہ جانتے ہیں کہ رہتے ہیں کس خیال میں ہم

ہمارے دل کو جو دھن ہے وہ کوئی کیا جانے
کسے خبر ہے کہ ہیں محو کس خیال میں ہم

وہی تو حشر ہے یہ اس کا خوف کیا ہو
جو دیکھتے تھے ہمیشہ کسی کی چال میں ہم

وہ منفعل ہیں جفا سے تو ہم وفا سے خجل
اک انفعال میں وہ ہیں اک انفعال میں ہم

جمال دوست ہیں یا رب ہمیں جمال دکھا
کرینگے عرض یہ درگاہ ذوالجلال میں ہم

کوئی نظیر نہیں اپنا بے کمالی میں
مگر جہان میں یکتا ہیں اس کمال میں ہم

یہ ٹھن گئی ہے کہ جوبن کسی کا لوٹیں گے
لگائے بیٹھے ہیں حصہ پرائے مال میں ہم

وہ کہتے ہیں کہ بہت بیقرار رہتے ہیں
شب فراق میں **بیخود** شب وصال میں ہم

بے سبب کب نالہ ہائے بے اثر کرتی ہیں ہم
اس بہانے سے بھی انکے دل میں گھر کرتی ہیں ہم

دم لبوں تک آچکا ہے اضطراب شوق میں
لو خبر ورنہ اجل کو اب خبر کرتے ہیں ہم

بات بگڑی یا بنی یا تن گئے یا من گئے
شکوہ انکا کچھ سمجھ کر سوچ کر کرتے ہیں ہم

یاد ہے دامن چھڑا کر صبح کو جانا ترا
حشر برپا روز اب وقت سحر کرتے ہیں ہم

اس ادا سے زیب محفل انکو دیکھا ہے کہ ہائے
رشک دشمن سے بھی اب قطع نظر کرتے ہیں ہم

پھر نمک افشاں ہے اس شوخ تبسم کا خیال
پھر تلاش مرہم زخم جگر کرتے ہیں ہم

طول ہے ذکر جدائی تو سنو شوق وصال
لو سخن کوتاہ قصہ مختصر کرتے ہیں ہم

حضرت **بیخود** کہیں کیا طول شبہائے فراق
مختصر یہ ہے کہ مر مر کر سحر کرتے ہیں ہم

ردیفِ نون

آسماں درپئے بیداد ہی غوث الثقلین
وقتِ نصرت دمِ امداد ہی غوث الثقلین

جسکے پرتو سے ہوں فرخ لقائی بشر نورانی
وہ ترا حسنِ خداداد ہی غوث الثقلین

فیض سے اُسکے ہی معمورۂ عالم معمور
رونقِ عالمِ ایجاد ہی غوث الثقلین

محیٔ دینِ نبوی اُسکا لقب زیبا ہے
نام روشن کنِ اجداد ہی غوث الثقلین

جتنے مرشد ہیں سمجھتے ہیں وہ مرشد اپنا
واہ کیا صاحبِ ارشاد ہی غوث الثقلین

آپ ہی گر نہ سنیں ہے تو سنیگا پھر کون
آپ ہی سے مری فریاد ہی غوث الثقلین

آپکا بندہ ہوں اور غم سے پراگندہ ہوں
حیرت افزا مری روداد ہی غوث الثقلین

لب وہ ہیں جنکا وظیفہ ہی ترا اسمِ شریف
دل وہ ہی جسمیں تری یاد ہی غوث الثقلین

سب کو بھولا ہے تری یاد میں بیخود تیرا
اِک فقط نام ترا یاد ہے غوث الثقلین

رہبرِ راہ نما حضرتِ غوث الثقلین
حامی و عقدہ کشا حضرتِ غوث الثقلین

دم قدم آپکا ہے اہلِ نظر کے نزدیک
دینِ برحق کی جلا حضرتِ غوث الثقلین

مصدرِ فیضِ نبیؐ مرجعِ الطافِ علیؓ
مظہرِ سرِّ خدا حضرتِ غوث الثقلین

آپکی ذات سے ہے نظم نظامِ عالم
آپ ہیں دستِ خدا حضرتِ غوث الثقلین

سہل ہے آپکو مشکل مری آساں کرنا
پھر یہ تاخیر ہی کیا حضرتِ غوث الثقلین

الکرم اے ذوی الاکرام بحالِ زارم
المدد بہرِ خدا حضرتِ غوث الثقلین

میں غریب اور وظیفہ مرا شیئاً للّٰہ
آپ عون الغربا حضرتِ غوث الثقلین

کثرتِ جرم و گنہ ضعفِ مرض کی شدت
واجب الرحم ہوں یا حضرتِ غوث الثقلین

آپ پرسش لبِ جاں بخش سے گر فرمائیں
ابھی پاتا ہوں شفا حضرتِ غوث الثقلین

کان رکھکر مری فریاد ذرا سن لیجے
مصدرِ جود و سخا حضرتِ غوث الثقلین

لیجیے جلد خبر اب کہ عجب حال میں ہے
بیخودِ مدح سرا حضرتِ غوث الثقلین

قبلۂ مقبلاں معین الدین
خواجۂ خواجگاں معین الدین

کچھ نہیں بیکسی کا غم مجھکو
ہے کسِ بیکساں معین الدین

میں غریب اور تم غریب نواز
جاؤں میں اب کہاں معین الدین

درِ درگاہ کیوں بلند نہ ہو
ہیں رفیع المکاں معین الدین

رنج و غم کا ہجوم ہے دل پر
المدد الاماں معین الدین

تم مسیحا نفس ہو اور میں ہوں
مردہ دل نیم جاں معین الدین

طالبِ عون ہے جہاں اس سے
ہے معینِ جہاں معین الدین

بیخودِ خستہ کی مدد کیجے
اے معین الزماں معین الدین

اے عقدہ کشائے ما و شما صوفی سلطان حمید الدین
اے خاصِ نبی اے ظلِ خدا صوفی سلطان حمید الدین

ہے جانِ حزیں پامالِ ستم دل وقفِ ملال و رنج و الم
اب میری مدد میں دیر ہے کیا صوفی سلطان حمید الدین

میں ہو ہیں کیوں مغموم رہوں میں فیض سے کیوں محروم رہوں

اسے ابرِ کرم اے بحرِ سخا صوفی سلطان حمید الدین
ہے تارکِ دنیا نام ترا ہے بخششِ عقبیٰ کام ترا
کہف الغربا عون الفقرا صوفی سلطان حمید الدین
اے عقدہ کشا از بہرِ خدا دنیا عقبیٰ کچھ تو ہو عطا
مایوس پھرے کب تک یہ گدا صوفی سلطان حمید الدین
ہوں خانہ بدوش اور خاک بسر دنیا ہے نہ دیں ہے گھر ہے نہ در
اب سر ہے مرا اور در ہے ترا صوفی سلطان حمید الدین
ہے کثرتِ خرچ کی فکر غم قلتِ یافت ہے اس سے سوا
یا کیجے غنی یا دیجے غنا صوفی سلطان حمید الدین
اے خضر طریق فقر و فنا اے صدر نشینِ ترک و غنا
کر رحم مجھے در در نہ پھرا صوفی سلطان حمید الدین
یہ بیخود غرقۂ بحرِ الم رکھتا ہے تجھی سے چشم کرم
یہاں کون ہے اسکا تیرے سوا صوفی سلطان حمید الدین

جو دلبری مری کرتے ہیں دلربا بھی ہیں
وفا کی ہیں جنہیں دعوی وہ بیوفا بھی ہیں
ذرا خیال رہے انکی خو کا حضرتِ دل
وہ زود رنج بھی ہیں زود آشنا بھی ہیں
ہمیشہ انکے نکلنے کی آرزو ہے مجھے
یہ تدعی ہی مگر میرے مدعا بھی ہیں
مگر رقیب کی کوئی بیوفائی آج
کہ وہ خجل بھی ہیں کچھ اور کچھ خفا بھی ہیں
یہ دیکھنا ہے کہ مٹتا ہے آج پہلے کون
تمھارے کوچہ میں ہم بھی ہیں نقشِ پا بھی ہیں
وہی غرور وہی بے نیازیاں وہی قہر
یہ بت گمان میں اپنے مگر خدا بھی ہیں

سوائے شرم مدام اور کچھ نہیں انہیں کام
یہ رند غور سے دیکھو تو پارسا بھی ہیں

ذرا مرے دل بے مدعا کے دیکھیں چین
وہ دل کہ جسمیں مرادیں بھی مدعا بھی ہیں

نگاہ قہر و غضب ہے تو بیگنہ ہے کون
نگاہِ لطف و کرم ہو تو بے خطا بھی ہیں

ہماری ضد سے ہمارے جلانیکو بیخود
وہ خود پسند بھی خود بیں بھی خود نما بھی ہیں

گمان ہے یہ ہم ہیں خفا انسے وہ ہمکو بیٹھے منا رہے ہیں
ہوئی ہے بزم خیال برپا پرے تصور کے آرہی ہیں

رقیب کیسا یہ فاتحہ کو وہ میرے مدفن پہ آرہی ہیں
جلتے ہوئے کو جلا رہی ہیں مٹے ہوئے کو مٹا رہی ہیں

نہ دشمنی ہے نہ کچھ عداوت مگر یہ اللہ رے شرارت
مری نظر میں سما سما کر مجھی کو دل سے گرا رہی ہیں

اگرچہ ہے کم سنی کا عالم مگر یہ کہتی ہے انکی شوخی
شباب کا انکے پوچھنا کیا ابھی سے جو حشر ڈھا رہی ہیں

یہ گھر میں بیٹھے بناؤ کیسا کہیں تو جانیکا ہے ارادہ
یہ غازہ کچھ رنگ لا رہا ہے یہ پھول کچھ گل کھلا رہی ہیں

فراق کیسا کہاں کی دوری انھیں کے گھر میں ہے دیدہ و دل
نہ انسے اب ہم جدا رہینگے نہ اُنسے اب تک جدا رہی ہیں

کیا تو ہے عزم کوئے دلبر ہوا ہے کچھ نصیب اور
نشان ہائے قریب لیکن نہیں ہے آنکھیں دکھا رہی ہیں

یہاں تو ضبطِ سرشک سے ہے جلن سوا اور وہ لمیں اپنے
نہیں گماں ہے کہ سکتے آنسو لگی ہوئی کو بجھا رہی ہیں

نگاہ دل سے کام آخر نگاہ والوں کا ہو چکا ہے
اب انکو دیکھے تو کون دیکھے جو اس کسکی بچا رہی ہیں

نہ وہ لمیں ضبطِ قلق کی طاقت نہ ہم میں اظہار غم کی جرأت
یہ دل رہا ہے تو کیا رہا ہے یہ ہم رہے ہیں تو کیا رہی ہیں

اثر کو کیا رو رہے ہو بیخود اسے بھی تم مغتنم ہی سمجھو
تمھارے رونے کا ذکر سنکر وہ زیر لب مسکرا رہی ہیں

وحشت و حسرت و حیرت کی ملاقات کہاں
بیخود خستہ کہاں اور وہ دن رات کہاں

روز و شب مجمع یارانِ خوش اوقات کہاں
ہاے اب دن وہ کہاں حیف وہ اوقات کہاں

اب کسی سے نہیں پروائے ملاقات کہاں
اب وہ لطف و کرم و مہر و مدارات کہاں

محتسب آپ کہاں اہلِ خرابات کہاں
خیریت ہی پہ چلے قبلۂ حالات کہاں

ہے مری دامنِ تر دیدۂ گریاں کا یہ فیض
لوگ برسات لیئے پھرتے ہیں برسات کہاں

لاکھ معشوق ہوں دنیا میں مگر حضرتِ دل
ہم ہیں دل باختہ جن ات کے وہ بات کہاں

خیر سے آج سروہی کو سدھارے بیخود
اب برس دن سے ادھر انکی ملاقات کہاں

شبِ فرقت کو دیکھتا ہوں میں
اپنی قسمت کو دیکھتا ہوں میں

کچھ نہیں اور معصیت سے غرض
اس کی رحمت کو دیکھتا ہوں میں

میری حیرت کو دیکھتے ہیں وہ
انکی صورت کو دیکھتا ہوں میں

پردۂ فقر میں زمانے کے
اہلِ ہمت کو دیکھتا ہوں میں

ہو کے رسوا بتوں کی الفت میں
اپنی شہرت کو دیکھتا ہوں میں

غیر کو بھی مرا خدا نہ دکھائے
جس مصیبت کو دیکھتا ہوں میں

مجھ سے ہوتی ہے غیر کی تعریف
اس محبت کو دیکھتا ہوں میں

ہاں دلِ بے قرار بسم اللہ
تیری طاقت کو دیکھتا ہوں میں

آتے جاتے کسی کے گھر بیخود
روز حضرت کو دیکھتا ہوں میں

گزر رہا ہے جو مجھ پر عذاب دیکھے کون
سوا مرے یہ مرا اضطراب دیکھے کون

تمہارا جلوۂ رخ بے نقاب دیکھے کون
نگاہ بھر کے سوئے آفتاب دیکھے کون

کبھی عروج ہمارا کبھی عدو کا دور
یہ روز روز نئے انقلاب دیکھے کون

نگاہ کرتے ہیں ظاہر کے لوگ ظاہر پر
خرابیٔ دلِ خانہ خراب دیکھے کون

لبوں پہ جان ہے آیا ہے نامہ بر تو کیا
نگاہ جا چکی خط کا جواب دیکھے کون

خط اُسکو نزع میں قاصد لکھا تو ہے میں نے
مگر یہ دیکھیے خط کا جواب دیکھے کون

یہاں یہ دید کی حسرت کہ دم ہے آنکھوں میں
وہاں یہ شرم اُلٹ کر نقاب دیکھے کون

تمھیں کو جب نہ ہوا اعتبار عشق و ہوس
تو پھر کسیکا عذاب و ثواب دیکھے کون

یہ ساری پردہ دری ہے تمھاری پردہ کی
اُلٹ دو چہرہ سے گر تم نقاب دیکھے کون

مجھی کو چین نہیں ہے تو دلکو چین کہاں
جو خواب میں نے نہ دیکھا وہ خواب دیکھے کون

رہے تصورِ جاناں میں تم تو خوش بیخود
بتاؤ یہ شبِ غم کا عذاب دیکھے کون

غم و درد و الم کا کارواں ہوں
ملال و یاس و حسرت کا جہاں ہوں

سحر تک شام سے آتی نہیں نیند
مگر میں اپنے در کا پاسباں ہوں

خدا کو حشر میں کیا مُنہ دکھاؤں
فدائے جلوۂ روئے بتاں ہوں

عیاں ہے میری صورت سے مرا حال
دلِ مضطر کی حالت کا بیاں ہوں

بھلا کیا انتہا اِس لاغری کی
کہ اپنی ہی نگاہوں میں نہاں ہوں

اُٹھانا ہے مرا محفل سے مشکل
نگاہوں میں شبک دل پر گراں ہوں

چھپاتے کیوں ہو مجھسے بات بیخود
تمھارا ہمنشیں ہوں رازداں ہوں

بتوں کے راز بتونکے غرور کیا جانیں
جنابِ شیخ بجز عشقِ حور کیا جانیں

وصالِ یار کے خوگر ملال کیا جانیں
غمِ فراق کے عادی سرور کیا جانیں

یہ سنگدل تو ستم کر کی شاد ہوتے ہیں
یہ لوگ لذتِ عفوِ قصور کیا جانیں

اُنھیں تو شوق ہے اب تیغ آزمائی کا
وہ بیقصور سراپا قصور کیا جانیں

بنائے کیا ہمیں عجز و نیاز کیا معلوم
دکھائے کیا اُنھیں کبر و غرور کیا جانیں

جنھیں پڑا نہیں پالا فراق سے **بیخود**
وہ حالِ دردِ دلِ ناصبور کیا جانیں

خود تماشائی اسرار تماشا ہوں میں
بیخودی کچھ تو بتا کون ہوں میں کیا ہوں میں

مُردہ ای موت تری عشق میں زندہ ہوں میں
حسرتِ زیست تری ہاتھ سے مرتا ہوں میں

لبِ جاں بخش صنم دیکھیے کیا کہتے ہیں
اُنکا بیمار تو کہتا ہے مسیحا ہوں میں

شبِ فرقت میں یہ کہتا ہے مقدر مجھ سے
جاگتے رہیئے ذرا آپ کہ سوتا ہوں میں

کبھی بھاتی ہی نہیں میری جدائی اُن کو
دلِ آزار ہوں میں جانِ تمنا ہوں میں

حشر کے دن تو دکھا جلوۂ زیبا مجھکو
دیکھ کب سے تری صورت کو ترستا ہوں میں

غم سے مرتا بھی ہوں اُمید پہ جیتا بھی ہوں
اور کہنے کو نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں میں

اُسنے ہنس ہنس کے پوچھی مری حالت مجھسے
یہی کہتے ہوئے بن آئی کہ اچھا ہوں میں

دل میں تم حضرتِ **بیخود** مجھے سمجھے کیا ہو
خیر سمجھاتے ہو سمجھاؤ سمجھتا ہوں میں

واقف ہے نہ وہ تم سے نہ تم غیر کے بس میں
لو مجکو یقیں آ گیا کیوں کھاتے ہو قسمیں

ہاں جوشِ تپش دام کے ٹکڑے نہ اُڑا دے
ہاں سوزِ جگر آگ لگا دے نہ قفس میں

منہ غیر کے دامن سے چھپانا مرے آگے
شیوہ یہ حیا کے ہیں مروت کی یہ رسمیں

تم ظلم تو کرتے ہو مگر یہ تو سمجھ لو
کیا ہو اگر آجاؤ کبھی تم مری بس میں

ہاں سچ ہے ہمیں عشق کسی سے نہ تمہیں ربط / ہم بس میں تمہارے ہیں تم غیر کے بس میں

ہیں آپکا شیدا مرا دل آپکا شیدا / ہیں آپکے بس میں مرا دل آپکے بس میں

اس بزم میں دشمن ہے کہ ہے باغ میں کانٹا / اس دیس میں بیخود ہے کہ بلبل ہے قفس میں

آئینہ دیکھ کے حیران ہوئے جاتے ہیں / ہوش آتا ہے تو قربان ہوئے جاتے ہیں

مجمع یاس کچھ ایسا دل ناشاد میں ہے / آج پامال سب ارمان ہوئے جاتے ہیں

کہتے ہیں کثرت عشاق سے ہے ناک میں دم / تنگ آئے ہیں پریشان ہوئے جاتے ہیں

تنگی دل سے بہت تنگ ہیں پیکاں انکے / ہائے ناخوش مرے مہمان ہوئے جاتے ہیں

نہ سہی وصل میسر نہیں گر اس بت کا / یہ غنیمت ہے کہ پیمان ہوئے جاتے ہیں

میکدہ والوں میں آجائیں پئیں یا نہ پئیں / شیخ صاحب ابھی انسان ہوئے جاتے ہیں

قلق ہجر سے مرنا بھی تو مشکل ہے مجھے / گو ابھی وصل کے پیمان ہوئے جاتے ہیں

آج ہی جلوہ دکھا ورنہ بت پردہ نشیں / کافر عشق مسلمان ہوئے جاتے ہیں

غیر سے وصل کا وعدہ نہ کیا ہو بیخود / خود بخود کیوں وہ پشیمان ہوئے جاتے ہیں

ہماری آنکھ کو جب دید ہی کی تاب نہیں / نہ ہو جو عارض پر نور پر نقاب نہیں

یہ کون کہتا ہے تم سب میں انتخاب نہیں / نہیں جہاں میں تمہارا کوئی جواب نہیں

جواب کچھ نہیں دیتے سوال کا میرے / کہو گے پھر کہ تری بات کا جواب نہیں

وہ کاش سنکے شکایت ہی منہ سے کچھ بولیں / مگر وہاں تو کسی بات کا جواب نہیں

ازل کے دن سے ہے کمبخت کی یہی حالت / کچھ آج ہی سے یہ دل وقف اضطراب نہیں

وہ سینہ کیا جو ترے غم سے داغدار نہو
ہمارے دل کے ستانے میں اور وفا دشمن

وہ آنکھ کیا جو ترے ہجر میں پر آب نہیں
خواب بھی تو نہیں ہے اگر عذاب نہیں

رقیب شانہ کش زلف یار ہے بیخود
یہ بے سبب تو مرے دل کو پیچ و تاب نہیں

ہے درد و غم و یاس و تمنا مری دلمیں
اللہ ری وسعت کہ ہے کیا کیا مری دلمیں

پیکان ترا اسطرح سے آیا مرے دل میں
گویا کہ اسی کی ہے تمنا مرے دل میں

کہتے ہو کہ ہم مفت بھی لیتے ہیں اسکو
کہیئے تو وہ کیا عیب ہے اچھا مری دلمیں

کیا کچھ خلش نوک مژہ آج نئی ہے
مدت سے کھٹکتا ہے یہ کانٹا مری دلمیں

اے حسرت و اندوہ و تمنا ابھی ٹھیرو
یہ چھوڑو نہ غم یار کو تنہا مرے دل میں

اس خانۂ ویراں میں ہوا ہے نہ فضا ہے
تم بھول کے للہ نہ آنا مرے دلمیں

آنسو مری آنکھوں میں ہیں نالے مرے لب پر
سودا مرے سر میں ہے تمنا مری دلمیں

اب دھیان ہی کچھ اور ہے ارمان ہے کچھ اور
اب شوق نہ حسرت ہے نہ تمنا مری دلمیں

کیوں اے فلک تفرقہ پرداز یہ کب تک
وہ اور کہیں انکی تمنا مرے دل میں

ہے سر کے برابر ترا سودا مرے سر کو
ہے دل کیطرح تیری تمنا مرے دل میں

خلوت میں بھی جلوتکے مزے لوٹ رہا ہوں
دنیا مرے دل میں ہے زمانہ مرے دل میں

بیخود مجھے اس پردہ نشیں کا تصور
بے پردہ تصور نہیں جس کا مری دل میں

یہ ناحق چارہ گر ہمسے مداوا اکثر کرتے ہیں
کسیکے پر کترتے ہیں کسیکو ذبح کرتے ہیں

کہیں تو داغ مٹتے ہیں کوئی نہ زخم بھرتے ہیں
اسیران قفس کی اب پرسش خوب کرتے ہیں

ہنوں ایک پہلو پر انھیں کب جمنے دیتا ہی
تمہاری بزم رنگیں ہو تمہاری یاد ہو ہم ہوں
ہمارا طالع واژوں سنبھلا لے سی بگڑتا ہی
خجل ہوتا ہوں کہا کیا وصل میں دل کا قلق کہکر
یہ نالے ہیں تو بے تاثیر لیکن یہ سمجھ لیجے
کسیکی شوخیاں ابتک ہمیں بیچین رکھتی تھیں
وہ مجکو دیکھکر انکا یہ کہنا ہی رہی غفلت

ابھی سنکر بگڑتے ہیں ابھی کہکر مکرتے ہیں
نہ ہم جنت کے طالب ہیں نہ ہم حوروں پہ مرتے ہیں
تمہاری گیسوئے خوش خم بگاڑے سے سنورتے ہیں
دھڑکتا بھی نہیں کمبخت جب وہ ہاتھ دھرتے ہیں
اگر دل سے نکلتے ہیں تو دل ہی میں ٹھہرتے ہیں
وہاں ٹھہری تغافل کی تو ہم بھی صبر کرتے ہیں
یہ کیا حالت ہے انکی کیا کسی پر یہ بھی مرتے ہیں

نہیں سنتا اگر کوئی تو پھر ہم کیا کریں بیخود
ہمارے دلمیں جو آتی ہی ہم تو کہہ گذرتے ہیں

جس میں سودا نہیں وہ سر ہی نہیں
لوگ کہتے ہیں وہ بھی ہیں بے چین
آہ و زاری سے بیقراری ہے
دل کہاں کا جو درد دل ہی نہو
فائدے بھی ہیں سینکڑوں ناصح
یا ہمیں رات دن تھے مد نظر
نہیں کٹتی کسی طرح شب غم
بیخبر جنکی یاد میں ہیں ہم

درد جسمیں نہیں جگر ہی نہیں
کچھ یہ بیتابیاں ادھر ہی نہیں
فائدہ کیا جو کچھ اثر ہی نہیں
سر کہاں کا جو درد سر ہی نہیں
دل کے جانمیں اک ضرر ہی نہیں
یا ہماری طرف نظر ہی نہیں
مگر اس رات کی سحر ہی نہیں
خیر سے انکو کچھ خبر ہی نہیں

بیخود محو۔ شکوہ ہاے ستم
اس منش کا تو وہ بشر ہی نہیں

رقیب پر ہے عنایت کا مجھکو غم بھی نہیں
اسے کرم سے تو جیتے ہیں ہجر یار میں ہم
دوا دعا تو سبھی کچھ ہے ہمنشیں لیکن
ہوا ہے رشک رقیبوں کا سد راہ مجھے
کرم میں شان ستم ہے ستم میں شان کرم
ستم کے ہم ہوئے خوگر تو یہ ستم دیکھو
نہ ہے نصیب کہ تیری گلی میں خاک ہوئے
وصال کی ہے تمنا نہ ہجر کا صدمہ

ستم یہ ہے کہ مرے حال پر ستم بھی نہیں
یہ غم نہیں کہ سمجھ لو کہ ہم میں دم بھی نہیں
اگر زیادہ نہیں ہے تو درد کم بھی نہیں
کسیکی محفل عشرت تو دو قدم بھی نہیں
کرم کرم بھی نہیں ہے ستم ستم بھی نہیں
وہ کہتے ہیں کہ تم اب قابل ستم بھی نہیں
بس اب ہمیں ہوس گلشن ارم بھی نہیں
خوشی کا ذکر تو کیا اب تو دل میں غم بھی نہیں

تم ایک دل ہی کو رو رہے ہو عشق میں بیخود
یہ کہہ رہی ہے یہ حزیں کہ ہم بھی نہیں

تاب رفتار نہیں طاقت رفتار نہیں
سیر تجکو بھی گلستان کی دکھلاتے ہم
مسکراؤ نگہ ناز سے دیکھو مجھکو
ہائے عالم مری مجبوری و ناچاری کا
ہوگیا قصۂ الفت سے زمانہ آگاہ
آج پھر نالۂ جاں سوز زباں پر آیا
کہیں اغیار کی باتوں پہ نہ تم آجانا
بزم میں پاس جو بیٹھے ہیں انہیں کو دیکھو
خاک اس دل کی صفائی کہ اسکے ہاتھوں

اور اسیر بھی درِ کنج قفس باز نہیں
مگر اے کنج قفس طاقت پرواز نہیں
وصل میں رنجش بیجا ہے فقط ناز نہیں
بال و پر سب ہیں مگر طاقت پرواز نہیں
جسکو ہم راز سمجھتے تھے وہ اب راز نہیں
ہم نہیں یا فلک تفرقہ پرداز نہیں
سب یہ دمباز ہیں انمیں کوئی جانباز نہیں
ہمکو ارمان نگاہ غلط انداز نہیں
جس سے واقف نہوں دشمن وہ مرا راز نہیں

بزم میں پاس جو بیٹھے ہیں اُنھیں کو دیکھو
ہمکو ارمانِ نگاہِ غلط انداز نہیں

خاک ہیں دل کی صفائی پہ کہ اِسکے ہاتھوں
جس سے واقف ہوں وُہ دشمن وُہ مرا راز نہیں

یہ جَلاتا ہی رہا اِسکو یہ جَلتا ہی رہا
دل میں اور سوزِ محبت میں فداساز نہیں

صدمۂ ہجر میں یہ دن تو دکھائے بیخود
عشق بازی سے مگر آپ ابھی باز نہیں

آہ کرنا دلِ حزیں نہ کہیں
آگ لگجائیگی کہیں نہ کہیں

گور میں بھی ہے یہی کھٹکا
آسماں ہو تہِ زمیں نہ کہیں

میرے دل سے نکل کے دُنیا میں
چَین سے حسرتیں رہیں نہ کہیں

بیحجابی نگاہِ اُلفت کی
دیکھ لے چشمِ نرگسیں نہ کہیں

آگئے لب پہ دل نشیں نالے
جا ہی پہونچینگے اُب کہیں نہ کہیں

وُہ مرے اضطراب کی باتیں
نامہ براں سے سب کہیں نہ کہیں

ہم سمجھتے ہیں حضرتِ بیخود
چوٹ کھا آئے ہو کہیں نہ کہیں

جی میں آئی ہے کہ اب غیر پہ بیداد کریں
ورنہ یوں لطف و کرم سے وُہ مجھے یاد کریں

ضبطِ اندوہ کہ ہم نالہ و فریاد کریں
آپکی راے ہے کیا آپ تو ارشاد کریں

جو عدو پر بھی ہو ہمپر نہ وُہ بیداد کریں
ستم ایجاد ہیں کوئی ستم ایجاد کریں

حشر میں بھی کوئی سُنتا نہیں مظلوموں کی
اب کہاں جاکے ترا شکوۂ بیداد کریں

کہتے ہو شکرِ ستم پر یہ کہانی موقوف
کیا یہ مرضی ہے کہ اب شکوۂ بیداد کریں

وصل میں بھی وہی کمبخت کی بے چینی ہے
کس طرح اِس دلِ ناشاد کو ہم شاد کریں

کہدیا اُسنے مِرے دِل میں تمھارا گھر ہے
اَب وُہ آباد رکھیں یا اُسے برباد کریں

کیوں سُنیں یہ بناوٹ سے ہمیں نفرت ہے
کیوں بیاں آپ سے حالِ دِلِ ناشاد کریں

اُنکی محفل سے اُٹھاتا ہے مجھے رشکِ عدو
حضرتِ ضعف ذرا آپ ہی اِمداد کریں

کہتے پھرتے ہیں یہ ہم اُنکو سُنانیکے لیئے
جو ہمیں بھول گیا ہم اُسے کیا یاد کریں

حالِ دِل میری سمجھ میں نہیں آتا **بیخود**
آپ سمجھے ہوں تو کچھ آپ ہی ارشاد کریں

حاصل اُس مہ لقا کی دید نہیں
عید ہے اور ہمکو عید نہیں

چھیڑ دیکھو کہ خط تو لکھا ہے
میرے خط کی مگر رسید نہیں

جانتے ہوں اُمیدوار مجھے
اُنسے یہ بھی مجھے اُمید نہیں

مجھسے پردہ ہے اَب تو بسم اللہ
اَب مجھے بھی وُہ شوقِ دید نہیں

یُوں ترستے ہیں مے کو گویا ہم
پیرِ میخانہ کی مُرید نہیں

شوق سے بے حجاب ہو کوئی
میری آنکھوں کو تابِ دید نہیں

خُون ملجائیں خاک میں ملجائیں
حضرتِ دِل سے کچھ بعید نہیں

آؤ میرے مزار پر بھی کبھی
کُشتۂ ناز کیا شہید نہیں

ہم تو مایوس ہیں مگر **بیخود**
دِلِ نافہم نااُمید نہیں

آج کیوں خُون کی رنگت کسی آنکھو میں نہیں
دِلِ خُوں گشتہ مگر اَب مِرے پہلو میں نہیں

ایک تم ہو کہ ہو تم غیر کے بس میں شب و روز
اِک مِرا دِل ہے کہ دَم بھر مِرے قابو میں نہیں

کسطرح صبر کروں اور کلیجا تھاموں
دِل بھی قابو میں نہیں ہاتھ بھی قابو میں نہیں

میرے بس میں کوئی آجائے تو اتنا تو کہوں
سر زانو ہو شبِ وصل میں کیوں سر تو اٹھائے
اُنکے غیروں سے لڑے بزم میں ہوش ہوں ہم
جب سے تم نے مجھے چھوڑا مجھے سب نے چھوڑا
سچ تو یہ ہاں غمِ تنہائی فرقت نے مجھے کیا
جب سے اک مایۂ راحت سے ہوا ہے خالی

اب نہ کہنا ئیں کسی شخص کے قابو میں نہیں
کوئی تصویر تو آئینۂ زانو میں نہیں
او فسوں ساز یہ جادو کسی جادو میں نہیں
دل تو دل درد بھی اب تو مرے پہلو میں نہیں
میرے دل میں تو ہو تم گو مرے پہلو میں نہیں
کونسا درد کا پہلو ہے جو پہلو میں نہیں

زلزلے آتے ہیں کیوں اسکا سبب کیا **بیخود**
میری بیتابیٔ دل تو کہیں آبو میں نہیں

ہاں اک کوئی سودا ابھی نہیں ہے مرے سر میں
تاثیر ہو کچھ بھی جو مری آہِ سحر میں
تم وہ کہ زمانے کی نگاہوں میں سمائے
احسان ہے میرے تنِ کاہیدہ کا مجھپر
غم ہمکو دیا۔ تم کو خوشی۔ غیر کو راحت
بچ بچ کے نکلتی ہے قیامت بھی اِدھر سے
کچھ ناز نہ انداز نہ شوخی نہ ادائیں
ہر گوشۂ دل میں ہیں غم و یاس و تمنا
انساں تمھیں کس طرح کہوں حضرتِ زاہد
کیوں چھوٹ کی رو میں نہ مری پاؤں کے چھالے

اے دل میں وہ سوزش ہے نہ وہ درد جگر میں
یوں چین سے سویا کرو تم غیر کے گھر میں
ہم وہ کہ کھٹکتے رہے اپنی ہی نظر میں
کانٹا سا کھٹکتا تو ہے دشمن کی نظر میں
ہاں سچ ہے کمی کچھ نہیں اللہ کے گھر میں
کچھ فتنے سے فتنے ہیں تری راہگذر میں
کیا شوخ ہے اے بلبلِ ناداں گلِ تر میں
مہمان سے مہمان بھرے ہیں مری گھر میں
ہو کوئی تو خصلت بشریت کی بشر میں
تکلیف سی تکلیف اٹھائی ہے سفر میں

بیخود حرم و دیر میں چرچا ہے اُنہیں کا

قبضہ نہ بتوں کا ہو پھر اللہ کے گھر میں

نالہ ہائے سحری اور تو کیا دیتے ہیں
روز سوتے ہوئے فتنوں کو جگا دیتے ہیں

جوشِ وحشت میں جو ہم ہاتھ بڑھا دیتے ہیں
دھجیاں دامنِ صحرا کی اڑا دیتے ہیں

کشتۂ جور و جفا دادِ وفا دیتے ہیں
ہر لبِ زخم سے قاتل کو دعا دیتے ہیں

کب کسی کو ترے کوچے کا پتا دیتے ہیں
حضرتِ خضر بھی اب راہ بھلا دیتے ہیں

تیرے ہاتھوں غمِ ہجراں سے رہائی پائی
ہم تو اے موت ترے دم کو دعا دیتے ہیں

سچ تو کہتے ہیں انھیں جور و ستم سے کیا کام
وہ مجھے جرمِ محبت کی سزا دیتے ہیں

دشتِ غربت میں نہیں پوچھنے والا کوئی
کچھ تسلی مجھے نقشِ کفِ پا دیتے ہیں

کیا ستم ہے کہ ستم کرتے ہیں اور کہتے ہیں
لے تجھے تیری محبت کا صلا دیتے ہیں

شبِ غم داغِ جگر کام میں آجاتا ہے
شمع بجھتی ہے تو ہم اسکو جلا دیتے ہیں

مجھ سے قاصد نے کہا سنکے یہ قاتل کا پتا
آپ خط یا نہ مجھے پیغامِ قضا دیتے ہیں

آپ کی چال سے لرزاں ہے زمانہ لیکن
میرے نالے بھی کلیجوں کو ہلا دیتے ہیں

دردِ دل داغِ جگر مٹنے کو مٹتے ہیں مگر
مٹتے مٹتے جگر و دل کو مٹا دیتے ہیں

حالِ دل کا میں اشاروں میں بتا دیتا ہوں
بات مطلب کی وہ باتوں میں اڑا دیتے ہیں

کیوں مروں مجھکو غرض کیا مری دشمن نہ مریں
آپ کو سیں بھی انھیں جنکو دعا دیتے ہیں

آپ جاتے تو ہیں اس بزم میں لیکن **بیخود**
ایسے لوگوں کو وہ محفل سے اٹھا دیتے ہیں

خاک اس سر پر کہ جسمیں کوئی سودا ہی نہیں
اب بہار آئے نہ آئے ہمکو پروا ہی نہیں

حیف اس دل پر کہ جسمیں کچھ تمنا ہی نہیں
اب وہ وحشت ہی نہیں ہے اب وہ سودا ہی نہیں

پوچھئے آنکھوں سے میرے میری حیرت کا سبب / اُسکو دیکھا ہے کسی نے جسکو دیکھا ہی نہیں

کس مصیبت میں پڑا ہوں دل کو ہاتھوں کیا کہوں / شوق جاتا ہی نہیں ہے صبر آتا ہی نہیں

ہم سے سیکھیں شیوۂ مہر و مروت بے وفا / ہمنے دشمن کی بُرائی بھی کبھی چاہا ہی نہیں

چھیڑ دیکھو غیر سے کہتے ہیں مجھکو دیکھکر / چھیڑنا اُنکا بھری محفل میں اچھا ہی نہیں

دل تو ہے پہلو میں لیکن ہمکو اس کمبخت کا / کچھ بھروسا ہی نہیں ہے کچھ سہارا ہی نہیں

ہم بھی بیٹھے ہیں ترے کوچے میں مٹنے کیلئے / اس تہیہ میں فقط نقشِ کفِ پا ہی نہیں

دیکھنا کیا کیا تماشے یہ دکھاتا ہے ہمیں / سیرِ رقصِ نیم بسمل کچھ تماشا ہی نہیں

ہائے مایوسی کہ اُس محفل میں یوں بیٹھے ہیں ہم / کوئی جانے اِنکے دل میں کچھ تمنا ہی نہیں

کیا کہیں **بیخود** دلِ ویراں کی حالت تجھسے ہم
بس یہ صورت ہے کہ گویا اِس میں کچھ تھا ہی نہیں

لذت ہے ضبط میں نہ مزا اضطراب میں / افسردگی سے جان پڑی کس عذاب میں

رہنا نہ تھا مرے دلِ پُر اضطراب میں / اے درد تو نے کی غلطی انتخاب میں

رُوپوش ہو گئے رہ نہ سکے وہ حجاب میں / ڈالے نگاہِ شوق نے رخنے نقاب میں

ممکن نہیں کہ پھر کبھی چہرے سے ہٹ سکے / تارِ نگاہِ شوق لگا لو نقاب میں

شانِ کرم عیاں ہے کسی کے عتاب سے / پنہاں تسلیاں ہیں مری اضطراب میں

زاہد ہوا ہے تارکِ لذات بہرِ خلد / اچھے ثواب نے اُسے ڈالا عذاب میں

خواہاں تھے حور کے نہ شرابِ طہور کے / ہم توبہ کرکے پھنس گئے ناحق عذاب میں

سائے بھی آپکا تصور تو کیا خوشی / ٹھہرا نہ جائیگا مری چشمِ پُر آب میں

ساقی نہیں وہ غیر کی خاطر سے بزم میں / مقدور ہو تو زہر ملا دوں شراب میں

کہتے ہیں نقشِ پا کفِ پا اُن کے چوم کر
کچھ حکم دیتے جائیے محشر کے باب میں

ہم لاکھ لاکھ کہتے ہیں یہ مانتا نہیں
بیخودؔ صلاح دو ہمیں کچھ دلربا ہمیں

فکرِ دُنیا نہ کہوں یا غمِ عقبیٰ نہ کہوں
سُننے والا کوئی اُلجھائے تو کیا کیا نہ کہوں

سُن چکے غیر کی رُوداد تو خوش ہو ہو کر
مَیں بھی حالِ دلِ ناشاد کہوں یا نہ کہوں

کہتے ہیں اپنے رقیبوں کا تو کچھ حال کہو
تو سہی یوں بھی جو اپنی ہی تمنّا نہ کہوں

نہ سُنیں میری کوئی بات وہ ہرگز نہ سُنیں
نہ کہوں میں بھی کوئی بات اب اصلا نہ کہوں

حشر کو حشر کہوں کیا کوئی سودائی ہوں
اسکو مَیں آپ کی رفتار کا فتنہ نہ کہوں

اُنکو رحم آئے ذرا کچھ مری ہمت بڑھ جائے
پھر وہ کیا کیا نہ سُنیں اور مَیں کیا کیا نہ کہوں

جان سی آگئی کچھ موت کے آجانے سے
ملک الموت کو کس طرح مسیحا نہ کہوں

مصلحت کچھ ہے اِسی میں کہ مَیں چُپ ہوں **بیخودؔ**
ورنہ کہنے ہی پر آجاؤں تو کیا کیا نہ کہوں

دلدادگانِ ناز و ادا اَور بھی تو ہیں
ہم پر ہی کیوں ہے جور و جفا اَور بھی تو ہیں

میرے سبب سے پردہ نشیں کوئی کیوں بنے
مشتاقِ دید میرے سوا اَور بھی تو ہیں

یہ کیا کہ مجھ سے ٹوٹ کے دشمن سے مِل گئے
اندازِ جور طرزِ جفا اَور بھی تو ہیں

میری ہی خاک ہوتی ہے برباد کس لیے
محوِ خرامِ فتنہ فزا اَور بھی تو ہیں

دیکھو تو خود نمائی کا لپکا کسی کو ہے
خوش رُو حسین ماہ لقا اَور بھی تو ہیں

آیا سوئے جگر جو وہ پیکانِ دل نشیں
بیتاب ہو کے دل نے کہا اَور بھی تو ہیں

اظہارِ عشق جرم ہے عہدِ وفا گناہ
یہ ہے تو مستحقِ سزا اَور بھی تو ہیں

بیخود تمھیں نہیں ہو بتوں پر فریفتہ +
اس دہر میں بندگان خدا اور بھی تو ہیں

دل سے شکوہ ہے مجھے اُنسے گلا کچھ بھی نہیں
کیوں اُنھیں الزام دوں اُنکی خطا کچھ بھی نہیں

مدعی کے سامنے کہتے ہیں کہیئے مدعا
مدعا یہ ہے یہ کہدوں مدعا کچھ بھی نہیں

زخم وہ دل پر لگا جسکا نہیں مرہم کوئی
درد وہ سر میں اُٹھا جسکی دوا کچھ بھی نہیں

بدگمانی دیکھنا قاصد سے یہ کہتا ہوں میں
خط یہ اُسکے نام ہے جسکا پتا کچھ بھی نہیں

اک دل بے مدعا ملجائے اس دل کے عوض
اب سوا اسکے ہمارا مدعا کچھ بھی نہیں

ہائے ویرانی محبت میں دل ناشاد کی
آرزو کوئی نہیں ہے مدعا کچھ بھی نہیں

مرنیوالے اُنکے اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج
ہر ادا کا یہ اشارا ہے قضا کچھ بھی نہیں

تم جو پوچھو آرزو تو ہے سبھی کچھ آرزو
تم نہ پوچھو مدعا تو مدعا کچھ بھی نہیں

ناک میں دم تھا دل ایذا طلب کے ہاتھ سے
شکر ہے اُسکے ستم کی انتہا کچھ بھی نہیں

حشر کے دن میرے عصیاں کا ہوا جسدم حساب
رحمت باری بول اُٹھی خطا کچھ بھی نہیں

مار ڈالا گردش چشم سخنگو نے ہمیں
اور کہنے کو ستمگر نے کہا کچھ بھی نہیں

تمکو اُلفت ہے جفا سے تو جفا ہی کچھ سہی
تمکو نفرت ہے وفا سے تو وفا کچھ بھی نہیں

حضرت دل اُنکی باتوں پر نہ جانا دیکھنا
ابتدا سب کچھ ہے اُنکی انتہا کچھ بھی نہیں

اُسکی شان مغفرت بیخود مجھے معلوم ہے
مجھکو خوف پرسش روز جزا کچھ بھی نہیں

کیوں بیاں حال غم حوصلہ فرسا نہ کریں
آپکا راز ہے کیا یہ جسے افشا نہ کریں

میرے ہی ساتھ میں کیوں شرم و حیا کے دعوے
پردے والے ہیں تو اغیار سے پردا نہ کریں

تجھکو بھی اب کوئی حسرت ہے نہ ارماں ہے نہ شوق
مجھ سے ملنا نہیں منظور تو بہتر نہ ملیں
تم ہمیں قہر کی آنکھوں سے نہ دیکھو دیکھو
ہے گماں شکر ستم پر گلۂ بیجا کا
اسقدر زیست سے ہیں تنگ کہ انشاءاللہ
بس بس اے ذوقِ شہادت کہ یہ ڈر ہے مجھکو
حشر میں آپ عبث پھرتے ہیں گھبراتے ہوئے
بھید پہچان نہ لیں طرزِ نظر سے دشمن

نہ کریں آپ مرے حال کی پروا نہ کریں
میری پرسش نہیں منظور تو اچھا نہ کریں
کہیں ایسا نہ ہو ہم پیار سے دیکھا نہ کریں
کیا کریں گر تری بیداد کا شکوا نہ کریں
مرتے مرتے کبھی جینے کی تمنا نہ کریں
میرے دشمن کہیں مرنے کی تمنا نہ کریں
ہمنے بیداد کا شکوہ نہ کیا اتنا نہ کریں
شرم آلودہ نگاہیں تمھیں رسوا نہ کریں

یہ کوئی کھیل نہیں حضرتِ بیخودؔ بخدا
آپ بدنام ہوں عشق کو رسوا نہ کریں

عبث وہ وصل کے قول و قرار کرتے ہیں
بتوں کی نذر دلِ بیقرار کرتے ہیں
دکھا دکھا کے تجلّی سنا سنا کے صدا
یہ گل کھلائے ہیں داغ فراق نے کہ بشر
وہ اور میری تسلّی رہے خیالِ محال
ملول کرکے ہمیں دل میں شاد ہوتے ہو
نہ اُنکے وعدے کا مجھکو یقین آتا ہے
کہا تو اُسنے سبھی کچھ پیامبر لیکن
کسیکے آنے نہ آنے سے کچھ نہیں مطلب

اب انکی بات کا ہم اعتبار کرتے ہیں
ادا امانتِ پروردگار کرتے ہیں
ہماری پردہ دری پردہ دار کرتے ہیں
مری خزاں پہ گمانِ بہار کرتے ہیں
قرار کرکے مجھے بیقرار کرتے ہیں
ذلیل ہوکے ہمیں افتخار کرتے ہیں
نہ میری بات کا وہ اعتبار کرتے ہیں
بتا تو کچھ وہ ترا اعتبار کرتے ہیں
ہم آنکھ بند کئے انتظار کرتے ہیں

سنو سنو یہ نوید طرب فزا تو سنو
کہ تمکو حضرت بیخود بھی پیار کرتے ہیں

آرزومندِ شہادت خنجرِ قاتل سے ہوں
دِل میں کیا کیا منفعل اس سعیِ بیحاصل سے ہوں

ناتوانی کی بدولت سخت جانی کے طفیل
بر سرِ منزل ہوں لیکن دور ابھی منزل سے ہوں

رحم کر اے رشکِ قربِ مدعی بس رحم کر
میں جدا اس بزمِ دلکش سے بھلا کس دل سے ہوں

واہ رے شوقِ لقا اللہ سے جوشِ جنوں
جلوۂ جاناں کا طالب پردۂ محمل سے ہوں

دیکھنی ہے بسملِ تیغِ ستم کا حوصلہ
یہ ارادے ہیں تڑپ کر ہم بغل قاتل سے ہوں

رشکِ دشمن تو نہیں دردِ جدائی ہے تو ہو
میں تو خلوت ہی میں اچھا کچھ تری محفل سے ہوں

ترکِ الفت باعثِ راحت ہے یہ مانا مگر
کیا کروں اے بیخود مجبور اپنے دل سے ہوں

غرقِ گردابِ فنا ہوتے ہی بیڑا پار ہے
میں لبِ ساحل ہوں بیخود دور اگر ساحل سے ہوں

غمِ دل کھائیں خونِ دل پیئے جائیں
الٰہی اِس طرح کب تک جیئے جائیں

بہار آئی گھٹا چھائی ہے ساقی
پلائے جاہیں تو ہم پیئے جائیں

کہاں تک اے فلک آخر کہاں تک
ہم اُنکو دل وہ ہمکو جل دیئے جائیں

خدا کی شان ہے ہمکو سرِ بزم
خیالِ غیر کے طعنے دیئے جائیں

اب اسکی کوئی حد کچھ انتہا بھی
بتاؤ صبر ہم کب تک کیئے جائیں

نشانِ ناوکِ بیداد ہیں ہم
ہمارے زخمِ دل کس سے سیئے جائیں

نگاہِ شوخ بھی شرما کے رہ جائے
جو ہم چاہیں تو وہ ایسے لیئے جائیں

ہمیں بے موت مارا ہے جنھوں نے
الٰہی وہ قیامت تک جیئے جائیں

بھلا یہ بھی زندگی کچھ زندگی ہے
مرے جائیں بتوں پر اور جیے جائیں

ستمگر تم ہو تو ہم ہیں ستم کش
کیے جاؤ ستم جتنے کیے جائیں

کرم بیخود وہ ہم پر کیا کریں گے
زہے قسمت ستم ہی گر کیے جائیں

انیسِ خلوت و جلوت شریک رنج و راحت ہیں
ہزاروں دوستوں میں حضرتِ دل پھر غنیمت ہیں

تمھارا دعوئ مہر و وفا کیا خاک باور ہو
نگاہیں کہہ رہی ہیں بیوفا ہیں بے مروت ہیں

جو تیرے ہاتھ سے پہنچے جو تیرے ہجر میں گزرے
وہ صدمے عینِ راحت تھے وہ غم عینِ مسرت ہیں

تامل کیوں ہے قاتل سوچ کیا ہے خوف کس کا ہے
مرے دشمن بھی اب تو آرزومندِ شہادت ہیں

ملالِ ہجر ۔ شوقِ وصل ۔ رشکِ غیر ۔ سوزِ غم
یہ سب دل لگی بدولت ہے یہ جو کچھ ہیں سو حضرت ہیں

گیا الفت میں دل تو غم نہیں رونا تو اسکا ہے
پکارے کہہ رہی ہے جانِ محزوں ہم بھی رخصت ہیں

ترے وعدوں سے او نا آشنا کیونکر تسلی ہو
قیامت میں بھی جو پورے نہوں یہ قیامت ہیں

یہ رندِ لاابالی محوِ خوباں حضرتِ **بیخود**
ولی ہیں بلخدا ہیں صاحبِ کشف و کرامت ہیں

انکو دماغِ پرسشِ اہلِ محن کہاں
یہ بھی سہی تو ہمکو مجالِ سخن کہاں

ساری بہار ایک تری دم قدم سے ہے
تو زیبِ انجمن نہ ہو تو انجمن کہاں

مانا کہ ضعف کم ہے مگر رعبِ حسن سے
تابِ سخن بھی ہو تو مجالِ سخن کہاں

کیا دشت کو ہے کوئی بتاں سے مناسبت
افسوس لیچلے مجھے دیوانہ پن کہاں

یہ بھی تھا اک جذبِ محبت کا شعبدہ
شیریں کے دل میں ورنہ غمِ کوہکن کہاں

ممکن تو ہے کہ ان کو لگا دے یہ راہ پر
اتنی مگر یہ گردشِ چرخِ کہن کہاں

گل سینکڑوں ہی چمنِ روزگار میں
تیرے سوا مگر کوئی گل پیرہن کہاں

اِس بُو نہ ہے بُہو کی مگر بیقرار ہے
دِل کو چھپائے زُلفِ شکن در شکن کہاں

پردہ سے اُسنے دل کا نشانہ اوڑا دیا
ایسا کوئی جہان میں ناوک فگن کہاں

دل کے مزے کیساتھ ہے ہر بات کا مزہ
بے لُطفِ طبع نظم میں لُطفِ سخن کہاں

یہ رنگ بے ثبات ہے اسپر بہت نہ پھول
ای عندلیب گُل ہے بہارِ چمن کہاں

تمکینِ خامشی نے اُنھیں بُت بنا دیا
سب اس گمان میں ہیں کہ اُنکی دہن کہاں

وہ شام وعدہ مجھو ہیں آرائشوں میں اُور
پہنچا ہی لیکے مجکو مرا شوقِ وطن کہاں

ہوں گردِ بادِ وادیٔ غربت بتاؤں کیا
جانا کہاں ہے اور ہے مرا وطن کہاں

بیخود نہ کیوں ہو دوریٔ استاد سے ملول
سوچو تو مارواڑ کہاں ہے دکن کہاں

ہیں وصل میں شوخی سے پابندِ حیا آنکھیں
اللہ رے ظالم کی مظلوم نما آنکھیں

آفت میں پھنسائینگی دیوانہ بنائیں گی
وہ غالیہ سا زلفیں وہ ہوش ربا آنکھیں

کیا جانیئے کیا کرتا کیا دیکھتا کیا کہتا؟
زاہد کو بھی میری سی دیتا جو خدا آنکھیں

رحم اُنکو نہ آیا تھا تو شرم ہی آجاتی
بیداد کے شکوے پر جھکتیں تو ذرا آنکھیں

کس شوق سے آیا ہوں میں محفلِ جاناں میں
اے رشکِ عدو دم بھر مجھ کو نہ دکھا آنکھیں

کیوں آنکھ چراتے ہو کیوں منہ کو چھپاتے ہو
دیکھو تو کہ ہیں کب سے مشتاقِ لقا آنکھیں

تمکو جان کو کھو بیٹھو یا آنکھوں کو رو بیٹھو
بیخود نہ ملائینگے وہ تم سے ذرا آنکھیں

اسیرِ زلفِ دوتا اور کون ہے میں ہوں
رہینِ دامِ بلا اور کون ہے - میں ہوں

زمانے کہو نہ کہو تم برا مجھی کو کہو
زمانے بھر میں برا اور کون ہے میں ہوں

ہمیشہ محو جفا اور کون ہے تم ہو
ہمیشہ صرفِ وفا اور کون ہے میں ہوں

زبانِ حال سے کہتی ہے ہر ادا اونکی
اِن عاشقوں کی قضا اور کون ہے میں ہوں

غمِ فراق کلنوگر وصال سے محروم
بتایئے تو بھلا اور کون ہے میں ہوں

یہ حوصلے ہوئے بندوں کو ائے خدا کی شان
وہ کہہ رہے ہیں خدا اور کون ہے میں ہوں

ہر ایک ظلم سے راضی ہر ایک جور سے شاد
جہاں میں میری سوا اور کون ہے میں ہوں

دوا ہی جسکے لیئے زہر جسکی زیست ہے موت
قضا ہی جسکی شفا اور کون ہے میں ہوں

تلاش جسکی ہے رحمت کو حضرتِ زاہد
وہ شخص روزِ جزا اور کون ہے میں ہوں

کسی کی خاک ہوئی ہے مری طرح برباد
غبارِ دشتِ بلا اور کون ہے میں ہوں

گناہِ عشق ہی ٹھیرا جو واقعی بیخود
تو مستحقِ سزا اور کون ہے میں ہوں

سر نہیں جو گیسوئے پیچاں کا سودائی نہیں
دِل نہیں جو روئے انور کا تمنائی نہیں

تا دو رعنائی نہیں یا حسن و زیبائی نہیں
سو تماشے ہیں مگر کوئی تماشائی نہیں

شاد ہو لے میرے دردِ لادوا اب شاد ہو
چارہ سازوں کو دِماغ چارہ فرمائی نہیں

عیشِ جنت راس کیا آئیگا تمکو زاہدو
خو گر ایذا ہو راحت عمر بھر پائی نہیں

میں نے یہ مانا کہ تو یکتا ہے عالم میں مگر
میری تنہائی سے بڑھکر تیری یکتائی نہیں

غیر کے گھر بھی تمہیں ہو میرے دلمیں بھی تمہیں
اور پھر تمکو یہ دعویٰ ہے میں ہر جائی نہیں

ہاں نکرنا ترک ہرگز شیوۂ ظلم و ستم
ہاں ابھی میں نے محبت کی سزا پائی نہیں

حسرت و یاس و تمنا و ملال و آرزو
ہمنے دِل کھو کر وہ کیا نعمت ہے جو پائی نہیں

سہہ سکے ایذائے فرقت کہہ سکے شوق وصال
اب تری بیمار میں اتنی توانائی نہیں
لوگ جو چاہیں کہیں وہ کیوں کریں ترک ستم
انکو شہرت سے غرض ہے خوف رسوائی نہیں

اب تو یہ جو دیکھیں دل بیتاب کے قابو میں ہوں
اب مجھے وہ دعوئے صبر و شکیبائی نہیں

دیا ہے دل انھیں میں نے میں بے خطا تو نہیں
اگر یہ میری خطا قابل سزا تو نہیں
تمہارے عشق کا آزار لا دوا تو نہیں
مگر کسیکو ہوئی آج تک شفا تو نہیں
یہ دل کے لینے میں اللہ رے احتیاط انکی
یہ فکر ہے کوئی اس دل میں رہتا تو نہیں
بتوں کے قہر بتوں کے غضب سے ڈرنا کیا
کریں تو انکی ادا ہے یہ کچھ قضا تو نہیں
عبث ہیں وہ مرے دل کے ہٹانیکے درپے
یہ انکے کوچہ میں دشمن کا نقش پا تو نہیں
ملی ہیں خوبیاں دنیا جہاں کی تم کو
مگر ہماری طرح صادق الولا تو نہیں
گناہگار ہیں ہوں مایوس مغفرت زاہد
یہ اسکی شان کریمی کا اقتضا تو نہیں
سزائے عشق و محبت مجھے قبول مگر
خطا معاف کچھ اسمیں مری خطا تو نہیں
مری وفا کے زمانہ میں قدر کیونکر ہو
ترا ستم ترا غصہ تری جفا تو نہیں

یہ انکے سامنے ہر وقت جبہہ سائی کیوں
یہ بت حسین ہیں سہی گو مگر خدا تو نہیں

بے اجل لو انھیں ہم مر کے دکھا دیتے ہیں
مرد جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں
بل وہ کیا زلف معنبر کے دکھا دیتے ہیں
تری آنکھوں کو تصدق کے دکھا دیتے ہیں
شوق تو دیکھ لیا اب یہی مرضی ہے تو خیر
صبر بھی لو انھیں ہم کر کے دکھا دیتے ہیں
سیر کو جب وہ نکلتے ہیں تو پامالوں کو
طور ہنگامۂ محشر کے دکھا دیتے ہیں

خُم خانہ پہ رندانِ قدح کش کے جماؤ
جگمگھٹے چشمۂ کوثر کے دکھا دیتے ہیں

شوخیوں پر وہ شبِ وصل جب آ جاتے ہیں
سب کے شمع دلِ مضطر کے دکھا دیتے ہیں

وصل میں ابروئے خوش خم کے اشارے بیخود
ڈھنگ چلتے ہوئے خنجر کے دکھا دیتے ہیں

ہر دل جس سے ہو بےچین وہ سامان بہت ہیں
واللہ بہت ہیں کہ مجھے ارمان بہت ہیں

وہ سامنے بیٹھے ہیں بس اے بیخودیٔ شوق
اس وقت میں تھوڑے بھی تو سامان بہت ہیں

وہ نوکِ مژہ آنکھ چراتی ہے تو غم کیا
سینہ میں کھٹکنے کو یہ ارمان بہت ہیں

اندیشہ عزیزوں کا بھی ہے پاسِ حیا بھی
اِن پردہ نشینوں کے نگہبان بہت ہیں

دشمن سے سرِ بزم نہ کر وصل کا وعدہ
ظالم تری باتوں کی طرف کان بہت ہیں

اے جوشِ جنون وحشتِ مجنوں سے مجھے کیا کام
دل میں مرے اس طرح کے میدان بہت ہیں

دلدادۂ الفت تو ہزاروں ہیں جہاں میں
شاد اُن میں مگر بہت کم پشیمان بہت ہیں

کیا جانیے کیا بات ہے جو حضرتِ بیخود
کچھ آج کئی دن سے پشیماں بہت ہیں

رخصت طلب ہے جانِ حزیں ہجرِ یار میں
دل کس حساب میں جگر کس شمار میں

شوخی عیاں ہے آپ کے شرم و حجاب سے
بیتابیاں نہاں مرے صبر و قرار میں

ہر ایک بات ہے موقوف وقت پر
توبہ کسی نے کی بھی ہے فصلِ بہار میں

پھر دیکھنا تم اپنے تصور کی شوخیاں
دو چار دن رہے تو دلِ بےقرار میں

ہر ایک کو ہے فکر اسی کی شکست کی
توبہ کے دم پہ بن گئی فصلِ بہار میں

برہم ہوئے وہ گیسوئے برہم کے عشق سے
یہ اور انتشار بڑھا انتشار میں

اے حشر آنکہ جاگنے والے فراق کے
پھیلائے پاؤں سوتے ہیں کنجِ مزار میں

ہے وصل میں فراق کا کھٹکا لگا ہوا
فکرِ خزاں بھی ہے ہمیں عیشِ بہار میں

دشمن ہو خواہ دوست مقدر ہو خواہ دل
تم اختیار میں ہو تو سب اختیار میں

اے جان جا کہ اب ہمیں دو بھر ہوئی ہے تو
اے موت آ کہ مرتے ہیں ہم انتظار میں

معشوق ہو کسی کے خدا تو نہیں ہو تم
یکتا سہی ہزار میں کیا سو ہزار میں

بیخود تو ہوں ضرور مگر خود غلط نہیں
میں اور جان دوں قلقِ انتظار میں

بات وہ جس سے کھلے رازِ نہاں اچھی نہیں
یہ بکا یہ آہ و زاری یہ فغاں اچھی نہیں

دل کو کھا کر شاد ہونا۔ دل بھی اہلِ درد کا
دیکھ او بیدرد یہ بیدردیاں اچھی نہیں

وہ تو وہ نفرت ہوئی جاتی ہے تم سے آپ ہمیں
حضرتِ دل اسقدر بیتابیاں اچھی نہیں

آ گیا لب پہ کوئی نالہ تو پچھتاؤ گے تم
اسقدر ہم پر جفا اے آسماں اچھی نہیں

کل ہمیں ہم ہوں تم پھر کیسی بنے کیا حال ہو
آج ہم سے بے رخی اے پاسباں اچھی نہیں

آشیاں برباد ہو گا یا اسیرِ دام ہم
آج کچھ طرزِ نگاہِ باغباں اچھی نہیں

حسرتِ سیرِ چمن بیتاب رکھتی ہے ہمیں
کچھ قفس ہے ورنہ شکلِ آشیاں اچھی نہیں

کج ادائی بدظنی بے التفاتی برہمی
بس بس اتنی مہربانی مہرباں اچھی نہیں

حرف آ جائے نہ سفاکی کی شہرت پر کہیں
درگذر دشمن سے وقتِ امتحاں اچھی نہیں

جان سے بڑھکر ہی آ جائے جو فرقت میں یہی
کون کہتا ہے کہ مرگِ ناگہاں اچھی نہیں

سیر کے قابل نہیں گلزارِ ہستی کی بہار
اس میں دھیمی چال اے عمرِ رواں اچھی نہیں

خضر جیتے ہیں مگر بیخود نہ جینے کی طرح

بات تو یہ ہے کہ عمرِ جاوداں اچھی نہیں

حشر تک کیا انتظارِ وعدۂ فردا کریں / آج ہی نالوں سے محشر کیوں نہ ہم برپا کریں

دم بخود ہیں دیکھکر بیمارِ اُلفت کو مسیح / سوچتے ہیں کسطرح کیونکر اسے اچھا کریں

تابِ گویائی نہ یارائے شکیبائی ہمیں / کچھ کہیں تو کیا کہیں ہم کچھ کریں تو کیا کریں

محفلِ اغیار میں بیٹھے ہوئے ہیں بیحجاب / وہ جو میرے دلمیں بھی آتے ہوئے پردا کیا کریں

کچھ نہو تاثیرِ جذبِ دل مگر اتنی تو ہو / میری چشمِ شوق کو وہ شوق سے دیکھا کریں

ہے تری فرقت میں مرنا بھی حیاتِ جاوداں / شکرِ جاں بخشی بجا لاتے ہیں شکوہ کیا کریں

حضرتِ دل آپ دل ہیں کچھ مری دلبر نہیں / آپ بھی قطعِ تعلق کرتے ہیں اچھا کریں

جاں گزا ہے لن ترانی کی صدائے دلخراش / ورنہ ہم بھی عزمِ دیدِ جلوۂ زیبا کریں

اُنکے آنے سے بھی ہم آپ میں آتے نہیں
حضرتِ **بیخود** ہم اپنی بیخودی کو کیا کریں

جاں باختہ تمھارے کھیلے تو جان پر ہیں / یہ بھی مگر خبر ہے یہ کس گمان پر ہیں

شیدا سمجھ کے مجھکو بندہ سمجھ لیا ہے / کیا کیا یقین انکو اپنے گمان پر ہیں

اللہ رے شانِ رفعت اے کوئے یار تیری / جو اس زمین پر ہیں وہ آسمان پر ہیں

رُوئے بتاں کے جلوے خوئے بتاں کے شکوے / سب کی نگاہ پر ہیں سب کی زبان پر ہیں

کسکا تصور انکے خلوت کدے میں پہونچا / کیوں آج اتنے برہم وہ پاسبان پر ہیں

یا میرے ساتھ پہروں سرگوشیاں تھیں ظالم / یا میرا نام سُنکر اب ہاتھ کان پر ہیں

بے یہ دلِ ستمکش ہے درد و غم کے بس میں / اب میہماں ہی قابض اس میزبان پر ہیں

ترکِ جفا کی اُنسے اُمید خاک رکھوں / مہر و وفا کے شکوے جنکی زبان پر ہیں

گو خاکسار اُنکے سب خاک ہو چکے ہیں
لیکن دماغ دیکھو تو آسمان پر ہیں

اے آہ اسکو تو نے پھونکا تو فائدہ کیا
اور آسمان بھی تو اِس آسمان پر ہیں

تلوار آزماؤ اور تیر تم لگاؤ
آمادہ ہم خوشی سے ہر امتحان پر ہیں

میرا ہی نامہ بر ہے وہ مرغِ پر شکستہ
اُفتادگی کے دھوکے جسکی اُڑان پر ہیں

ذرے ہیں یا ستارے جلوے ہیں سب تمہارے
گو کچھ زمین پر ہیں کچھ آسمان پر ہیں

بلبل وہیں اُڑا کے اے حسرتِ اسیری
صیاد کی نگاہیں جس آشیان پر ہیں

دل کو تو دردِ اُلفت سے ہے مایۂ مسرت
مشکل تو جان کی ہے صدمے تو جان پر ہیں

مجھکو تو چپ لگی ہے **بیخود** مگر جہاں میں
چرچے مرے سخن کے سب کی زبان پر ہیں

شوخی ہی کے پہلو ہیں کچھ شرم و حیا میں
لاکھوں ہیں ادائیں تری اک ایک ادا میں

اللہ رے جفا ترکِ جفا پر ہیں وہ مائل
جب ہمکو مزہ آنے لگا اُن کی جفا میں

میں ہجر میں مرتا ہوں یہ ہے وصل کا خواہاں
میں اور مصیبت میں ہوں دل اور بلا میں

دل تو ہی اُٹھا ہاتھ مرے واسطے اللہ
سُنتا ہوں کہ تاثیر ہے بیکس کی دُعا میں

آئے ہیں مری قبر پہ وہ فاتحہ پڑھنے
ہلچل سی ہے قیامت کی مزارِ شہدا میں

دونوں کی طلب نے ہمیں رکھا نہ کہیں کا
دل فکرِ بتاں میں ہے زباں ذکرِ خدا میں

دیکھو نہ کہو میرے جلانے کو تم آمین
ایسا نہ ہو آجائے اثر میری دُعا میں

ہاں شیوۂ بیداد بس اب ترک نہ کرنا
ہاں دہر میں ہے اب کوئی خوبی نہ وفا میں

ہر شے کا مزہ تھا دلِ مرحوم کے دم تک
اب لطف جفا میں ہے نہ لذت ہے وفا میں

مشکل مری آسان ہو تم فکر سے چھوٹو
اے چارہ گرو زہر پلا دو نہ دوا میں

کیا دسترسِ غیر کی نوبت ہے یہاں تک
کیوں آج گرہ پر ہے گرہ بندِ قبا میں

مر جائینگے دشمن ہی تو جی جائیگا **بیخود**
بن ٹھن کے تم آئے ہو عبث بزمِ عزا میں

بظاہر حضرتِ دل گو مری پہلو میں رہتے ہیں
مگر دل سے گئے کوچۂ گیسو میں رہتے ہیں

سلجھتے ہی نہیں یہ برہمی کم ہی نہیں ہوتی
مری قسمت کے بل کیا آپکے گیسو میں رہتے ہیں

ہزاروں حشر برپا ہو گئے ادنیٰ اشارہ میں
غضب فتنے تمھاری گوشۂ ابرو میں رہتے ہیں

جگر میں حال باقی ہے نہ دل میں جان باقی ہے
نہ جانے کیطرح آپ یہ مرے پہلو میں رہتے ہیں

ٹھکانے پیچ و خم کی بستی دو ہی ہیں زمانہ میں
مری قسمت میں رہتے ہیں تری گیسو میں رہتے ہیں

جگہ دیتے ہیں وحشی پاؤں پڑ کر اپنی آنکھوں میں
ترے وحشت زدہ اب دیدۂ آہو میں رہتے ہیں

بحجمِ شوق و فرطِ شرم کی ہاتھوں شبِ وعدہ
نہ میں قابو میں رہتا ہوں نہ وہ قابو میں رہتے ہیں

الم بھی ہے تپش بھی ہے قلق بھی ہے خلش بھی ہے
ہزاروں درد کے پہلو مری پہلو میں رہتے ہیں

غنیمت کیوں نہ سمجھوں کاوشِ نوکِ مژہ **بیخود**
یہی کانٹے تو اب دل کی جگہ پہلو میں رہتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ باتیں پیچ کی ہم کم سمجھتے ہیں
یہ ہم سمجھے ہوئے ہیں اسکا مطلب ہم سمجھتے ہیں

تری سودائیانِ زلف کی اللہ رے محویت
یہ دودِ آہ کو بھی طرۂ خوش خم سمجھتے ہیں

کہانی کوہکن کی قصہ گو وہ کیوں نہیں سنتے
مگر اسکو بھی میری داستانِ غم سمجھتے ہیں

نصیحت کی بھی حد ہوتی ہے کوئی حضرتِ ناصح
بس اب سمجھا چکو تم ورنہ تمکو ہم سمجھتے ہیں

جہاں لب تک آیا گھل گئے چودہ طبق زاہد
ہم اپنے ساغرِ مے کو بھی جامِ جم سمجھتے ہیں

مجھے مغموم پا کر محفلِ دشمن میں کہتے ہیں
یہ بزمِ عیش کو بھی مجلسِ ماتم سمجھتے ہیں

تمھاری مرنے والوں کی سمجھ ہی کچھ نرالی ہے
قضا انکو شفا ہے زخم کو مرہم سمجھتے ہیں

کسی کا دل دُکھے یا جان جائے انکو کیا پروا
وہ دل کو دل سمجھتے ہیں نہ دم کو دم سمجھتے ہیں

ہمارے دشمنوں کے دوست ہیں یا خود ہی دشمن ہیں
جو سمجھاتے ہیں ہمکو انکا مطلب ہم سمجھتے ہیں

وہ سرشار شراب حسن ہم مستِ مئے اُلفت
ہماری وہ سمجھتے ہیں نہ اُنکی ہم سمجھتے ہیں

خدا نخواستہ ناداں نہیں ہیں حضرت بیخود
مگر ہاں آپکی پیچیدہ باتیں کم سمجھتے ہیں

پردہ پردہ میں جو دزدیدہ نظر کرتے ہیں
دل میں در پردہ اسیطرح وہ گھر کرتے ہیں

تیر بنکر مرے سینہ سے گزر کرتے ہیں
نالہ ہائے شب غم خوب اثر کرتے ہیں

انکے اشکوں ہی سے بجھتی ہے ذرا دل کی لگی
مجھکو ممنون مرے دیدۂ تر کرتے ہیں

ہجر میں جان لبوں پر ہے تم آتے ہو تو آؤ
ملک الموت کو ہم ورنہ خبر کرتے ہیں

آدمیت ہی سے ہونے کا سبب ہے زاہد
کہ فرشتے کا گماں تجھپہ بشر کرتے ہیں

یہ بھی موقوف ہوا اے حضرت دل تو کیا ہو
شکر کیجے وہ تغافل بھی اگر کرتے ہیں

نگۂ ناز سے ہاں پھر کوئی چٹکی لینا
آج پھر ہم گلۂ دردِ جگر کرتے ہیں

ایک بیخود ہی نکما ہے جہاں میں ورنہ
وہ فرشتوں سے نہ ہوگا جو بشر کرتے ہیں

جاتا ہوں سوئے دشت اُڑا اُسکی خبر کو میں
بھول آیا ہائے راہ میں کیوں راہبر کو میں

دیکھو گے کیوں اُدھر کو بھلا ہوں جدھر کو میں
کیا جانتا نہیں ہوں تمھاری نظر کو میں

آوارہ میں ہوں دشت میں دل کوئے یار میں
اپنی خبر کو جاؤں کہ اُسکی خبر کو میں

وہ اس سے بے نصیب ہیں میں اس سے ناامید
رویا کرے فغاں کو عدو اور اثر کو میں

یوں گم ہوا کہ اب کہیں نام و نشاں نہیں
روتا ہوں آج دل کی طرح نامہ بر کو میں

کیا لطف ہو جو حشر کے دن وقتِ احتساب
تم مضطرب ادھر کو کھڑے ہو ادھر کو میں

کیا دیکھے دکھائے ستم مجھکو کوئے یار
بیخود چلا ہوں آج خود اپنی خبر کو میں

ردیف واو

قیدِ راحت سے مصیبت سے نکالا مجھکو
خوب بگڑا تھا مگر خوب سنبھالا مجھکو

بندگو سیرِ جہاں میں تو ابھی وقفہ ہے
کوئے جاناں ہی ذرا چل کے دکھا لا مجھکو

وہ یہاں آنے میں رکتے ہیں حیا کے باعث
یہ خبر دے کے گیا رکتا ہوا نالا مجھکو

غم سے تنگ آ کے یہ کہتا ہے مرا دل مجھ سے
کیا اسی واسطے تھا آپ نے پالا مجھکو

خارِ صحرائے جنوں تشنہ دہن کیوں رہتے
دل کے بدلے بھی جو ملتا کوئی چھالا مجھکو

ہے خیالِ رخِ پرنور جو دل میں شبِ غم
نظر آتا ہے اندھیرے میں اجالا مجھکو

گردشِ دیدۂ مخمور سے مخمور سا ہوں میں
جام درکار ہے ساقی نہ پیالا مجھکو

میں اسی بات سے ہوں شاد کہ او محوِ جفا
لوگ کہتے ہیں ترا چاہنے والا مجھکو

رشکِ اغیار کو روتا ہوں کہ اسنے بیخود
بزمِ دلدار سے سو بار نکالا مجھکو

دشمن نہ ہو عزیز نہ ہو آسماں ہو
وہ مہرباں نہ ہو تو کوئی مہرباں نہ ہو

یا رب کسی کا رازِ محبت عیاں نہ ہو
سینہ میں دل اگر ہو تو منہ میں زباں نہ ہو

وہ سن رہے ہیں بزم میں مجنوں کی سرگزشت
مرتا ہوں ہیں یہ ہائے میری داستاں نہ ہو

آنکھوں نے تیری آج دمِ عرضِ مدعا
وہ کچھ ہمیں کہا ہے جو منہ سے بیاں نہ ہو

ملکِ عدم کو قافلے تھوڑے نہیں گئے
یہ چرخِ پیر گردِ پسِ کارواں نہ ہو

تاثیر آہ میں نہ اثر اضطراب میں
محنت کسی کی میری طرح رائگاں نہ ہو

کرتے تو ہو ستم پہ ستم یہ تو سوچ لو
کیا ہو جو مجھ میں طاقتِ ضبطِ فغاں نہ ہو

بیخود کو آپ میں بھی تو آنا محال ہے
اتنا کوئی مریضِ الم ناتواں نہ ہو

اگر مرے ہنسی کی بگڑی ستم کا پھر گلا کیوں ہو
زبانِ عاشقِ صادق شکایت آشنا کیوں ہو

ذرا سوچو تو یہ کوئی بھلا ہو کر برا کیوں ہو
کرم ہو کر ستم کیوں ہو وفا ہو کر جفا کیوں ہو

مجھی سے بدگمانی اسقدر کچھ خیر ہے تجکو
گلی میں غیر کی اس فتنہ گر کا نقشِ پا کیوں ہو

یہ فرماتے ہو کیونکر ہم کسی کے روبرو جائیں
یہ ہے تو میرے دلمیں بھی تصور آپ کا کیوں ہو

نہ ہو خوفِ خدا اس بت کے دل میں گر تو پھر ہمپر
یہ تھم تھم کر ستم کیوں ہو یہ رہ رہ کر جفا کیوں ہو

جواب ایسے سنے کچھ شرح جنکی ہو نہیں سکتی
سوال اتنا کیا تھا اُنسے تم ہم سے خفا کیوں ہو

نگاہِ دلربا دل کیطرح سے جان بھی لیلے
دمِ آخر ترا بیمار ممنونِ قضا کیوں ہو

ہمارے ہوتے غیروں کا بھلا وہ امتحان کیوں لیں
نصیبِ دشمناں ہم جاں نثاروں کی قضا کیوں ہو

مرے رازِ نہاں سے غیر کیوں آگاہ ہو **بیخود**
جو پہنچے اُنکے کانوں تک وہ میرا مدعا کیوں ہو

محفلِ عیش بھی ہو وہ بتِ مغرور بھی ہو
یہ تو جب ہو کہ مقدر بھی ہو مقدور بھی ہو

دل سے جاتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
کیا تماشا ہے کہ تم پاس بھی ہو دور بھی ہو

جانتا ہوں کہ ترے دلمیں جگہ ہے اسکی
کیا خوشی مجھکو عدو بزم سے گر دور بھی ہو

ہے یہ صورت تو چھپا وصلِ عدو کا احوال
دردِ سر بھی ہو اداسی بھی ہو مخمور بھی ہو

دیکھیں پھر برقِ تجلی یہ کسے غش آیا
ہم ہوں وہ بھی ہوں مے بھی ہو اور طور بھی ہو

قصۂ غم انھیں تم لاکھ سناؤ بیخود
دیکھنا ہنسکے وہ فرمائینگے چل دور بھی ہو

ذرا بسملوں کا تڑپنا تو دیکھو
تماشا دکھا کر تماشا تو دیکھو

کھلے جاتے ہیں رمزِ عشق و محبت
تم آئینہ میں اپنا چہرہ تو دیکھو

کیا ہم سے وعدہ ملے غیر سے وہ
یہ قسمت کا بن کر بگڑنا تو دیکھو

نہ آرام گھر میں نہ چین اُس گلی میں
یہ وحشت ہماری یہ سودا تو دیکھو

حذر کرتے ہو میری بدنامیوں سے
ذرا اپنی صورت کا شہرا تو دیکھو

لڑاتا ہوں نرگس سے آنکھیں چمن میں
نظر بازیوں کا یہ ایکا تو دیکھو

کیا قتل در پردہ تیغِ ادا سے
یہ اِن پردے والوں کا پردہ تو دیکھو

عدو اُٹھ گیا آج دُنیا سے بیخود
اُٹھو چلکے اُسکا جنازہ تو دیکھو

کون کہتا ہے کہ تم حال ہمارا دیکھو
لیکے آئینہ ذرا رنگ تو اپنا دیکھو

دی خدا آنکھ تو وہ جلوۂ زیبا دیکھو
کبھی نیت نہیں بھرتی اُسے جتنا دیکھو

ملک الموت کے قدموں پہ گری پڑتے ہیں
جان پر کھیلنے والوں کا تماشا دیکھو

رندہ اور بادہ کشی حضرتِ واعظ کیا خوب
تمکو باور نہیں آتا ہے تو منگوا دیکھو

جور سے جو سہے اُف بھی نہ نکلی مُنہ سے
میرا دل دیکھو ذرا میرا کلیجا دیکھو

ابھی کیا عہد ہوا تھا ابھی کیا ٹھہری تھی
ابھی پھر شرم سے مُنہ تمنے چھپایا دیکھو

جسمیں کل بات بڑھی جسمیں ہوئی کل رنجش
اپنی زُلفوں کیطرح اپنی طبیعت کیطرح
پھر وُہی چھیڑ نکالی وُہی باتیں چھیڑیں

آج پھر تمنے وہی تذکرہ چھیڑا دیکھو
میری تقدیر کا بن بن کے بگڑنا دیکھو
پھر اُسی آنکھ سے ہمنے تمھیں دیکھا دیکھو

دِل کو دزدیدہ نگاہوں سے لُبھا لیتے ہیں
بیخود ان پردہ نشینوں کا یہ پردا دیکھو

کیوں مرا حال قصہ خواں سے سنو
غم ہی غم ہے مرے فسانے میں
جو کہو اپنی ہی زباں سے کہو
حال واماندگانِ غربت کا
مجھ سے پوچھو تم اپنی جی کا حال
قلقِ ہجر غیر کیا جانے
غم مرے دلمیں تم ہو پردے میں
کچھ مرے ضبط و خامشی سے کہو

کچھ کہانی مری زباں سے سُنو
دُکھ ہی دُکھ ہے اسی جہاں سے سُنو
جو سُنو میری ہی زباں سے سُنو
جرس پیش کارواں سے سُنو
راز کا بات رازداں سے سُنو
مجھ سے پوچھو مری زباں سے سُنو
سچ تو ہے تم اُسے کہاں سے سُنو
کچھ مرے نالہ و فغاں سے سُنو

چھپ گیا ہے فسانۂ بیخود
کبھی تم بھی تو قصہ خواں سے سنو

آئینہ لیکے پہلے اپنی نظر کو دیکھو
تم اپنے ناز دیکھو میں دلکو داغ دیکھوں
ہو شوق آبِ حیواں تو ان لبوں سے مانگو
بل بے سیاہ بختی اللہ رے تیرہ روزی

پھر میرے دل کو دیکھو میرے جگر کو دیکھو
میں کیوں اُدھر کو دیکھوں تم کیوں ادھر کو دیکھو
ہے جستجو جو عنقا تو اس کمر کو دیکھو
تارے چمک رہے ہیں میری سحر کو دیکھو

کچھ ہمسے ماجرای شوقِ وطن نہ پوچھو
اِس منزلِ خراب وطولِ سفر کو پوچھو

میری تو ہی جان پھونکی میرا ہی دل جلایا
اِس آہِ نارسا کے اُلٹے اثر کو دیکھو

گلگشتِ باغ ناحق سیرِ چمن سے حاصل
دل میں ہمارے آؤ داغِ جگر کو دیکھو

کس پر ہوا ہوں شیدا میرا جگر سراپا ہو
کس آنکھ سے لڑی ہے میری نظر کو دیکھو

تیرِ ستم کا تودہ کس شوق سے بنا ہے
اُو ظلم کرنے والو میرے جگر کو دیکھو

میرے بیانِ غم پر وُہ مسکرا رہے ہیں
سنتے ہیں کس خوشی سے غم کی خبر کو دیکھو

تقدیر کے لکھے کو کیا رو رہے ہو بیٹھو
اُس سنگِ در کو دیکھو اور اپنے سر کو دیکھو

کیا کہوں ہمدم دلِ پُر آرزو کی آرزو
آرزو اور اُس بتِ بیگانہ خو کی آرزو

آرزو مندوں سے تمکو آج نفرت ہے مگر
کل تمھیں کو ہو گی اہلِ آرزو کی آرزو

رنجِ تنہائی سے کچھ باقی نہیں عقل و تمیز
اپنے سایہ سے ہے مجھکو گفتگو کی آرزو

تم چھپاؤ بھید لیکن ہم کہے دیتے ہیں صاف
آرزو کی جستجو ہے جستجو کی آرزو

ایک ہو سکتی ہے دنیا میں بھلا مرگ و حیات
یہ ہماری آرزو ہے وُہ عدو کی آرزو

کیوں نہیں شرمندۂ احسانِ چرخِ کینہ ور
کیا کریں اِس مبتذل سے آبرو کی آرزو

ساقیٔ بیگانہ وش کو ایک چلو سے دریغ
میکشوں کو جام کی خُم کی سبو کی آرزو

آپ کے پیکاں ہیں یا میری جگر کی حسرتیں
آپ کا خنجر ہے یا میرے گلو کی آرزو

گردشِ چشمِ سیہ سے ہو گئے مخمور ہم
اب نہیں باقی ہمیں جام و سبو کی آرزو

کون سمجھے اِس دلِ بے مدعا کا مدعا
کون پوچھے اس دلِ پُر آرزو کی آرزو

تم مخاطب ہو کہیں کیسے ہی لفظوں سے سہی
آپ کی ہمکو تمنا ہے نہ تو کی آرزو

مبتلائے عشق کا اللہ رے ذوقِ ابتلا
غم کا غم حسرت کی حسرت آرزو کی آرزو

اِس دلِ پُر آرزو میں اُسکو آنا ہی نہ تھا
سچ یہ ہے بیخود بڑی یہ چال چُوکی آرزو

چین سے سونے نہ پائیں وُہ اثر اِتنا تو ہو
دیکھکر مجھکو کہے کوئی بشر اِتنا تو ہو
اِس خوشی سے جان دی ہمنے کہ قاتل نے کہا
وُہ نہیں آتے اگر تو موت ہی آتے مجھے
مُنہ نہ موڑے تیغِ ابرو تیرِ مژگاں سے کبھی
بے تکلف میرے گھر آئیں وُہ دل پکڑے ہی ہوئے
ہمنے جسپر جان دی وُہ ہم ہمسے واقف بھی نہیں
وا ہمیں اُس شوخ کے بندِ قبا ہو چار دن
جب گرہ دل میں آئے وہ ہنسکر کہیں اے واہ واہ
داغِ ہجراں فردِ عصیاں وُصل دُھلا کر صاف ہوں
کوئی سمجھے تو سہی اِتنا تمنائی مجھے
وصل کی حسرت رہی اے دل نہ صدمہ ہجر کا
شامِ وعدہ حشر تک نوبت نہ آئے صبح کی
جسپا بیداد یاد آئے تو بھی یاد آئے

اے مری فریادِ شب آہِ سحر اِتنا تو ہو
کچھ نہ ہو یارب محبت میں مگر اِتنا تو ہو
دُھن کا پکا بات کا پُورا البشر اِتنا تو ہو
دردِ دل اِتنا تو ہو غم کا اثر اِتنا تو ہو
سچ ہے تمپر مرنے والے کا جگر اِتنا تو ہو
جذبِ دل ایسا تو ہو غم کا اثر اِتنا تو ہو
کوئی حالت سے کسیکے بے خبر اِتنا تو ہو
یا الٰہی میری وحشت کا اثر اِتنا تو ہو
گو نتیجہ کچھ نہیں اس کا مگر اِتنا تو ہو
گریۂ پیہم ترا اے چشمِ تر اِتنا تو ہو
اِس مرے نخلِ تمنا کا اثر اِتنا تو ہو
بیخبر ہوتا ہے تو اے بیخبر اِتنا تو ہو
طُولِ وصلِ یار قصۂ مختصر اِتنا تو ہو
دوست کے دلمیں مرے دشمن کا گھر اِتنا تو ہو

اپنے بیگانے کی سُدھ بُدھ بھی تو بیخود کچھ نہیں
کوئی دل دیکر کسیکو بے خبر اِتنا تو ہو

ٹوٹیں وہ پاؤں جنکو تری جستجو نہو
یہ جائے خون ہو کے وہ دل جسمیں تو نہو

ملنے کی تیرے کاش مجھے آرزو نہو
پہلو میں تو نہیں ہے تو دل میں بھی تو نہو

لیتے ہیں ہم تو جان کے بدلے ابھی مگر
ملتا نہیں وہ دل جسے کچھ آرزو نہو

لایا ہے رنگ رنگِ حنا اُنکے ہاتھ میں
مرتا ہوں میں کہیں یہ کسیکا لہو نہ ہو

وہ دن گئے کہ دلمیں تمنا کا تھا ہجوم
اب تو یہ آرزو ہے کوئی آرزو نہ ہو

غیروں کی دشمنی سے تعجب ہے تمکو کیوں
تم جسکے دوست ہو کوئی اُسکا عدو نہ ہو

بہتر تو ہے کہ داغِ دروں وہ بھی دیکھ لیں
اچھا تو ہے جو چاکِ جگر کا رفو نہ ہو

محشر میں لاکھ منہ کو چھپائے کوئی مگر
ممکن نہیں کہ آج مرے دو بدو نہ ہو

پروانہ محوِ شمع ہے بلبل فدائے گل
اے عشق کوئی دل بھی ہے جس دل میں تو نہ ہو

واعظ غضب ہے صحبتِ ناجنس کا عذاب
دوزخ مجھے بہشت اگر اُس میں تو نہ ہو

اب لاگ ہے پردہ کا ناحق لگاؤ ہے
اب اٹھ گئی تو آئیے پھر دو بدو نہ ہو

بیخود یہ بات ہم میں کہاں یہ تو غیر ہے
جو آبرو گنوائے سے بے آبرو نہ ہو

مرض تم ہو دوا تم ہو اجل تم ہو شفا تم ہو
سمجھ میں کچھ نہیں آتا خدا جانے کہ کیا تم ہو

جفا پر جان ہم دیتے ہیں خواہانِ وفا تم ہو
تمھاری آرزو ہم ہیں ہمارا مدعا تم ہو

اب آئے ہو تو کچھ میری سنو اپنی کہو مجھ سے
یہ خلوت میں حیا کیسی یہاں تو میں ہوں یا تم ہو

الجھ پڑنے میں گیسو ہو بگڑنے میں مقدر ہو
پلٹنے میں زمانہ ہو بدلنے میں ہوا تم ہو

اثر کی اب ہمیں پروا نہ حسرت ہے رسائی کی
یہ کیا کم ہے کہ یوں ممنونِ آہِ نارسا تم ہو

اداؤں میں تمھاری کچھ تباین سا تباین ہے
ہماری دلشکن تم ہو عدو کے دلربا تم ہو

خطاوارونسے تیری تیری رحمت کا اشارہ ہے | کہ خاطی ہو مگر میری نظر میں بیخطا تم ہو
کہاں تک بے نیازی بندہ پرور ہوش میں آؤ | نہ ہم بندے تمھارے ہیں نہ بندوں کے خدا تم ہو
نہ دل سے سوا کیوں اہلِ دل کو دردِ دل اپنا | کہ اب دل سے خریدارِ دلِ درد آشنا تم ہو
رہی تکرار لفظِ ہیو خدا پر رات بھر کیا کیا | مگر اُسنے کہا تو ہے کبھی میں نے کہا تم ہو
بجا ہے ہاں کسینے تم دیکھا ہے نہ بھالا ہے | مگر نا آشنائی میں بھی عالم آشنا تم ہو
تم اچھے ہو مگر دشمن کے مگر تم سے بھی اچھے ہیں | کہ تم پر میں فدا ہوں اور اُن پر مبتلا تم ہو

تخلص تمنے رکھا اپنا بیخود حضرتِ بیخود
یہ کیسی بیخودی ہے جسمیں اپنے خودنما تم ہو

بہ رشکِ رخ و دلِ اغدار کو دیکھو | عجب بہار ہے یہ اِس بہار کو دیکھا
تم اپنی ناز و ادا کی بہار کو دیکھو | تمہیں غرض جو مرے حالِ زار کو دیکھو
تمہارے وعدہ فردا سے بھی خوش ہوں | مرے یقین مرے اعتبار کو دیکھو
تمہیں قسم ہے کہ ہرگز کمی نکرنا تم | قرار سے جو دلِ بیقرار کو نہ دیکھو
جفا سے ہم کہیں ترکِ وفا نہ کر بیٹھیں | شروعِ کار کو انجامِ کار دیکھو
یہ تیر سینہ کو چھلنی بنائیں یا نہ بنائیں | بفورِ جنبشِ مژگانِ یار کو دیکھو
نہ رشکِ قربِ علاوہ ہے نہ رنج دوری یا | رضائے صبرِ دلِ بے قرار کو دیکھو
گھٹا کی بھیس میں چھائی ہے بادہ خوار و نیر | ہجومِ رحمتِ پروردگار کو دیکھو
نہیبِ قتیل کو اقرارِ وصل سمجھا ہے | ذرا مرے دلِ اُمیدوار کو دیکھو
ہزار حشر کے دن ہر گھڑی میں پنہاں ہیں | درازیِ شبِ ہجرانِ یار کو دیکھو
ملا نہ عالمِ پیری میں جو کبھی نہ ملا | خزاں کیوقت ہماری بہار کو دیکھو

تمہاری شرم عجب شرم ہے سرِ محفل | ایک کو تو نہ دیکھو ہزار کو دیکھ

نہ شب کو چین نہ دن کو قرار و بیخود
فراق میں مرے لیل و نہار کو دیکھو

جس دلربی میں کچھ روشِ دلبری نہ ہو
ہوتی نہیں وفا سے جفا میں کمی نہ ہو
وعدے تو سیکڑوں ہوں وفا ایک بھی نہ ہو
یہ چشمِ لطف قہر نہ ڈھلائے وصال میں
واعظ کے دمِ قدم سے ہوا میکدہ خراب
نفرت نہ التجا سے بہت ہے اُنھیں مگر
بن بن کے دوست بالغ اُلفت ہیں پند گو
تم اور التفات کرم میرے حال پر
یہ لطفِ زیست جان کا دشمن نہ ہو کہیں
رکھتا ہوں چشمِ شوق میں ساقی کی چشمِ مست
برہم ہیں اُنکے گیسوِ خوش خم مری طرح
تاثیرِ گریہ کچھ نہیں ہوتی نہ ہو ۔ مگر
زاہد نہیں ہیں سے ڈال لے عادت میری طرح
اپنا بناو جانتے ہیں وہ بگاڑ کو
واعظ ہمارے سامنے وصفِ مے طہور
اُس حشر پہ ہے وعدۂ دیدار منحصر

محوِ ادا کی اُس سے تسلی ہوئی نہ ہو
اِتنا تو ہو مگر یہ ہوئی اِن ہوئی نہ ہو
سب کچھ ہو لیکن او ستم آرا یہی نہ ہو
پردے میں دوستی کے نہاں دشمنی نہ ہو
جنت میں سب ہوں ایک الٰہی یہی نہ ہو
یہ التجا نہیں کہ کوئی ملتجی نہ ہو
میں سوچتا ہوں یہ بھی مرا مدعی نہ ہو
ممکن ہے اُس میں پیچ نہ ہو کوئی نی ہو
یہ دِل لگی کہیں مرے دِل کی لگی نہ ہو
یہ ہوش دشمنِ خرد و آگہی نہ ہو
میرے ہی دل سے کچھ اُنھیں وابستگی نہ ہو
چشمِ پُر آب کی کہیں اُلٹی ہنسی نہ ہو
ایسا نہ ہو کہ تجھ سے وہاں سرکشی نہ ہو
برہم ہیں گو کوئی سببِ برہمی نہ ہو
چھینٹے یہ اُسکو ہی کبھی جسنے کہ پی نہ ہو
ہمدم تو جسکی روز ہو برپا کبھی نہ ہو

میں جی اُٹھا ہوں سُن کے نویدِ وصالِ یار
پیغامبر کو دعوئ پیغمبری نہ ہو

مرتا ہوں موت کی حسرت میں رات بھر
میری طرح کسی کی بسر زندگی نہ ہو

بیخود اسی کے دم سے تو ہے اپنی زندگی
ہم بھی نہ ہوں جہاں میں اگر بیخودی نہ ہو

ہنوز کہ ہو اُنھیں تاثیر دیکھیے کیا ہو
مآلِ نالۂ شبگیر دیکھیے کیا ہو

ہوئے وہ آ کے بغلگیر دیکھیے کیا ہو
مزے کا خواب ہے تعبیر دیکھیے کیا ہو

یہ جوشِ فصلِ بہاراں یہ زورِ شورِ جنوں
یہاں نہ طوق نہ زنجیر دیکھیے کیا ہو

وہ نالے جو مرے دل کے دھوئیں اُڑا بیٹھے
چلے سُوئے فلکِ پیر دیکھیے کیا ہو

غمِ فراق سہے رنجِ انتظار سہے
گناہِ عشق کی تعزیر دیکھیے کیا ہو

یہ میں ہوں یہ مرا دل اور یہ مرا سر ہے
یہ وہ یہ ناوک و شمشیر دیکھیے کیا ہو

ترے شباب کی آمد ہے یا قیامت کی
پکار اُٹھے فلکِ پیر دیکھیے کیا ہو

جواب نامہ تو آیا وہاں سے حسبِ مراد
مگر نوشتۂ تقدیر دیکھیے کیا ہو

نگاہِ شوق تو بیتاب کر چکی دل کو
نگاہِ شرم کی تاثیر دیکھیے کیا ہو

خیالِ گیسو و مژگاں سے باز آ بیخود
کہ یہ کمند ہے وہ تیر دیکھیے کیا ہو

زاہد خدا سے ڈر کہ خدا تو غفور ہے
بندہ خطا سے دور ہو اور بے قصور ہو

سنگِ جفا سے شیشۂ دل چور چور ہو
لیکن جفا شعار نہ پہلو سے دور ہو

کچھ امتیاز عشق و ہوس تو ضرور ہو
تعزیر ہو ہمیں کو کسی کا قصور ہو

برہم ہو یہ کہے سے کہ تم رشکِ حور ہو
اللہ یہ دماغ ہیں اب اتنے دور ہو

تیرا جمال اور مری آنکھوں سے ہو نہاں
تیرا خیال اور مرے دل سے دور ہو

اک یادگار شوخیٔ انداز ہے یہی
کچھ ہو نہ ہو بغل میں دل ناصبور ہو

پوچھو ہمیں سے قدر غم ہجر یار کی
وہ رنج ہے یہی جو بنائے سرور ہو

وہ میں کہ تم سے دور رہا اور پاس تھا
یہ تم کہ میرے پاس ہو اور مجھ سے دور ہو

میری نگاہ میں ہیں کچھ ایسی تجلیاں
جس کوہ پر یہ آنکھ پڑے کوہ طور ہو

کیسا فراق کس کی جدائی کہاں کا ہجر
میں تم سے دور ہوں نہ تمہیں مجھ سے دور ہو

مر ہی گئے ترے لب جاں بخش کے مریض
سچ ہے کہ ہونے والی تو ہوا اور ضرور ہو

کہتے ہیں کیا کریں ترے قسمت ہی میں نہیں
ایسا ستم کہ جس کی تلافی ضرور ہو

وہ اور خوف تیرگیٔ قبر پند گو
جس کی نگاہ میں یہ تجلی یہ نور ہو

بے پردہ ہو تو دیکھئے کیا دیکھنے میں آئے
وہ شکل جس کے پردے میں شان ظہور ہو

اک جام مے نے فکر دو عالم سے دی نجات
ساقی تری شراب شراب طہور ہو

ہے داغ عشق احمد نوری کا جلوہ گر
کیونکر نہ تیرگی دل بیخود کی نور ہو

ردیف ہائے

خواجہ فیاض ہے جواد فدائے خواجہ
کیا صلہ دیکھئے دلوائے ثنائے خواجہ

میری دانست میں ہے شاہ گدائے خواجہ
میرے نزدیک ولایت ہے ولائے خواجہ

جان بلب غم سے ہے مشتاق لقائے خواجہ
دیر کیا ہے لب اعجاز نمائے خواجہ

ید بیضا کی تجلی سے مجھے مطلب کیا
میری نظروں میں ہے نقش کف پائے خواجہ

یونہیں بیدار ہو خوابیدہ مقدر میرا
خواب ہی میں ترا جلوہ نظر آئے خواجہ

تیرہ روزی لئے اِک اندھیر اُمچار کھا ہے
الکرم الکرم اے نور و ضیائے خواجہ

در رحمت ہے کہ روز رات کھلا رہتا ہے
بند ہوتا ہی نہیں بابِ عطائے خواجہ

باں کہتی ہے کہ اب لیتی ہوں اجمیر کی راہ
دل تڑپتا ہے کہ ہوتا ہوں فدائے خواجہ

دین اللہ کی ہے اور مقدر کا لکھا
مِل گیا مجکو اگر گنجِ ولائے خواجہ

اُس سے ہو نعمتِ دارین کا طالب کوئی
کون ہے خواجۂ کونین سوائے خواجہ

انسان حق کا تصور ہے تصور اُسکا
بالیقیں مرضیٔ خالق رضائے خواجہ

پھر خدا چاہے تو مرکر بھی نہیں اُٹھنے کا نہیں
کاش ایکے دردِ دولت پہ بلائے خواجہ

غوث بغداد میں ہیں ختم رُسل طیبہ میں
ہند میں کون ہے **بیخود** کا سوائے خواجہ

ہمیشہ ٹھنی ہے دنیا میں راہ راہ کے ساتھ
یہ دل گیا مرا دل بھی تری نگاہ کے ساتھ

مرے بیان سے پہلے سن اُسکی داورِ حشر
وہ آکے سازنہ کرلے مرے گواہ کے ساتھ

یہ مُدّعا ہے تظلم سے آج باز رہے
اِسی لیئے ہیں وہ محشر میں دادخواہ کے ساتھ

الٰہی خلد میں زاہد کے ساتھ مجکو نہ بھیج
گناہگار کا کیا کام بیگناہ کے ساتھ

تمھاری آنکھوں کا اعجاز واہ رے اعجاز
نکل گیا مرے آنکھوں سے دم نگاہ کے ساتھ

ہزار شکر پسِ کارواں پہنچ ہی گئے
ہم اُٹھتے بیٹھتے منزل پہ گردِ راہ کے ساتھ

تمھارے ڈھنگ یہ کہتے ہیں تم ہو ہرجائی
کہ دل لگی کا مزہ ہے تو ہے نباہ کے ساتھ

نہیں خبر کہ وہ دیتے ہیں رادیا طعنے
مِلا جواب سوالوں کا واہ واہ کے ساتھ

گناہگار تو بیشک ہوں میں مگر **بیخود**

امیدِ بخشش عصیاں بھی ہے گناہ کے ساتھ

ہے صلح میں تکلیف لڑائی سے زیادہ
ہم وصل میں مضطر میں جدائی سے زیادہ

صیاد کا کھٹکا ہے نہ غم فصل خزاں کا
ہے عیش اسیری میں رہائی سے زیادہ

زاہد وہ گناہوں سے بھی بیزار ہے لیکن
نفرت ہے اسے زہد ریائی سے زیادہ

اے آہ وہ بیداد سے باز آئے تو حاصل
امید تو بھی تیری رسائی سے زیادہ

کیا خاک کہیں حال ملال و تعب اُنسے
ہوتے ہیں مکدر وہ صفائی سے زیادہ

زاہد ہی کے حصہ میں تو ہیں خلد کی حوریں
رو دار یہی تو ہیں خدائی سے زیادہ

تاریکی مرقد تو کسی طرح نہ ہوگی
میری شبِ دیجورِ جدائی سے زیادہ

ہاں آپکے الطاف ہیں بیداد سے افزوں
ہاں میری برائی ہے بھلائی سے زیادہ

ہر فرد بشر خلق میں طالب ہے انھیں کا
کیا بات بتوں میں ہے خدائی سے زیادہ

تاثیر کا رونا بھی ہے ساتھ آہ کی بیخود
لیکن نہ غمِ ناشنوائی سے زیادہ

دل بھی پہلو سے گیا نالۂ شبگیر کے ساتھ
اب یہ ماتم ہے نیا ماتمِ تاثیر کے ساتھ

مثلِ تصویر مصور نہ ہو کیونکر حیراں
کھنچنے والے کی ادا کھنچ گئی تصویر کے ساتھ

منکرِ معجزِ حسن کدھر ہیں دیکھیں
کھنچنے والی کی ادا کھنچ گئی تصویر کے ساتھ

اب ہمیں اُنکا بھروسہ انھیں اندیشہ
آہ و زاری کے فقرے اٹھ گئی تاثیر کے ساتھ

زردیٔ رنگ وہی خشکیٔ لب ویسی ہے
میری حالت بھی کھنچی ہے مری تصویر کے ساتھ

اسقدر میرے مقدر میں تباہی کیوں ہے
اُنکی سازش تو نہ تھی کاتبِ تقدیر کے ساتھ

اب بھویں تن گئیں ظالم تو نگاہیں بھی لڑیں
اب ذرا تیر بھی چل جائیں نہ شمشیر کے ساتھ

بن پڑے بھی یہ اگر تو وہ بگڑ جاتی ہے
ضد سی ضد ہے مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

گردش بخت سے بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں
میری وابستگیاں زلف گرہگیر کے ساتھ

حلقہ زلف مسلسل کا تصور ہے مجھے
طوق بھی میری نگاہوں میں ہے زنجیر کے ساتھ

نامور ہوگئے تم تو مری بدنامی سے
اپنی شہرت کو دیکھو مری تشہیر کے ساتھ

وہ بگڑتی ہے تو چلتے نہیں یہ بھی ہرگز
پاؤں تدبیر کے سو جاتے ہیں تقدیر کے ساتھ

قم عیسیٰ نہ ہو قاتل تری آواز مجھے
میری گردن پہ چھری پھیر نہ تکبیر کے ساتھ

بزم سے خود وہ اٹھاتے ہیں مرے دشمن کو
اسکو ذلت بھی تو دیجاتی ہے توقیر کے ساتھ

دیکھئے مل کے ستم ڈھاتی ہے کیا کیا بیخود
گردش چشم سیہ گردش تقدیر کے ساتھ

ردیف یائے تحتانی

حبذا صل اللہ علی مجلس میلاد نبی
مہبط نور خدا مجلس میلاد نبی

غم ربا عیش فزا مجلس میلاد نبی
درد عصیاں کی دوا مجلس میلاد نبی

قدر اسکی کوئی عشاق کے دل سے پوچھے
جو دکھاتی ہے فنر مجلس میلاد نبی

وہ زمیں سجدہ گہہ جن و ملک ہوتی ہے
جس جگہ پر ہو بپا مجلس میلاد نبی

ذکر محبوب خدا ہے ایماں کا شرف
مرأت دل کی جلا مجلس میلاد نبی

مجمع اہل یقیں تذکرۂ سرور دیں
ہے عجب چیز دلا مجلس میلاد نبی

رات دن محو رہوں ذکر نبی میں بیخود

ہو مرے گھر میں سدا مجلسِ میلادِ نبیؐ

حبیبِ خالقِ یکتا حمید الدین ناگوری
حمید الدین والدنیا حمید الدین ناگوری

جہاں جاتے ہوئے بیک تصور جی چراتا ہے
وہ اعلےٰ ہے ترا رتبا حمید الدین ناگوری

تمہیں ہو طالبِ مولا تمہیں ہو تارکِ دنیا
تمہیں فارغ عن العقبا حمید الدین ناگوری

علیِ عالیِ اعلےٰ کا پیرو ہے نہ کیونکر ہو
ولی و والی و مولا حمید الدین ناگوری

عطاؤ فیض کی طالب خدائی کیوں نہ ہے تجھسے
خدا کا تو خدا تیرا حمید الدین ناگوری

نہ تھا تجھسا نہ ہے تجھسا نہ ہو تجھسا زمانے میں
غنی و تارک الدنیا حمید الدین ناگوری

غریقِ بحرِ عصیاں ہوں اسیرِ دامِ شیطاں ہوں
خبر لینا مدد کرنا حمید الدین ناگوری

ہر اک بے دسترس کی دستگیری کام ہے تیرا
مرا بھی ہات لے لینا حمید الدین ناگوری

خدا کیواسطے دستِ کرم سے ناخدائی کر
بھنور میں ہے مرا بیڑا حمید الدین ناگوری

حضوری سے نہ رکھ محروم غرقِ بحرِ حرماں کو
تصدق اپنی حرمت کا حمید الدین ناگوری

معین الدین اجمیری کے ایما و اشارت سے
معاون اب ہے بیخود کا حمید الدین ناگوری

پھر مرے سر میں اٹھا ہے ترا سودا صوفی
پھر یہ ناگور مجھے کھینچ کے لایا صوفی

طالبِ حق ہے تری ذاتِ معلا صوفی
تیری مٹھی میں ہے دنیا ہو کہ عقبا صوفی

انکا سلطاں ہی تھے تارکِ دنیا جو لوگ
تیری کیا بات ہے اے تارکِ دنیا صوفی

زاتبہ بھوک کا یہ تیل یہ کھڑی تیری
من و سلوے سے نہیں کم مجھے حاشا صوفی

نہ ہوا تھا کوئی ہرگز نہ ہوا ہے ابتک
ترا ثانی ترا ہمسر ترا ہمتا صوفی

تیرا مسکن رہی اور جس میں ہے مدفن تیرا
وہ زمیں اوج میں ہے عرشِ معلی صوفی

اب تو محرومی ہے ہم کی مجھے تاب نہیں
اب تو پوری ہو مرے دل کی تمنا صوفی

ہوں طلبگار اعانت ترے در پر کب سے
اب تو للہ سفارش مرے فرما صوفی

لاج اس پھیلے ہوئے ہاتھ کی ہے تیرے ہاتھ
میرے حامی میرے یاور میرے آقا صوفی

اب نہ محروم پھروں در سے نہ مغموم رہوں
رحم کر خواجۂ اجمیر کا صدقہ صوفی

ہاتھ خالی ہے یہ اور ساتھ ہے اسکا کچا
لے خبر بیخود محزوں کی خدارا صوفی

ہے اور ہی روش فلک کینہ خواہ کی
کیا لے اُڑا یہ طرز تمہاری نگاہ کی

آیا نظر کسی کو نہ پھر آفتاب حشر
جب چھا گئی گھٹا مرے زور سیاہ کی

دور فلک سے عشق میں مری بلا ڈرے
گردش اُٹھا چکا ہوں تمہاری نگاہ کی

نوبت نہ آئی صبح کی ہرگز شب وصال
کام آئی تیرگی مرے بخت سیاہ کی

جوش قلق سے دم بھی نکلنا محال ہے
حسرت نکل چکی دل حرماں پناہ کی

دل میں بسی ہوئی ہیں وہ بیباکیاں تری
آنکھوں میں پھر رہی ہے وہ شوخی نگاہ کی

اُف رے ہجوم فوج ستم ہائے نو بنو
اللہ رے شکست دل داد خواہ کی

انکی یہ شکل اسے دل مضطر ترا یہ حال
لے تو ہی اب بتا کوئی صورت نباہ کی

لیتا ہوں جان دیکے جو مجھکو نصیب ہو
اک مشت خاک پائے رسالت پناہ کی

بیخود وہ اپنے ہاتھ سے تعزیر دیں مجھے
کافر ہوں پھر ہوس ہو جو عفو گناہ کی

بیرخی بے اعتنائی ہو چکی
آؤ من جاؤ لڑائی ہو چکی

اب مرا دل بھی مکدر ہو گیا
اب مرے اُن کے صفائی ہو چکی

جن کو پاسِ خاطرِ صیاد ہے
اُن اسیروں کی رہائی ہو چکی

اب تو مل جاؤ کہ سارے شہر میں
شہرتِ ناآشنائی ہو چکی

زلف کہتی ہے دلِ بیتاب سے
میرے پھندوں سے رہائی ہو چکی

ضعف کے ہاتھوں قدم اُٹھتے نہیں
اُنکی محفل تک رسائی ہو چکی

تم میں جو بندہ نوازی کی نہیں
اے بتو تم سے خدائی ہو چکی

اُو دغا دشمن جفا جو تند خو
ہو چکی بس بیوفائی ہو چکی

اب تو بیخود سے بھی پردہ ہے اُنہیں
بے حجابی خودنمائی ہو چکی

فائدہ ہمنشیں اُٹھانے سے
کیا ہم اُٹھینگے آستانے سے

مر گئے آرزوئے مرگ میں ہم
موت آئی سنئے بہلانے سے

شبِ فرقت بسر نہیں ہوتی
کیا سحر اُٹھ گئی زمانے سے

اب وہ دشمن کی بھی نہیں سنتے
بھر گئے کان کس فسانے سے

سب کی آنکھوں میں ہم کھٹکتے ہیں
آپکی آنکھ میں سمانے سے

عشق کا آسمان پر ہے دماغ
اِک ہمیں خاک میں ملانے سے

آج اُنکو گلے لگالیں گے
بیخودی ہم ترے بہلانے سے

غم سے بھرتا نہیں دلِ محزوں
برکت اُٹھ گئی زمانے سے

بیخودِ بدنصیب مان کہا
جان جائیگی دل لگانے سے

نوبتِ دید فقط وقت سزا ہی آئی
کام آئی تو محبت میں خطا ہی آئی

پائے ساقی پہ گرایا ہے بھری محفل میں
کام مستی میں مرے لغزش پا ہی آئی

غیر کے واسطے الطاف بھی ہے مہر بھی ہے
میرے حصہ میں فقط اُنکی جفا ہی آئی

دل نہیں ٹھیرا تو ذرا ہجر کا غم ہی ٹھیرا
لب پر آئی تو فقط آہ رسا ہی آئی

نہیں کٹتی نہیں کٹتی کسی صورت شب غم
بس یہی کیا مرے حصہ میں الٰہی آئی

غیر بھی اب تو مجھے دیکھ کے رو دیتے ہیں
کم کسی پر کبھی ایسی بھی بنا ہی آئی

نہ مدارات ہماری نہ عدو سے نفرت
نہ وفا ہی تمھیں آئی نہ جفا ہی آئی

تم ہو یا موت ہو یا اور کوئی شے ہو مگر
میں نے چاہی وہ نہ آئی جو نہ چاہی آئی

جاں بلب دیکھ کے منھ پھیر لیا ظالم نے
رحم کے وقت بھی بیخود سے حیا ہی آئی

دل ہوا چرخ ہوا تم ہوئے اغیار ہوئے
انہیں دو چار کے ہاتھوں سے تو ہم خوار ہوئے

پھینک دینے کیلئے لیتے ہی تیار ہوئے
کیا بُرے دل سے مرے دل کے خریدار ہوئے

وعدہ وصل میں اللہ رے تلون اُن کا
ابھی اقرار ہوئے تھے ابھی انکار ہوئے

اور کیا چاہیئے لے اے دل دشوار پسند
جس قدر کام تھے آسان وہ دشوار ہوئے

بے وفا عربدہ گر دشمن دل آفتِ جاں
ہائے وہ شخص کہ جس شخص کے تم یار ہوئے

وصل کا شوق بھی تھا قتل کی حسرت بھی مگر
ہم سے ہر بات میں انکار ہی انکار ہوئے

سچ تو کہتے ہیں وہ اس سے انھیں مطلب کیا تھا
جان لینے کے لئے دل کے طلبگار ہوئے

میرے دل سے تمھیں اس درجہ تنفر کیوں ہے
تم اسی چیز کے صدقہ میں تو دلدار ہوئے

اب یہ آئے جدھر آئے نہ یہ بدلیں نہ پھریں
اب ہوئے حضرت دل جسکے طرفدار ہوئے

تیری صورت سے انھیں کو نہیں انکار بیخود

ہم بھی

ہم بھی کمبخت تری شکل سے بیزار ہوئے

ملگیا خاک میں دل اور تپش دل ہے وہی
شمع خاموش ہوئی گرمی محفل ہے وہی

کہتی ہے خلق خدا شہر خموشاں جسکو
رہ رو جادۂ تسلیم کی منزل ہے وہی

آج بھی اے دل مایوس نہ پہونچا معلوم
ناتوانی ہے وہی دوری منزل ہے وہی

دل میرا سینہ سے نکلا ہوا وہ جاتا ہے
اے غم پردہ نشیں جا برا محمل ہے وہی

خاک کر تو بھی جلا کر اسے اے سوز الم
خاک میں جس نے ملایا ہے مجھے یہ دل ہے وہی

بزم میں آج بھی پہونچا میں تو بولا قاتل
کل نکالے گئے تم جس سے یہ محفل ہے وہی

کشتۂ تیغ ہیں کشتۂ انداز ہم نہیں
جس سے تلوار نہ اٹھی مرا قاتل ہے وہی

دے رقیبوں کو بھی بیخود کا مقدر یا چرخ
جسکو راحت ملے ایذا کے بھی قابل ہے وہی

قطعہ

نہیں بستی حسینان جہاں سے
الٰہی بھیجدے حوریں جناں سے

کوئی واقف ہو کیوں راز نہاں سے
جو دل میں ہے وہ کیوں نکلے زباں سے

خلش گلچیں سے آن بن باغباں سے
بس اب نکلا ہی سمجھو بوستاں سے

دل ناداں کیا سودا ہوا ہے
امید مہر اس نا مہرباں سے

قیامت ہی نہ کیوں سر پر گذر جائے
نہ اٹھوں گا تمہارے آستاں سے

دل خوں گشتہ ان آنکھوں کا صدقہ
خجل کرنا نہ چشم خوں فشاں سے

عدو کیا لکھ سکینگے حال میرا
سنو یہ داستاں میری زباں سے

بہت مضموں تھے دل میں وہ تو لیکن
مقابل جب ہوا اس بدگماں سے

چلا کچھ بھی نہ گویائی کا دعوے
کہا کچھ اور کچھ نکلا زباں سے

فکر

فلک دے تو ہی کر کچھ ظلم تازہ
پھر آؤں کا تو دل اب امتحاں ہے

کہاں جنت کہاں وہ بزم رنگیں
کہاں لائی ہمیں قسمت کہاں ہے

دل مضطر کی بیتابی نے مارا
گلہ تم سے نہ شکوہ آسماں سے

سخن گو خوش بیاں خوش فہم خوش خو
تمھیں نفرت ہے بیخود سے جواں سے

اک دہوم ہے جہاں میں ترے فیض عام کی
ساقی بھلا ہو ہمکو بھی مُولا کے نام کی،

بے درد عشق دیکھئے کیوں کر بسر ہوئی
عمر دراز خضر علیہ السلام کی،

اگر یہ یقین ہو کہ غم جاوداں ملا
خواہش کروں فلک سے نہ عیش دوام کی

دل غم سے تنگ ہے تو زباں ضعف سے ہی بند
ہے خامشی کی تاب نہ طاقت کلام کی،

آہ رسا سمجھی تھی میں یہ ہر گام ہون
عمر رواں نے اسکی بھی ترکی تمام کی.

دل اُنکا مبتلا ہے جگر اُنکا شیفتہ
دونوں میں ایک چیز نہیں ہے یہ ہر کام کی

اب یاد روئے و زلف ہے اور میرے روز و شب
اب صبح کی خبر ہے نہ سدھ مجھکو شام کی

غم کی دوا مرض کی شفا یعنی یہ شراب
کیا جانے بے نیاز نے کیونکر حرام کی

بیخود بتاؤ تو تمھیں اللہ کی قسم
کیا ہے جو صبح سے یہ دعائیں ہیں شام کی

دل محزوں ہی مرا سینے میں جلنے کیلئے
خون ہوکر مری حسرت ہے نکلنے کیلئے

نالے ہم کھینچیں گے تاثیر نہ ہوگی تو نہو
شغلہ چاہیے کچھ دل کے بہلنے کیلئے

اثر سوزش پروانہ پہ رشک آتا ہے
شمع جب دیکھئے تیار ہے جلنے کیلئے

نہ سہی رحم انھیں مجھکو ہی صبر آجائے
کوئی تو شکل بنے دل کے سنبھلنے کیلئے

تم عبث آگ ہوئے ذکرِ وفا پر صاحب
آتشِ غم ہی بہت تھی مرے جلنے کیلئے

اللہ اللہ رے شبِ وصل مسرت کا ہجوم
غم کو رستہ نہ ملا دل سے نکلنے کیلئے

آج محفل سے ہمیں آپ اٹھائیں تو سہی
حیلہ درکار ہے ہمکو بھی مچلنے کیلئے

میری میت پہ انھیں غم سے غش آئے توبہ
یہ بھی حیلہ ہے فقط ساتھ نہ چلنے کیلئے

کوئی بیخود سے یہ کہدے کہ وہاں چلتے ہیں
بس یہ حضرت ابھی تیار ہیں چلنے کیلئے

ترکِ الفت تو کی نہیں جاتی
یہ حماقت تو کی نہیں جاتی

بےکسی حور وش کے اے رضوان
سیرِ جنت تو کی نہیں جاتی

دل عدو ہے مگر اب اس کے ساتھ
کچھ عداوت تو کی نہیں جاتی

نہ ملیں آپ اگر نہیں ملتے
ہم سے منت تو کی نہیں جاتی

ذکر کرتا ہے یار کا ناصح
اس سے نفرت تو کی نہیں جاتی

رخصت اے پاسِ وضع اب ہمسے
ضبطِ وحشت تو کی نہیں جاتی

آہ اور وہ بھی خونچکاں بیخود
بے محبت تو کی نہیں جاتی

سرِ گیسو ہی نہیں جس میں وہ سر ہی کیا ہے
سوزِ الفت ہی نہیں ہے تو جگر ہی کیا ہے

آہ اک شغل ہے میرا شبِ تنہائی میں
اس سے وہ خاک ڈریں اسمیں اثر ہی کیا ہے

آپ کے وعدۂ دیدار سے کیا شاد ہوں میں
سوچتا ہوں کہ مری تابِ نظر ہی کیا ہے

غمِ فرقت وہ بلا ہے کہ خدا اس سے بچائے
بیخبر ہوا بھی تم تمکو خبر ہی کیا ہے

پوچھتا کیا ہے مے عشق کی لذت زاہد
اس سے مخمور نہیں جو بشر ہی کیا ہے

بہلا

جبکہ بے موت مرے جاتے ہیں غم کے مارے
پھر ہمیں حضرتِ دل موت سے ڈر ہی کیا ہے

ہم بھی سامان کریں سیرِ عدم کا تیار
یہ تو فرمائیے آپ عزمِ سفر ہی کیا ہے

شوق سے جلوہ دکھا ہمکو نہ غش آئیگا
تابِ نظارہ نہ لائے وہ نظر ہی کیا ہے

اور عاشق بھی تو ہیں آپکے **بیخود** کے سوا
ظلم سہنے کو یہ تفسیدہ جگر ہی کیا ہے

وہ کافر سیکڑوں ہمراہ غیروں کے نکلتا ہے
کہیں اب چین آتا ہے کوئی اب دل سنبھلتا ہے

ہوئے پامال اوس کوچے میں مثلِ نقشِ پا ہم تو
سنا تھا آدمی کچھ ٹھوکریں کھا کر سنبھلتا ہے

کہیں وعدہ نہ ہو یارب کسی سے ہمکناری کا
کہ ہر ہر بات میں انکی نیا پہلو نکلتا ہے

کہے دیتے ہیں ہم اکدن تمہیں بیتاب کر دیگا
یہ نالہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کے جو منہ سے نکلتا ہے

کہیں سودائیانِ زلف بھی آرام پاتے ہیں
کہیں جاں دادگانِ ناز کا بھی دل سنبھلتا ہے

کبھی لوٹے کبھی تڑپے کبھی بیٹھے کبھی اٹھے
شبِ فرقت انہیں کاموں میں اپنا دل بہلتا ہے

نہ الفت کا خیال انکو نہ غفلت کا ملال اسکو
نہ انکی خو بدلتی ہے نہ میرا دل بدلتا ہے

تمہیں کیا مجھ سے تنگ آ کر مرے پہلو سے اٹھتے ہو
مرا دل بھی مرے سینہ سے گھبرا کر نکلتا ہے

کفِ دستِ حنائی کا تصور رنگ لاتا ہے
دلِ مضطر لہو ہو ہو کے آنکھوں سے نکلتا ہے

نہ پوچھو جو گذر جاتی ہے میرے شیشۂ دل پر
خیالِ سنگدل دل میں اگر پہلو بدلتا ہے

کہوں کیا حال **بیخود** اور دلِ بیتاب **بیخود** کا
جو وہ بے موت مرتا ہے تو یہ بے آگ جلتا ہے

ضبطِ غم سے آہ کی تاثیر سے
وہ مسخر ہوں کسی تدبیر سے

فائدہ کیا چارۂ و تدبیر سے
پیش چلتی ہے کہیں تقدیر سے

جس کا چلہ تم چڑھالو کھینچ کر
مر چکے ہم اس کماں کے تیر سے

یہ بھی تھی کیا میرے دل کی آرزو
درگذر کیوں کی مری تعزیر سے

یوں نہ ٹھیریگا دل وحشت زدہ
اسکو باندھو زلف کی زنجیر سے

تا بہ کے تاب عذاب جاں کنی
مر مٹے ہم موت کی تاخیر سے

کیا ٹھکانا اضطراب شوق کا
باتیں کرتا ہوں تری تصویر سے

ہجر کی شب لو اُن زلفوں کی یاد
کچھ نہو گا نالۂ شبگیر سے

یہ بڑا جوہر ہے گر انساں میں ہو
جھک کے چلنا سیکھ لو شمشیر سے

نامور بدنامیوں نے کر دیا
ہو گئی شہرت مری تشہیر سے

غم لکھا قسمت میں پھر کتنا لکھا
کیا کہوں اب کاتب تقدیر سے

یہ بگڑ کر پھر نہ بنتا عمر بھر
تمنے سیکھا کیا مری تقدیر سے

حضرت بیخود کہو تو کیا ہوا
آج کیوں بیٹھے ہو کچھ دلگیر سے

رقیب اُن سے سوال وصال کر بیٹھے
یہ لوگ خواہش امر محال کر بیٹھے

یہ بے گناہ کسے تم حلال کر بیٹھے
یہ کس کے خون سے تم ہاتھ لال کر بیٹھے

یہ وہم تھا نہ کوئی ہم سے چال کر بیٹھے
وہ آج چین سے ہم کو نکال کر بیٹھے

وہ ہم سے آج قیامت کی چال کر بیٹھے
کہ بے چلے ہی ہمیں پائمال کر بیٹھے

بتاؤں کیا انہیں کتنے ہیں کس کے بندے ہم
فرشتے قبر میں یہ کیا سوال کر بیٹھے

کسے ہے طاقت نظارۂ رخ روشن
نقاب کیوں کوئی چہرہ پہ ڈال کر بیٹھے

ہوا مجھے جگر و دل سنبھالنا مشکل
کچھ اس ادا سے وہ دامن سنبھال کر بیٹھے

کیا جو سینے سے دل اس خوشی سے بیٹھے ہم
کہ جسطرح کوئی ارماں نکال کر بیٹھے

نہ تھی جو دید کی طاقت تو حسرت ہوتے
عبث نظارۂ برقِ جمال کر بیٹھے

ملول بیٹھے ہیں وہ اور رقیب آیا ہے
غرض تو ہو جو سوالِ وصال کر بیٹھے

اسیر حلقۂ گیسوئے مشک بو بیخود
ہم ایک جان تو کیا بال بال کر بیٹھے

اُن سے بیداد کی شکایت کی
اُو زباں ہائے کیا قیامت کی

نہ کٹی ہمسے رات فرقت کی
دیکھ لی تاب تاب و طاقت کی

ہو پرستش بتوں کی صورت کی
شان ہے یہ بھی اُسکی قدرت کی

حور اور عشق و الفتِ زاہد
کوئی صورت تو دیکھیے حضرت کی

چارہ گر بھی ہیں مبتلائے جنوں
واہ تاثیر میری وحشت کی

نظرِ لطف ہو فقیروں پر
خیر ہو جان و مال و دولت کی

گو نہ دیکھو مری طرف لیکن
آنکھ چھپتی نہیں محبت کی

ق
کل یہ دل نے کہا کہ اُس بت سے
کہئیے روداد رنجِ اُلفت کی

کہئیے شوق وصال بالتفصیل
کہئیے بیداد دردِ فرقت کی

کیجئے کچھ بیان جوشِ جنوں
کیجئے شرح زورِ وحشت کی

کیجے دریافت باعثِ نفرت
پوچھئے وجہ کچھ عداوت کی

کہئے کچھ دل کے اضطراب کا حال
کہئے کچھ شدتیں اذیت کی

کچھ عوض مانگتے دل و جاں کا
چاہئے داد رنج و محنت کی

غیر کی کچھ برائیاں کیجے
کچھ ثنا انکی شکل و صورت کی

غیر کی کچھ بُرائیاں کیجے / کچھ ثنا اُنکی شکل و صورت کی

شاید اِن میں سے سُنکے کوئی بات / طرز بدلے ذرا طبیعت کی

دِل سے جانا رہے بہ شوقِ ستم / جیمیں آجائے لُطف و اُلفت کی

بس اُسیوقت بزم میں جاکر / ظاہر اُس بت سے سب حقیقت کی

دردِ فرقت بھی سب بیان کیا / کچھ عیاں وصل کی بھی حسرت کی

کج ادائی کے بھی کیئے شکوے / بیوفائی کی بھی شکایت کی

سُن کے تقریر میری فرمایا / ہمنے درخواست کی تھی چاہت کی؟

بیوفا آج ہم نئے تو نہیں / تمنے ہم سے بحث محبت کی

خود بخود تم ہوئے اسیرِ بلا / اَب سزا بھگتو اس حماقت کی

سُن کے اس بیوفا سے صاف جواب / ہمنے مہر و وفا پہ لعنت کی

کوئے قاتل سے آگئے بیخود / بچ گئی جان خوب دولت کی

بزمِ دشمن میں وہ کافر بے نقاب آنیکو ہے / حضرتِ دِل یہ نیا تم پر عذاب آنیکو ہے

ہو چلیں ہیں بند آنکھیں ضعف سے جی ہے نڈھال / ہمتِ اے بیتابیِ فرقت کہ خواب آنیکو ہے

آفتابِ حشر میں کچھ تیرگی سی آگئی / کیا خداوندا مری فردِ حساب آنیکو ہے

ہو نہیں سکتا جہاں میں حسرتوں کا کچھ شمار / آچکے یارب اگر روزِ حساب آنیکو ہے

دیکھتی ہے تیری تاریکی شبِ فرقت مجھے / آج میرے گھر وہ رشکِ آفتاب آنیکو ہے

یاس کہتی ہے کہ بیشک نامہ بر مارا گیا / آس کہتی ہے نہیں خط کا جواب آنیکو ہے

بیخود دِلِ تفتہ کو دوزخ میں لاتے ہیں مَلک / لو گنہگارو جہنم پر عذاب آنے کو ہے

بھولے سے بھی وہ ذکر تمہارا نہیں سنتے
سنتے بھی ہو کچھ حضرتِ دل ہاں نہیں سنتے

گمنام کچھ ایسے ہوئے الفت میں کہ اب ہم
دُنیا میں کہیں نام ہی اپنا نہیں سنتے

اِک میں ہوں کہ ہے ذکر تمہارا ہی زباں پر
اِک تم ہو کہ میرا ہی فسانا نہیں سنتے

حالِ دلِ بیتاب تو ہم کہتے ہیں اُنسے
یہ دیکھئے سنتے بھی ہیں وہ یا نہیں سنتے

میرے غمِ فرقت کا فسانا وہ شبِ وصل
سُنتے ہیں کچھ اِس طرح کہ گویا نہیں سنتے

بیخود نہ کہو اُنسے کہ سنتے نہیں کچھ تم
یہ سنتے ہی مر جاؤ گے اچھا نہیں سنتے

اُف رے اندازِ حیا اُف رے نزاکت اُنکی
وَصل کے نام سے اُڑ جاتی ہے رنگت اُنکی

بیوفا عربدہ گر دشمنِ جاں غفلت کیش
ہائے وہ شخص کہ ہے جسکو محبت اُنکی

غمِ فرقت ہے نہ اندیشۂ وحشت ہم کو
گور میں ساتھ لیئے جاتے ہیں حسرت اُنکی

اُنکی شوخی کا بیاں تجھکو سُناؤں واعظ
سایۂ پروردۂ دامن ہے قیامت اُنکی

جان میری ہے جگر میرا ہے دِل میرا ہے
آرزو اُنکی ہے شوق اُنکا ہے حسرت اُنکی

عِشق اچھوں سے جسے ہو وہ بہت اچھا ہے
دِل پہ مرتا ہوں کہ ہے اسکو محبت اُنکی

آنکھوں میں انکا تصوّر ہے تو یہ عالم ہے
جنکے پہلو میں ہیں وہ دیکھیے حالت اُنکی

دِل میں دیکھا جو بہت حسرت و ارماں کا ہجوم
پردۂ چشم میں پنہاں رہی صورت اُنکی

کون سا سر ہے کہ جس میں نہیں سودا اُنکا
کون سا دِل ہے کہ جس میں نہیں حسرت اُنکی

کیوں مزہ دیکھ لیا عِشقِ بتاں کا **بیخود**
ہم نہ کہتے تھے نہ رکھ دل میں محبت اُنکی

بلا کے زخم قیامت کے داغ کھا کے چلے
ہم اپنے سینہ کو رشکِ چمن بنا کے چلے

اُٹھے تو فتنۂ خوابیدہ کو جگا کے اٹھے
چلے تو خاک میں عشاق کو ملا کے چلے

مرے دھرے ہیں کسی دن یہ اپنی ہاتھوں آپ
پھر آج حضرتِ دل سامنے قضا کے چلے

ہمارے مرنے سے کیوں خوش ہیں مدعی یارب
کہ ہم جہان سے نقشِ وفا مٹا کے چلے

بُری ہے اتنی بھی وحشت کہ آپ حضرتِ دل
نکل کے سینے سے ساتھ آہِ نارسا کے چلے

چراغِ گورِ غریباں کہیں نہ گل ہو جائے
الٰہی خیر ہو جھونکے بُرے ہوا کے چلے

وہی ہے ضعف وہی نارسائیاں ابتک
وہ میری خاک سے دامن عبث اٹھا کے چلے

کسی کی آہ نہ لو دیکھو حضرتِ بیخود
کہ داد چاہنے تم سامنے خدا کے چلے

اُس بُت کا خواب میں بھی تو ملنا محال ہے
نافہم دل کو کس سے امیدِ وصال ہے

اِسکے سوا رقم ہے کوئی اور نہ مال ہے
یہ دل ہی اس فقیر کی گدڑی کا لال ہے

کیا حال پوچھتے ہو غمِ انتظار کا
جینا وبال ہے مجھے مرنا محال ہے

عشوہ۔ ادا۔ کرشمہ تغافل حیا نگاہ
ظالم کی جو ادا ہے۔ عدیم المثال ہے

رہتا ہے کوئی ضبطِ قلق بے اثر کئے
جو میرا حال تھا وہی اب انکا حال ہے

میں اور وصلِ یار غلط سر بسر غلط
اے شوقِ ہرزہ تاز تجھے کیا خیال ہے

اب وہاں وہ جوشِ حسن نہ یہاں وہ ہجومِ شوق
سچ ہے کہ ہر کمال کو اک دن زوال ہے

کیوں لوٹتا ہے میری متاعِ شکیب و صبر
اے چرخ یہ بھی کیا کسی مردک کا مال ہے

حوروں کا حسن باغِ جناں بادۂ طہور
گو اک خیال ہے مگر اچھا خیال ہے

ہے دوستوں میں رنج عزیزوں میں دشمنی
اُلفت کا اب جہان میں بیخود یہ کال ہے

اس بزم میں نہ ہوش رہیگا ذرا مجھے
اے شوق ہرزہ تاز کہاں لیچلا مجھے

مرتا ہوں اور آنہیں چکتی قضا مجھے
اس زندگی کے ہاتھ سے مرنا پڑا مجھے

باقی ہے دردِ دل سے کوئی لطفِ زندگی
اچھا ہوا کہ راس نہ آئی دوا مجھے

نالہ تو لب تک آ ہی چکا تھا شبِ فراق
رسوائیوں کا انکی خیال آگیا مجھے

یہ دردِ دل ہی زیست کا باعث ہے چارہ گر
مرجاؤنگا جو آئی موافق دوا مجھے

اس ذوقِ ابتلا کا مزا اسکے دم سے ہے
سب کچھ ملا ملا جو دلِ مبتلا مجھے

دیر و حرم کو دیکھ لیا خاک بھی نہیں
بس اے تلاشِ یار نہ دردر پھرا مجھے

یہ دل سے دُور ہوند کھائے خُدا دِن
ظالم ترا خیال ہے دل سے سوا مجھے

رنج و ملال و حسرت و ارمان و آرزو
جانیسے ایک دل کے بہت کچھ ملا مجھے

وہ اور تھے جو تابِ نظارہ نہ لا سکے
بے پردہ ہو کے شوق سے جلوہ دکھا مجھے

میں جانتا ہوں آپ ہیں مست اپنی حال میں
بیخود نہیں ہے آپ سے مطلق گلا مجھے

ہم شبِ وصل نہ شادی میں نہ کچھ غم میں رہے
بیخودی چھائی رہی اور ہی عالم میں رہے

کیا خیالِ رخِ گلگوں دلِ پرغم میں رہے
کہیں جنت کو سنا ہے کہ جہنم میں رہے

بعد مردن بھی مجھے غم سے رہائی نہ ہوئی
اب یہ ماتم ہے کہ کیوں مرے ماتم میں رہے

دیکھکر مجمعِ محشر کو جو وحشت اُچھلی
پھر نہ جنت میں تھمے ہم نہ جہنم میں رہے

میکشوں کا خمِ مے توڑ دیا زاہد نے
یا خداوند نہ اب چشمۂ زمزم میں رہے

ہیں وہ غم دوست کہ جب ہمکو کوئی غم نہ رہا
اب کوئی غم نہ رہا ہم کو اسی غم میں رہے

ہمسے منظور ہے پردہ تو پھر اے پردہ نشیں
کیوں تصور بھی ترا دیدۂ پرنم میں رہے۔

راہ پر ناصحِ مشفق کو لگا لو رِندو
کاکل آشفتہ ہے موُنہہ سُرخ ہے آنکھیں مخمور
غیر کے سُوگ میں بیٹھے ہو تو کھُل کر بیٹھو
وہ ہی سوزِ تپِ فرقت وہی بیتابیِ دِل

یہ بھی کچھ لُطف ہے ہم کسانہ ہلو ور ہم میں بارہے
کیجئے تورات کو کس خاطرِ برہم میں رہے
کوئی پہلو تو مسرّت کا بھی ماتم میں رہے
ہمتو جنّت میں رہے تو بھی جہنّم میں رہے

راحت و رنج دو عالم کی خبر کیا بیخود
یہ بھی معلوم نہیں کون سے عالم میں رہے

ہجومِ یاس رہے قلبِ ناتواں نہ رہے
غم و تعب کے لیئے طاقتِ بیاں نہ رہے
وہ اُڑ کر تیر لگا ئیں ہماری تربت پر
وہاں تو گریہ خونیں کا اعتبار آئے
دِل فریفتہ قابو سے میرے کر جانہ سکے
جو دیکھ پاؤ وہ محفِل تو حضرتِ زاہد
ہر اِک سے مہر کا ثمرہ تو ہمکو خوب مِلا
جب آنکھ بند ہوئی تم ہی تم نظر آئے

مکیں جہاں میں سلامت رہیں مکاں نہ رہے
یہ دِل اگر ہے سلامت تو یہ زباں نہ رہے
یہ مُدّعا ہے کہ اِسکا کہیں نشاں نہ رہے
یہاں اگر نہ رہے چشمِ خوں فشاں نہ رہے
الٰہی اِسمیں ذرا طاقت و تواں نہ رہے
یہ شوقِ حُور کا یہ حسرتِ جناں نہ رہے
ہماری ضِد سے کسی پر وہ مہرباں نہ رہے
ہزار ہم سے نہاں تھے مگر نہاں نہ رہے

فلک کو راہ پہ لائے کبھی ہمنو کیا بیخود
یہ مہرباں ہُوا تو وہ مہرباں نہ رہے

برحق جب آمدِ آمدِ رُوزِ شمار ہے
زاہد یہ لُطفِ رحمتِ پروردِگار ہے
جو ہے ہلاک ناوکِ بیداد یار ہے

پھر دہر کس لیئے میرے سر پر دگار ہے
مے ہے چمن ہے یار ہے ابر بہار ہے
یہ ایک تیر لاکھ کلیجوں کے پار ہے

دیکھا ہے اُنکو آنکھ نے دِل بیقرار ہے
پی ہے کسی نے اور کسی کو خمار ہے

جھوٹا ہوں میں تو میری محبّت کا ماجرا
پوچھو اُنھیں سے جنکا تمہیں اعتبار ہے

ہاں ہاں تمہیں رقیب سے کیا کام کیا غرض
بس بس قسم نہ کھاؤ مجھے اعتبار ہے

کرتے ہو خونِ ناحقِ عاشق سے ہاتھ لال
اچھا بناؤ ہے یہ نرالا سنگار ہے

ہر وقت کوئے یار میں جانے کی آرزو
اَے دِل اجل ہی ترے سر پہ سوار ہے

وہ شوخیوں سے تنگ ہیں ہم اضطراب سے
اُنکو قرار ہے نہ ہمیں کو قرار ہے

کِس بد نظر سے آنکھ لڑی خیریت تو ہے
بیباک آج کیوں نگہِ شرمسار ہے

واقف ہوں روزِ حشر و شب قبر سے خوب
یہ روزِ ہجر ہے وہ شبِ انتظار ہے

ہمّت یہ ہے کہ ناز اُٹھاؤں ستم سہوں
حالت یہ ہے کہ ضعف سے جینا بھی بار ہے

دِل کشتہ ادا ہے جگر ہے ہلاک ناز
اِسکا شکار ہے کوئی اُسکا شکار ہے

تربت کو میری غیر بھی ٹھوکر لگا چکے
آشوبِ حشر اب تجھے کیا اِنتظار ہے

کچھ ہوش ہوں بجا تو کریں کچھ تلاش یار
بیخود خود اپنا اب تو ہمیں انتظار ہے

پریشاں دل مُبتلا ہو رہا ہے
کہیں آج کیا جانے کیا ہو رہا ہے

رقیبوں کا مجھ سے گلا ہو رہا ہے
یہ کیا کر رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے

وہ رازِ محبت جو لب تک نہ آیا
زمانے میں اب بر ملا ہو رہا ہے

مِرے درد کی تمکو پرسش سے مطلب
تمھیں کیا جہاں ہو رہا ہو رہا ہے

دُعا کو نہیں راہ مِلتی فلک کی
کچھ ایسا ہجوم بلا ہو رہا ہے

ہم اُنکی جفا کی تمنا کر رہے ہیں
وہاں اِس وفا کا گلا ہو رہا ہے

مجھی کو ستانا مجھی کو جلانا
مجھی سے یہ کہنا یہ کیا ہو رہا ہے

مزا وصل کی رات کا کیا بتائیں
مزاج آج کچھ بدمزا ہو رہا ہے

تمھیں دل دیا تمکو چاہا خطا کی
ستم ہاں یہ ہم پر بجا ہو رہا ہے

وہ جو کر رہے ہیں بجا کر رہے ہیں
یہ جو ہو رہا ہے بجا ہو رہا ہے

یہ غصہ یہ بے مہریاں یہ صفائی
ہمیں سے ہمارا گلا ہو رہا ہے

مرے گھر وہ آتے ہیں دشمن کو لیکر
یہ کیا خوب وعدہ وفا ہو رہا ہے

وہ نا آشنا بیوفا میری ضد سے
زمانے کا اک آشنا ہو رہا ہے

برائی وہ کیا بیوفائی میں دیکھی
یہ کیوں آج عہد وفا ہو رہا ہے

چھپائے ہوئے دل کو پھرتے ہیں بیخود
کہ خواہاں کوئی دلربا ہو رہا ہے

یہ کیا کہ جب آئے کسی بے مہر پر آئے
آتی ہے طبیعت تو ذرا دیکھکر آئے

طالب ہیں وفا کے نہ یہ شاکی ہیں جفا کے
یہ حضرت دل ہیں جدھر آئے ادھر آئے

اے جان حزیں تیرے نکلنے کی خوشی کیا
حسرت کوئی نکلے کوئی امید بر آئے

کیوں جائے کہیں ناوک دلدوز کسی کا
یہ میں ہوں یہ دل ہے ادھر آئے ادھر آئے

دیکھا مجھے محفل میں تو اللہ رے تغافل
اتنا بھی نہ پوچھا یہ کب آئے کدھر آئے

ارمان نہ نکلے تو میری جان ہی نکلے
یارب وہ نہیں تو یہی امید بر آئے

کچھ بھید ہے اسمیں بھی جو کہتا ہوں میں انکے
ہاں تمکو قسم ہے جو کبھی میرے گھر آئے

گردیدۂ حق ہیں کہیں مل جائے تو زاہد
ہر بت میں تجھے اور یہی جلوہ نظر آئے

یارب کوئی ایسی بھی تو رات آئے کہ جبیں
جب آنکھ کھلے کوئی بغل میں نظر آئے

فرد

فرقت میں بھی نہ بیخود نے مزے وصل کے لوٹے
جب بند ہوئی آنکھ تمہیں تم نظر آئے

فرقتِ یار میں جینے کا سہارا دِل ہے
وہ یہ کہتے ہیں ترا دل تو ہمارا دِل ہے
تم مجھے قتل کرو غیر کی خاطر جو خوش
جسنے بیوجہ مرے دِل کو جلایا تم ہو
وہ جو بھولے مرے جلوے کا طلبگار ہے کون
چرخ کا یار کا دشمن کا ستایا میں ہوں
غیر کیا خاک بنینگے ہدفِ تیرِ ستم

میرا مونس مرا ہمدم مرا پیارا دِل ہے
اتنو واللہ مجھے جان سے پیارا دِل ہے
اتنی چھاتی ہے تمہاری یہ تمہارا دِل ہے
جسنے بے موت مجھے جان سے مارا دِل ہے
دِل یہ بیساختہ پہلو سے پکارا دِل ہے
درد کا یاس کا اندوہ کا مارا دل ہے
یہہ ہمارا ہے کلیجہ یہہ ہمارا دِل ہے

اِنھیں دونوں سے محبت کا مزہ ہے بیخود
دِل سے ہے جان سوا جان سے پیارا دل ہے

اَب کہیں گے جو دِل میں آئی ہے
شبِ فرقت میں موت آئی ہے
آج زاہد ہے کچھ اُداس اُداس
دِل سے آتے ہیں وہ نجاتے ہیں
آگیا زُلف خم نجم کا خیال
اے زہے دردِ عشق پردہ نشیں
پونہچے در تک اگر تو کیا پونہچے
طور دیکھے ہیں رنگ برتے ہیں

یا صفائی ہے یا لڑائی ہے
اَب جدائی سے بھی جُدائی ہے
کیا کوئی جُورُ دیکھ پائی ہے
دِلدہی نہ دلرُبائی ہے
ہم ہیں اَب اور شبِ جدائی ہے
واہ کیا چیز ہاتھ آئی ہے
یہ رسائی بھی کچھ رسائی ہے
کبھی پی ہے کبھی پلائی ہے

لے تری جان کی قسم زاہد
ابھی تسنیم سے منگائی ہے

کیوں کہوں تم سے کیوں بتاؤں تمہیں
آئی جو میرے جی میں آئی ہے

تیسواں سال ہے ابھی **بیخود**
یہہ کوئی وقت پارسائی ہے

ہمیں بے جرم و بیخطا نہ سہی
نہ سہی آپ بیوفا نہ سہی

تم عدو سے لڑا چکو آنکھیں
میری ہی آنکھ میں حیا نہ سہی

دم تو بھرتا ہے عشق بازی کا
غیر اچھا سہی برا نہ سہی

ٹھہر اے جانِ زار بہر خدا
وہ کہیں گے مری جفا نہ سہی

موت تو آئے گی جدائی میں
نہیں اس درد کی دوا نہ سہی

آپ اچھے ہیں غیر اچھے ہیں
میں برا ہی سہی بھلا نہ سہی

میری تقصیر تو بتاؤ مجھے
دشمنوں کی کوئی خطا نہ سہی

نیند آنے سے تمکو مطلب ہے
میرے ہی عشق کا فسانہ سہی

ہم نہ کہتے تھے حضرت **بیخود**
دیکھو آخر وہی ہوا نہ سہی

خم وہی گھاٹ باڑھ وہی ہے
اُسکا ابرو ہے یا سروہی ہے

تیری رفتار کیا اوڑائے گا
آہو وحشی تدرو کو ہی ہے

غیر حق کو بھی حق سمجھتا ہوں
حق پژوہی سی حق پژوہی ہے

ہاں مجھے شوق وصل کیا ہوگا
ہاں یہ ارمان غیر کو ہی ہے

دیکھتا ہے نہ کوئی سُنتا ہے
دیکھو دیکھو سُنو سُنو ہی ہے

صبح ہونیکو آئی اور ابھی — ٹھیرو ٹھیرو ہٹو ہٹو ہی ہے
وہ تو کہتے ہیں دل کا حال کہو — اور یہاں دل میں گومگو ہی ہے

سر و گردن کی خیر ہو بیخود
نام اِس شہر کا سروہی ہے

اپنے جلوے کو نہ اک پردے کے اندر دیکھئے — بجلیاں گرتی ہیں باہر آکے باہر دیکھئے
آیئے ہے دیدنی یہہ بھی تماشا دیکھئے — دیکھئے حالِ دلِ بیتاب و مضطر دیکھئے
اُف رے خود بینی کہ پھر اُسنے نہ دیکھا آئینہ — جب کہا میں نے کہ لیجے اپنا ہمسر دیکھئے
اسکا سنگ آستاں بھی ہوگیا مالِ غیر — میری قسمت دیکھئے میرا مقدر دیکھئے
دیجئے تسکین آنکھوں کو تو کیونکر دیجئے — دیکھئے اُنکو نظر بھر کر تو کیونکر دیکھئے
ہوگیا اپکا نظر بازی کا مجھسے بھی سوا — اور غیروں کی طرف اے بندہ پرور دیکھئے
شرم کی تاکید اُن پر وصل میں سر خم رہے — شوخیوں کا یہہ اشارہ آنکھ اُٹھاکر دیکھئے
بیقراری سے تو کچھ مطلب نہ نکلا آپکے — حضرتِ دل کچھ دنوں اَب صبر بھی کر دیکھئے
دیجئے الزام مجھکو بے حجابی کا مگر — اپنی چشمک اپنی چتون اپنے تیور دیکھئے
رہ نہ جائے دلمیں شوق خونِ ناحق چھیڑیے — گر نہ جائے ہاتھ سے غصہ میں خنجر دیکھئے
حضرتِ غم میہماں یوں چھاؤنی چھائے نہیں — اَب نکلیے میرے دل سے دوسرا گھر دیکھئے
پھر دلِ گم گشتہ یاد آیا مجھے یادش بخیر — پھر خیال آیا کہ اسکی جستجو میں کر دیکھئے

پھر دلِ ویراں میں ہے بیخود کسی بُت کا خیال
پھر ہوا آباد یہہ اُجڑا ہوا گھر دیکھئے

یہہ کیوں ہوتی ہیں پیہم آج خاطر داریاں میری — کہو تو دیکھ لیں تمنے بھی کچھ عیّاریاں میری

پچکار

بچا کر ساغرِ مے جب گرا ساقی کے قدموں پر
مری بیہوشیوں میں وہ اہِ ہشیاریاں میری

تری ضد سے کیا ہے جو کیا ہے میں نے ای زاہد
مجھے دوزخ جھکا چھوڑینگی یہہ مےخواریاں میری

فراقِ یار میں برسوں نہ جھپکے دیدۂ حیراں
رہینگی یاد راتوں کو بھی شب بیداریاں میری

ملال ہجر و شوقِ وصل کا ہمدم مداوا کیا
قیامت تک نجائینگی یہہ دو بیماریاں میری

میری صورت سے یہہ بیزاریاں کیوں او وفا دشمن
ابھی کل تک تو تھیں منظورِ خاطر داریاں میری

میرے باعث سے وہ وہ نام وہ وہ شہرتیں تیری
ترے ہاتھوں سے یہہ رسوائیاں یہہ خواریاں میری

کسی کو رحم آجائے اگر مجھپر تو اے بیخود
ابھی آساں ہوئی جاتی ہیں سب دشواریاں میری

نہاں جب آنکھ سے برسوں وہ رشک ماہ رہے
مری نظر میں زمانہ نہ کیوں سیاہ رہے

وصال میں تو فرقت کی رسم و راہ رہے
اب آئے ہو تو یہیں دل یہیں نگاہ رہے

اِس ایک دل میں الٰہی گذر ہو کس کس کا
خیال یار رہے غم رہے کہ آہ رہے

جفا کی ٹھن گئی جی میں تو پھر حیا کیسی
اب اِمتحاں ہے تو لڑتی ہوئی نگاہ رہے

یہ ضبطِ غم کا مزہ ہے یہ دردِ دل کا کمال
لبوں پہ واہ رہے اور دلمیں آہ رہے

لگاؤ غیر سے ٹھیرا تو ہمسے لاگ سہی
کسی سے بیر بھی ہو گر کسی سے چاہ رہے

قصوروار تو ہم ہیں یہ کیوں ہوا معتوب
مِلو نہ ہمسے تو دِل کو تو دِل سے راہ رہے

ہمیں تو حضرتِ زاہد یقیں نہیں آتا
رہے جہاں میں تم اور بیگناہ رہے

وہ آکے خواب میں بھی مجھ سے مُنہ چھپاتے ہیں
کسے بلاؤں جو اس ظلم کا گواہ رہے

دکھایا زور جو صحرا میں ناتوانی نے
کہا یہ جوشِ جنوں نے کہ واہ واہ رہے

جو دیکھ لے ترے در کے فقیر کا رُتبہ
تو بادشاہ نہ دُنیا میں بادشاہ رہے

مزہ ہو خلد میں زاہد کے ہاتھ حور نہ آئے
خدا کی شان وہ کہتے ہیں تیری چاہت میں

یہ بیگناہ چلا ہے تو بیگناہ رہے
بہت خراب ہوئے ہم بہت تباہ رہے

سُنا ہے حشر میں پیشی ہے پہلے بیخود کی
اگر یہ سچ ہے تو بس اور داد خواہ رہے

اِن بتوں کی یہ خوشی ہے کوئی بیغم نہ رہے
جانکنی کوہکنی سے بھی سوا ہوتی ہے
وُہی محفل وُہی مُطرب وُہی ساقی وہی مَے
جس نے دِل تمکو دیا جان فدا کی تم پر
ایک چُلّو جو وہ شے اِسمیں ملا لے زاہد
وہ مزے ہیں تیرے غم میں جو ہیں ظاہر کرد
ہائے اِس شخص کی تنہائی غربت جس کا
تم عبث کرتے ہو بیداد کے غم سے دِلمیں

غم رہے دِل میں آہی نہ رہے دم نہ رہے
تیرے جاں باختہ فرہاد سے کچھ کم نہ رہے
سارے ساماں ہیں بدستور مگر ہم نہ رہے
حیف اسکا تمھیں دو دِن قلق و غم نہ رہے
پھر تجھے کچھ خبر تلخیٔ زمزم نہ رہے
تو جہاں میں کوئی ہرگز کبھی بیغم نہ رہے
کوئی یاور کوئی مونس کوئی ہمدم نہ رہے
غیر موجود ہیں دنیا میں اگر ہم نہ رہے

وہ جو آجائیں مری مجلس غم میں بیخود
اپنا ماتم ہو سبھوں کو مرا ماتم نہ رہے

گدائے عشق میں شاہانہ شان باقی ہے
تھمے نہ تیغ اگر امتحان باقی ہے
اِدھر بھی راہ خدا اک نگاہ کرتا جا
یہ ہائے او دلِ نافہم سادگی تیری
الٰہی آج قیامت کا دِن تمام نہو

رہی نہ کچھ بھی مگر آن تان باقی ہے
رُکے نہ ہاتھ ابھی مجھ میں جان باقی ہے
ہزار میں یہی اِک نیمجان باقی ہے
وفا کا اُن سے ابھی تک گمان باقی ہے
بہت ابھی تو مری داستان باقی ہے

نظر ہے رحم کی یا قہر کی خدا جانے / یہ پوچھتے ہیں کوئی نیمجان باقی ہے
ابھی تو اپنی وفا ہم تمھیں سناتے ہیں / ابھی تمہاری جفا کا بیان باقی ہے
شبِ وصال یہہ طولِ بیاں نے ظلم کیا / کہ رات ختم ہوئی داستان باقی ہے
قیامت آئی تو آئے ہمیں مسرت کیا / وہی زمین وہی آسمان باقی ہے

اُٹھایا قبر ہیں وحشت نے جب نہ مجھے **بیخود**
کہا زمیں نے ابھی آسمان باقی ہے

تمہارے جلوۂ زیبا کی دید باقی ہے / سبھوں کی عید ہوئی میری عید باقی ہے
جلا چکی جگر و جان و دل تو آتشِ غم / ہنوز نعرۂ ہل من مزید باقی ہے
نہ کہتے ہیں وہ کچھ اپنی نہ سنتے ہیں میری / نہ ربط و ضبط نہ گفت و شنید باقی ہے
اگر پسند نہیں دِل مرا مجھے دیجے / بہت جگہ ابھی اِسکی خرید باقی ہے
ہزار گالیاں قاصد کو دی ہیں خط لیکر / مگر ابھی مرے خط کی رسید باقی ہے
مرے مزار پر آکر یہہ انکا کہنا ہائے / بتا تو اب بھی تجھے شوقِ دید باقی ہے
رہی نہ جان مگر دِل کو ہے وہی لپکا / گئی نگاہ مگر شوق دید باقی ہے
سنو ہماری بھی کچھ داستان قیس کے بعد / سنی ہوئی تو سنی چشم دید باقی ہے
جھپکتے تابشِ خورشید حشر سے آنکھ / ابھی تو جلوۂ جاناں کی دید باقی ہے
ابھی تو گورِ غریباں ہیں آکے روتے ہو / ابھی طواف مزارِ شہید باقی ہے

بُری بلا ہے محبت میں یاس اے **بیخود**
ہزار شکر کہ دِل ہیں اُمید باقی ہے

ابھی غم و قلق و اضطرار باقی ہے / ابھی بغل ہیں دلِ بیقرار باقی ہے

جلی ہے جان دلِ بیقرار باقی ہے
مرے چمن میں خزاں کی بہار باقی ہے

ہماری خاک بھی برباد ہو گئی لیکن
کسی کے دل میں ابھی تک غبار باقی ہے

وہ کہہ گئے دمِ رخصت کہ اب نہ آئینگے ہم
نہ انکا قول نہ دل کا قرار باقی ہے

جنوں کے ہاتھ سے یہ شکل ہو گئی میری
نہ ہاتھ ہیں نہ گریباں میں تار باقی ہے

وہ ذکرِ رنج و تعب ہی سے ہو گئے بیتاب
ابھی تو نالۂ بے اختیار باقی ہے

اُدھر بھی ساغرِ مے ہاں اِدھر بھی ایک نگاہ
کہ بزم میں یہی ایک ہوشیار باقی ہے

وہ آ گئے ہیں تو میں آپ میں نہیں آتا
وصال میں بھی وہی انتظار باقی ہے

اجل نے آ کے وہ قصہ ہی کر دیا فیصل
نہ منتظر نہ شبِ انتظار باقی ہے

کسی کے ہاتھ سے جو سوئے تھے ہم گلے لگ کر
اس ایک رات کا اب تک خمار باقی ہے

سبھوں کو دیکھ چکے بیکسی میں ہم **بیخود**
بس ایک رحمتِ پروردگار باقی ہے

ہیں مائلِ بیداد وہ یوں روزِ جزا بھی
گویا کہ اُنھیں کا ہے طرفدار خدا بھی

بیمارِ محبت ترا جیتا ہے نہ مرتا
حیراں ہیں مسیحا بھی پریشاں ہے قضا بھی

پرہیز اگر ہے مرے ملنے سے نہ ملئے
کیا آپ نہ آئے تو نہ آئے گی قضا بھی

اُمید بھی ہے یاس بھی ہے ہجر میں دِل کو
جینے کی تمنا بھی ہے مرنے کی دُعا بھی

مجھ سے شبِ تنہائی کا صدمہ نہ اُٹھے گا
مر جاؤں گا گر آج نہ آئے گی قضا بھی

ہاں مطربِ طناز وہ پہلو میں ہے میرے
ہاں ساقیٔ گلفام گھٹا بھی ہے ہوا بھی

ہم خاک بھی ہو کر ترے کوچے میں نہ پہنچے
محرومیٔ قسمت سے ہوا پر ہے ہوا بھی

عرضِ قلق و غم پہ زباں کاٹئے صاحب
جھوٹا ہوں تو آخر کوئی جھوٹے کی سزا بھی

غیروں کے جلانے کو بلا مجھ سے وہ بیخود
خالی نہیں بیداد سے ظالم کی وفا بھی

وصل سے شاد کیا بزم میں مہمان گئے
کیسے عیار ہو دشمن کا کہا مان گئے

درد کی جان کو روتا ہوں کہ اسکے ہاتھوں
چارہ گر آج مرا رازِ دلی جان گئے

اب نہ آنکھوں کو وہ لپکا نہ وہ دل کو چسکا
دید کا شوق گیا وصل کے ارمان گئے

اُٹھ گئی وصل میں جب شرم تو یہ حجت ہے
تم کہو گے کہ یہ کیوں میرا کہا مان گئے

آس کہتی ہے شبِ وعدہ وہ اب آتے ہیں
یاس کہتی ہے نہیں غیر کے مہمان گئے

نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ وہ دن ہیں نہ وہ سن
عیش کے وقت گئے لطف کے سامان گئے

واقعی کفر ہے گر حسن پرستی واعظ
حور کو چاہنے والوں کے بھی ایمان گئے

اب وہ مونہہ لاکھ چھپایا کریں کیا ہوتا ہے
اُنکے پہچاننے والے اُنھیں پہچان گئے

غیر کا تذکرہ ذکر تھا شکوہ تو نہ تھا
آپ تو باتوں ہی باتوں میں برا مان گئے

وصل میں اُنکو یہ افسوس مری بات گئی
مجھکو اس بات کا رونا مرے ارمان گئے

یہی افسردہ مزاجی ہے تو اک دن بیخود
ہاتھ سے معرکہ شعر کے میدان میں گئے

بیانِ شورِ آہِ تاب فرسا ہم سے ہوتا ہے
نئی ترکیب سے شکوہ ہمارا ہم سے ہوتا ہے

ہجومِ شوق سے کچھ سوجھتا ہو تو قسم لیجے
یہ ناحق شرم کیسی کیوں یہ پروا ہم سے ہوتا ہے

خدا کے سامنے بھی حشر میں چپکے کھڑے ہیں ہم
بھلا رازِ محبت آشکارا ہم سے ہوتا ہے

وہ تقریرِ طرب افزا تو ہے دشمن کے حصہ میں
سمجھ میں جو نہ آئے وہ اشارا ہم سے ہوتا ہے

اُمیدِ لطف پر ساری جفائیں بھول جاتے ہیں
شکایت ہم سے ہوتی ہے نہ شکوا ہم سے ہوتا ہے

عدو کی التجا کرنے لگے مجبور ہو ہو کر
خدا کی شان ہے فرقت میں کیا کیا ہم سے ہوتا ہے

یہ شوخی دیکھنا دل کے تقاضے پر وہ کہتے ہیں
ملایا خاک میں خود داور تقاضا ہم سے ہوتا ہے

کھڑے ہو حشر میں منہ کو چھپائے سر جھکائے کیوں
یہ ہے شرم ستم یا اب بھی پردا ہم سے ہوتا ہے

کوئی آساں ہے دل دیکر مصیبت مول لے لینا
ہمیں ہیں ایسے سودائی یہ سودا ہم سے ہوتا ہے

نہ پاس وعدہ و پاس مروت انکو رہتا ہے
نہ ترک الفت ترک تمنا ہم سے ہوتا ہے

اطبا اٹھ گئے بالیں سے میرے اب تو یہ کہکر
بھلا ان مرنے والوں کا نہ ادا ہم سے ہوتا ہے

ادا دیکھو کہ پردے میں نگاہیں سب سے لڑتی ہیں
حیا دیکھو بھری محفل میں پردا ہم سے ہوتا ہے

یہاں تک خاک اڑائی ہے جنوں میں ہم نے اے بیخود
کہ اب جانے ہیں تو روپوش صحرا ہم سے ہوتا ہے

نہ گلا تم سے نہ شکوہ فلک پیر سے ہے
مجھکو جو رنج و شکایت ہے وہ تقدیر سے ہے

تم مجھے ناوک مژگاں سے ڈراتے کیا ہو
جانتا ہوں کہ مری موت اسی تیر سے ہے

کیا جواب اس نے دیا صاف بتا دے قاصد
ناک میں دم تری الجھی ہوئی تقریر سے ہے

اسکو آتا ہوا دیکھا تو یہ الٹی پھر آئے
ضد یہاں تک تو میری آہ کو تاثیر سے ہے

آپ جھک جھک کے قدم چوم رہا ہوں اپنے
عشق گیسو میں یہ الفت مجھے زنجیر سے ہے

خود چلے آتے ہیں ہاتھوں سے کلیجہ تھامے
پھر بھی انکار مری آہ کی تاثیر سے ہے

صبح تک پاس سے اٹھنے نہیں پاتے دشمن
خوف سا خوف انھیں نالۂ شبگیر سے ہے

عمر کو زیست کا ارمان ہمارا یہ حال
جان دو بھر ملک الموت کی تاخیر سے ہے

نہ کہے کوئی نکرات کی حالت ظاہر
چشم مخمور سے ہے لکنت تقریر سے ہے

کیا کہوں بیخودی شوق کا عالم بیخود

کم نگاہی کی شکایت مجھے تصویر سے ہی

یہی صورت یہی سیرت یہی خوبو ہو جائے
پیار سے دیکھ لیں ہم جسکو وہی تو ہو جائے

بزم اغیار ہے ڈر ہے نہ خفا تو ہو جائے
ورنہ اک آہ میں کھینچوں تو ابھی ہو جائے

نہ کھلے ناخن تدبیر سے رنجش کی گرہ
پنجۂ شانہ سے وا عقدہ گیسو ہو جائے

بیڑیاں پاؤں میں گردن میں رہے طوق مگر
دل کسی کا نہ اسیر خم گیسو ہو جائے

حشر میں قول انھیں یاد دلایا تو کہا
اتنا ٹھیرو کہ طبیعت مری یکسو ہو جائے

دیکھیں اس بزم سے پھر کون اٹھاتا ہے ہمیں
ناتوانی جو ذرا قوت بازو ہو جائے

تو نہ ہوگا تو ترا درد رہے گا دل میں
یہہ نہ ہوگا کبھی خالی مرا پہلو ہو جائے

اپنے بس میں ہے مجھے پاکر نہ بہت اترانا
کہیں ایکسا نہ ہو تم پر مرا قابو ہو جائے

رخصت گریہ جو ہم دیدۂ خونبار کو دیں
جو پہاڑی ہے سروہی میں آبو ہو جائے

شاد ہونے ہیں مرا شور بکا سن سنکر
غش وہ اسیر ہیں کہ شہرت مری ہر سو ہو جائے

شوخیاں انکی ستائیں تو ستائیں بیخود
دل بیتاب پر لیکن مرا قابو ہو جائے

کیوں مری آہ نارسا سے ڈرے
کیجئے تو آج کیا خدا سے ڈرے

الفت گیسوئے دوتا سے ڈرے
ہم ڈرے تو اسی بلا سے ڈرے

ہجر میں جسنے سو ستم جھیلے
وصل میں وہ بھلا ادا سے ڈرے

ہم تو کرتے ہیں حشر میں فریاد
کوئی ڈرتا ہے تو بلا سے ڈرے

تم ستمگر نہیں تو حشر میں کیوں
پرسش جور نارسا سے ڈرے

ہم برے ہیں جو ہر ستم سے ہیں خوش
غیر اچھا جو ہر جفا سے ڈرے

بدگمانی سے کوئے یار میں ہم
لغزشِ پائے رہنما سے ڈرے

ہوش کا تو بیان کیا بیخود
بیخودی میں بھی ہم خدا سے ڈرے

اُلجھ کے حضرتِ دل بھی اگر مچل جاتے
کسی کے گیسوئے خوش خم کے بل نکل جاتے

تمہاری آنکھ کے پھرتے ہیں ہم تمام ہوئے
کسی کی جان کو دیکھا ہے یوں نکل جاتے

تمہیں ہماری شکایت عبث ہے حضرتِ دل
بھلا ہمارے سنبھالے سے تم سنبھل جاتے

ہماری آہ نے دِل موم کر دیا اُن کا
سُنا نہ تھا کبھی پتھر کو یوں پگھل جاتے

اب اس میں میری طبیعت ہو یا اجل میری
مگر سُنا نہیں آئی ہوئی کو ٹل جاتے

بیانِ سوزِ جگر پر وہ ہنس کے کہتے ہیں
بھلے کو ہاتھ نہ رکھے تھے ورنہ جل جاتے

جدھر نگاہ گئی سامنے تمہیں تم تھے
تمہاری آنکھ سے بچ کر کہاں نکل جاتے

ہمارا ساتھ نہ دینا تھا حضرتِ دل کو
جو ہم گرے تو گرے تھمے ہی سنبھل جاتے

عدو سے بزم میں تم تو اشارے کر بیٹھے
ہمارے مُنہ سے بھی نالے اگر نکل جاتے

ہمارے قتل کی حسرت بلا سے بر آئے
تمہارے وصل کے ارمان کیوں نکل جاتے

ہماری موت کا غم کرتے ہو عبث بیخود
جہاں سے آج نہ جاتے اگر تو کل جاتے

رہنے لگے ہر دم وہ نگاہوں میں ہماری
تاثیر سے تاثیر ہے آہوں میں ہماری

تم وہ ہو کہ اک غیر ہے آنکھوں میں تمہاری
ہم وہ ہیں کہ بس تم ہو نگاہوں میں ہماری

اب دیکھ لیا تم کو یہ اب لڑ گئیں تم سے
اب کون سماتا ہے نگاہوں میں ہماری

کیا تابشِ خورشیدِ قیامت کا ہمیں خوف
اِک برقِ مجسّم ہے نگاہوں میں ہماری

ہے نذرِ چشمِ فلک سے جنھیں پردہ
بے پردہ وہ رہتے ہیں نگاہوں میں ہماری

غربت میں بھی ہے شوقِ وطن دل میں ہمارے
دوزخ میں بھی جنّت ہے نگاہوں میں ہماری

ہم دیکھتے ہوں تو کوئی دشمن کو نہ دیکھے
اتنی تو ہو تاثیر نگاہوں میں ہماری

آنکھوں میں نگاہیں تو ہوا کرتی ہیں لیکن
آنکھیں ہیں حسینوں کی نگاہوں میں ہماری

شوخی اُنھیں اک جا کبھی رہنے نہیں دیتی
گھر دل میں ہے پھرتے ہیں نگاہوں میں ہماری

بیزار ہیں ہم اس سے نہ طلب گار ہیں اُس کے
ہیں رنج و طرب ایک نگاہوں میں ہماری

دشمن کا تو کیا ذکر ہے اب رشک سے بیخود
احباب کھٹکتے ہیں نگاہوں میں ہماری

جمع کرتے ہیں عبث مال زمانے والے
ہاتھ خالی گئے دنیا سے خزانے والے

ہم مزے وصل کے فرقت میں اُڑانے والے
تم تصوّر میں بھی پر وہ نہ آنے والے

لاکھ تدبیر کریں ہوش میں لانے والے
اُنکے خود رفتہ نہیں آپ میں آنے والے

بے سبب ظلم کسی پر کوئی کب کرتا ہے
فکر یہ ہے کہ ملیں ناز اُٹھانے والے

میری حسرت نہ سہی دل سے نکلنے والی
آپ کے ناز تو ہیں دل میں سمانے والے

خلق رفتار سے پامال جو ہوتی ہے تو ہو
وہ و بے پاؤں نہیں سیر کو جانے والے

پردہ آنکھوں سے ہے تو دل میں بھی آتے کیوں ہو
یہ بھی موقوف جو ہو مُنہ کے چھپانے والے

قدم آہستہ اُٹھاؤ ورنہ قیامت آئی
او مری گور سے مونہہ پھیر کے جانے والے

فکر ایجادِ ستم میں نہیں راحت دم بھر
چین سے خود بھی نہیں میرے ستانے والے

دیکھے مٹی مجھے غیروں سے کہا خوش ہوکر
خاک میں ملتے ہیں یوں خاک اُڑانے والے

شکوہ جور کیا میں نے تو بولا ظالم
جی چراتے نہیں کہیں جان لڑانے والے

بوم نی

پھر وُہی برقِ تجلی نہو برہمزنِ ہُوش — ہوش میں آئیں ذرا ہوش میں آنے والے

آفتِ جاں نہو یہہ دید کا لپکا **بیخود**
دِل چُرا لیں نہ کہیں آنکھ چُرانے والے

بات کِس دن آپنے مانی مری — اَب کہوں کچھ بھی تو نادانی مری
سیکھلی آنکھوں نے حیرانی مری — لے اُڑیں زلفیں پریشانی مری
ہیں وہ دیوانہ سمجھکر بے حجاب — عین دانائی ہے نادانی مری
دیکھتے ہیں مُجھکو کس حیرت سے وہ — دید کے قابل ہے حیرانی مری
اُنکی شوخی شرم سے کہتی ہے اب — ہُو چکی تجھ سے نگہبانی مری
منحصر ہے موت پر غم سے نجات — کِسقدر مشکل ہے آسانی مری
وہ شبِ وعدہ تمنا کا ہجوم — اور وہ رہ رہ کے پریشانی مری
مانعِ سیرِ تصور کون ہو — ہو سکے کِس سے نگہبانی مری
کاہشِ غم کی بدولت ہجر میں — شکل غیروں نے نہ پہچانی مری
وصل کی شب اُنکا وہ عذرِ جفا — وہ گِلہ کرکے پشیمانی مری
اپنے خنجر پر کسی کو ناز ہے — آبرو رکھلے گراں جانی مری

حضرتِ **بیخود** خدا کا نام لو
سجدۂ بُت اور پیشانی مری

رنجِ بیداد تغافل کیوں کسی سے پوچھے — اَپنے دِلمیں سوچے اپنے ہی جی سے پوچھے
مدعا میرا نہ میرے مدعی سے پوچھے — اُس سے وہ واقف نہیں اسکو مجھی سے پوچھے
کون ہے اسکے سوا میری مصیبت کا شریک — میری تنہائی کی حالت بیکسی سے پوچھے

مجھ سے پھر دریافت کیجے میری حیرت کا سبب
پہلے اِنکی وجا اپنی اُسی سے پوچھیے

شانِ خودداری ہماری بیخودی میں دیکھیے
طرزِ گویائی ہماری خامشی سے پوچھیے

ہم بتا دیں حالِ دلِ بیتاب ممکن ہے بھلا
دلدہی سے پوچھیے یا برہمی سے پوچھیے

غیر سچّا میں غلط گو خیر اَب حالِ ستم
آپ کو اُسکا یقین ہے تو اُسی سے پوچھیے

دِل بری کے رنگ اپنی دلدہی سے سیکھیے
دشمنی کے ڈھنگ اپنی دوستی سے پوچھیے

آپ مُنکر ہیں جو بیخود کے ستانے سے تو جوں
آپ ہی کا نام لیگا جس کسی سے پوچھیے

دِل اسیرِ گیسوئے خمدار رہنے دیجئے
اَب یہ ہمکو بھی نہیں درکار رہنے دیجئے

دِل اور اُس کو پاس ہو ملنے سے توبہ کیجئے
آپ اور پورا کریں اِقرار رہنے دیجئے

حضرتِ واعظ بس مجھے کچھ حشر کی پروا نہیں
مجھکو محوِ شوخیٔ رفتار رہنے دیجئے

ہجر میں کوئی تو ہو میری مصیبت کا شریک
میرے پہلو میں دلِ بیمار رہنے دیجئے

دیکھئے پھر اِس دلِ بیتاب کی بیتابیاں
کچھ دنوں پیشِ نگاہِ یار رہنے دیجئے

منع شورِ نالہ سوزاں نہ مجھکو کیجیے
کوئی دن تو گرمیٔ بازار رہنے دیجئے

لُطف سے گذرے تو رنج و قہر بھی ہم کیوں سہیں
یہہ نظر بھی جانبِ اغیار رہنے دیجئے

غیر کی خاطر سے کیا کیا کچھ گوارا ہو گیا
آپ اپنے جی کے ہیں مختار رہنے دیجئے

موت ہی پر منحصر رکھیئے ہماری آرزو
حشر ہی پر وعدۂ دیدار رہنے دیجئے

سوچیے دِل میں نہ کیجے صاف اقرارِ وصال
اِسمیں کوئی پہلوئے اِنکار رہنے دیجئے

موت کا ڈر اور بیخود آپ اور ترکِ ستم
لذّتِ بیداد او اغیار رہنے دیجئے

حال اچھا ہے وُہی جس کا مآل اچھا ہے
شادیِ وصل سے فرقت کا ملال اچھا ہے

وعدۂ وصل پہ کھاتے ہو عدو کی قسمیں
اِس خوشی سے مرے نزدیک ملال اچھا ہے

رنج ہو درد ہو وحشت ہو جنوں ہو کچھ ہو
آپ جس حال سے خوش ہوں وُہی حال اچھا ہے

لو سُنو مجھ سے سُنو گیسوئے برہم کی صفت
طائرِ دل کے پھنسانے کو یہ جال اچھا ہے

بھول کر تو نہ ملا اور یہ آ کر نہ ٹلا
تجھ سے او محوِ جفا تیرا خیال اچھا ہے

اِن حسینوں کی محبت سے بچائے اللہ
اِبتدا اِسکی ہے اچھی نہ مآل اچھا ہے

ناخن پا سے ترے دیتے ہیں اُسکو تشبیہ
آجکل بدر سے طالع میں ہلال اچھا ہے

اُنکی صورت مجھے بے پردہ دکھا دیتا ہے
میری آنکھوں سے کہیں میرا خیال اچھا ہے

وہی بیتابیِ دل ہے وہی بربادیِ جاں
کونسی بات میں فرقت سے وصال اچھا ہے

ہم سے جاں دادۂ آزار کہاں دنیا میں
اِسلئے جان سے جاتے ہیں کہ حال اچھا ہے

خامشی میری یہ کہتی ہے شبِ وصل اُنسے
دِل سے آئے نہ زباں تک وہ سوال اچھا ہے

ہے مجھے ضعف کے ہاتھوں سے تڑپنا مشکل
لوگ کہتے ہیں کہ آج آپ کا حال اچھا ہے

میرے دِل میں ہے جو پہلو سے قلق بہتر ہے
میرے لب پر ہے جو اندازِ سوال اچھا ہے

بھول کر نام بھلائی کا نہ لینا بیخود
اَب زمانے میں بُرائی کا مآل اچھا ہے

پیری میں سرگذشت نہ پوچھو شباب کی
اَب یاد ہے بھلا مجھے روداد خواب کی

اللہ رے تڑپ دلِ پُر اضطراب کی
تصویر کھینچ دی نگہِ بے حجاب کی

اُنکی بلا سے کوئی مرے یا کوئی جئے
پرسش وہ کیوں کریں مرے حالِ خراب کی

ہوتے ہیں مونہہ چھپانے سے چرچے جہان میں
دیکھو یہ ساری رخنہ گری ہے نقاب کی

کیئوں ہوئی ہیں آج یہ دلداریاں میری
کیا ہوگئی وہ شرم وہ خوا حجاب کی

ظاہر ہیں اور کچھ ہیں وہ باطن میں اور کچھ
باتیں ہیں التفات کی آنکھیں عتاب کی

کیا سرزمین کوچۂ قاتل ہے فتنہ خیز
اُٹھتی ہیں آندھیاں ستم بے حساب کی

تیر ستم بھی جان چرا کر نکل گئے
اُف رے خرابیاں دلِ خانہ خراب کی

واعظ فراق و وصل سے واقف ہی تو نہیں
تو شرح کیا کریگا عذاب و ثواب کی

ہو جائیں پردہ در نہ نگہیں پردہ داریاں
رُسوا کرے نہ آپ کو عادت حجاب کی

وعدہ ہے جس کا حشر کے دن وہ یہی تو ہے
واعظ خدا سے ڈر یہ مذمّت شراب کی

دِل اور اُس نگاہ سے اُمیدِ التفات
ہیں اور اُن لبوں سے تمنّا جواب کی

خالی گیا نہ صبر دِل بے قرار کا
رُسوا ہوئیں جہاں میں آنکھیں حجاب کی

کیا خوب داد دی دلِ حسرت پناہ کو
حسرت نے میری خوب جگہ انتخاب کی

پردے پڑے ہوئے ہیں نظرہائے شوق کے
اب کیا ہے اُنکے مونہہ کو ضرورت نقاب کی

شوقِ وصالِ پردہ نشیں کا علاج کیا
تعبیر خاک دے کوئی نادیدہ خواب کی

بے فکر ہے کہ جرم و گنہ بے شمار ہیں
بیخود کو فکر کچھ نہیں روزِ حساب کی

اَب جگہ دِل میں کہاں آپکے پیکاں کے لیئے
ہوگیا وقف یہہ گھر حسرت و ارماں کے لیئے

میری تقدیر سے برہم وہ نہوتے کیونکر
پیچ باقی نہ رہے گیسوئے پیچاں کے لیئے

ہم سے لیجا دل صد چاک بھی اے مشاطہ
شانہ زیبا ہی ہے گیسوئے پیچاں کے لیئے

میرا دِل لینے سے اِنکار عبث کرتے ہو
اِک گرہ اور سہی گیسوئے پیچاں کے لیئے

دل پریشان ہے انبوہ پریشانی سے
کوئی لیتا ہے تو لے زلف پریشاں کے لیئے

ظلمتِ بخت سیہ کاش اسی کام میں آئے
خواب بنجائے ذرا چشمِ نگہباں کے لئے

وصل میں چھین لیا دل بھی اداؤں نے اُنکی
کوئی مونس نہ رہا اب شبِ ہجراں کے لئے

سوزِ دل داغِ جگر جوشِ جنوں دیدۂ تر
کتنے ساماں ہیں ترے بے سروساماں کے لئے

زلف خوش خم ہے تری پائے نظر کی زنجیر
نوکِ مژگاں تری نشتر ہے رگِ جاں کے لئے

ہمہ تن وقفِ ستم ہوں ہمہ تن نذرِ جفا
سر ہے خنجر کیلئے دل ترے پیکاں کے لئے

کیا سناتے ہو مجھے تیری قضا آئی ہے
یہہ تو مژدہ ہے مریضِ تبِ ہجراں کے لئے

ہم ہیں پابندِ وفا دل ہے اسیرِ خمِ زلف
اب نگہباں کی ضرورت نہیں زنداں کے لئے

غمِ عقبانہ سہی تو غمِ دنیا ہی سہی
جب مسلّم ہے کہ ہر رنج ہے انساں کے لئے

ہم سے سُن اپنی قیامت کی حقیقت واعظ
نام ہی نام ہے وہ بھی کسی پیماں کے لئے

توبہ کرنا صحِ نافہم یہ کیا کہتا ہے
چھوڑ دوں کوئے بتاں روضۂ رضواں کے لئے

تو نے اے وحشتِ دل یاں بھی ٹھہرنے نہ دیا
ہم تو گھر پھونک کے آئے تھے بیاباں کے لئے

مجھ سے کہتے ہیں کہ ہنس بول کے دن تیر کرو
یہ خموشی تو بیاں ہے غمِ پنہاں کے لئے

وہی جنت ہے جہاں چین ملے دل بہلے
جس پہ دل آئے وہی حور ہے انساں کے لئے

ابتو بیخود مرے پہلو میں نہ دل ہے نہ جگر
اب میں کیا فکر کروں دعوتِ پیکاں کے لئے

جہاں میں دھوم محشر کی بڑی ہے
مگر وہ بھی جدائی کی گھڑی ہے

مری تقدیر میری آنکھ دیکھو
کہاں جاکر لڑی کس پر پڑی ہے

بڑھادے اور یارب حشر کا دن
کہانی طولِ فرقت کی بڑی ہے

وہ بولے حشر میں منکر اعمال
تمہیں اپنی مجھے اپنی پڑی ہے

بہ آہِ گرم ہے یا برقِ سوزاں
یہ آنسو ہیں کہ ساون کی جھڑی ہے

کہوں کیا طولِ شب ہائے جدائی
قیامت کی گھڑی ہے جو گھڑی ہے

اسے نبھی سے نہ لو گیسو کی خاطر
گرہ جو کام میں میرے پڑی ہے

لڑائی ٹھانی ہے مجھ سے انھوں نے
مرے دشمن کی قسمت کیا لڑی ہے

مجھے اُنکی مسیحائی نے مارا
کہ ہر ساعت اجل سر پر کھڑی ہے

ہجومِ حسرتِ دیدار ہے ہے
نظر کے سامنے چلمن پڑی ہے

سبکباری کا رکھنا دھیان بیخود
عدم سے تا عدم منزل کڑی ہے

ملنے کی آس ہے نہ توقع ہے دید کی
فرقت زدوں کو خاک مسرت ہو عید کی

خوبانِ دہر دل سے خریدار ہو گئے
خوب آج بن پڑی ہے دلِ نا اُمید کی

دشمن کو بیکلے فاتحہ پڑھنے وہ آئے ہیں
یہ کس غضب میں جان پڑی ہے شہید کی

اس شوقِ خود نمائی کا مولیٰ بھلا کرے
نوبت ہے تاک جھانک سے گفت و شنید کی

راحت وہ نامراد ہوں میں ہے کہ کیا کہوں
پوچھو مجھی سے قدر دلِ نا اُمید کی

جلوہ تمہارا برقِ تجلّے سہی مگر
ہم وہ نہیں جو تاب نہ لائیں گے دید کی

ایسی ہجومِ یاس نے چھائی ہے چھاؤنی
دِل میں جگہ نظر نہیں آتی اُمید کی

خط لکھ کے یہ دُعا ہے کہ قاصد کی خیر ہو
حسرت جواب کی نہ تمنا رسید کی

آؤ تو فاتحہ نہ سہی سیر ہی سہی
کچھ کفر تو نہیں ہے زیارت شہید کی

ٹھنڈا ہوا جو کشتۂ فرقت تو شوخ نے
اِک چلتے چلتے اور بھی ٹھوکر رسید کی

بیخود غمِ فراق کا خوگر ہے واعظو

یاری

کیا اُس سے کہہ رہے ہو عذابِ شدید کی

گو جی نہ سکے جی سے گزرتا ہی نہیں ہے
جو ہجر میں مرتا ہے وہ مرتا ہی نہیں ہے

وہ آپ کے گیسو جو بگڑتے ہی نہیں ہیں
یہ میرا مقدر کہ سنورتا ہی نہیں ہے

کیانا کمیں دم ہے دلِ بیتاب کے ہاتھوں
کم بخت کسی طرح ٹھہرتا ہی نہیں ہے

اترائی ہوئی پھرتی ہے یوں موت جہاں میں
بے موت کے گویا کوئی مرتا ہی نہیں ہے

ہاں مہر و مدارات سے نفرت ہے مجھی کو
ہاں دِل مرا بیداد سے بھرتا ہی نہیں ہے

افسانۂ غم کہہ کے میں پچتاؤں نہ کیونکر
اَب سُننے کی حامی کوئی بھرتا ہی نہیں ہے

جب دیکھئے مخمور ہے جب چھیڑئے سرمست
نشہ مرے ساقی کا اُترتا ہی نہیں ہے

دِلمیں بھی یہی ہے کہ ندونگا یہ ندوں گا
دِل لیکے وہ عیار مُکرتا ہی نہیں ہے

مرجائے تو چھوٹ جائے غمِ ہجر سے بیخود
مرنا تو یہی ہے کہ یہ مرتا ہی نہیں ہے

آنے سے اُنکے یاس بھی ہے اِنتظار بھی
کچھ نا اُمید بھی ہوں کچھ اُمیدوار بھی

مر کر رہا جو ساتھ دلِ بے قرار بھی
ہم چین سے رہیں گے نہ زیرِ مزار بھی

بے چین بھی ہے شوخ بھی بے اعتبار بھی
سیکھا ہے اُنکے ڈھنگ دلِ بیقرار بھی

تم ہو کہ مہرباں بھی ہو نامہربان بھی
ہم ہیں کہ بیخطا بھی ہیں تقصیروار بھی

خوش ہیں کہ بزمِ غیر میں شامل نہیں ہیں ہم
ہے اپنی ذلتوں پہ ہمیں افتخار بھی

گز بھر زمین تو ہی دے اے وادیٔ جنوں
گم کردہ راہ بھی ہوں غریب الدیار بھی

میں وہم میں پڑا ہوں کہو خیریت تو ہے
کیوں چشمِ شرمگیں میں ہے کچھ کچھ خمار بھی

حق بات میں تو واعظِ حق گو زباں رُکے
کہدے بہشت میں ہے مے خوشگوار بھی

حوروں کا حسن پھر نہ جچے گا نگاہ میں
واعظ اگر انکو دیکھ لیا ایک بار بھی

یہ آپ ہی کے نسخے ہیں یہ آپ ہی کے ڈھنگ
کرتے ہیں ورنہ پردہ دری پردہ دار بھی

پیغام بر سے کہتے ہیں سن سن کے میرا حال
ایسوں کے قول و فعل کا کچھ اعتبار بھی

ہاں سچ ہے تم سا دہر میں زود آشنا کہاں
تم کرد دوست بھی مرے دشمن کے یار بھی

ہم مر گئے تو کون ہے پھر قدر دان جور
آغاز ہی میں سوچ لو انجام کار بھی

بیخود وہ میرے خون کے پیاسے ہوئے ہیں کیوں
لایا نہ رنگ دیدۂ خوننابہ بار بھی

دل مرا درد آشنا بھی ہے
درد بھی وہ جو لا دوا بھی ہے

تم میں شوخی بھی ہے ادا بھی ہے
شرم بھی ہے مگر حیا بھی ہے

اور طرحدار مجھ آئینہ
دیکھنا کوئی دیکھتا بھی ہے

ہم گنہگار ہی سہی لیکن
کچھ گنہگار کی سزا بھی ہے

وصل میں راحتیں بھی ہیں ہمدم
اور آفت کا سامنا بھی ہے

تیری حوروں میں سچ بتا واعظ
ناز بھی ہے کوئی ادا بھی ہے

ظلم کا شوق ہی سہی تم کو
کچھ مگر اسکی انتہا بھی ہے

کس طرف جائے ڈھونڈھنے دل کو
کہیں کم بخت کا پتا بھی ہے

چارہ گر ہم نہ کہتے تھے دیکھا
درد دل کی کوئی دوا بھی ہے

ہائے رے شرم مجھ سے کہتے ہیں
تیری آنکھوں میں کچھ حیا بھی ہے

حال دل قابل بیاں ہے مگر
کیا کہیں کوئی پوچھتا بھی ہے

حور پر شیخ جان دیتا ہے
اور دعوئے اتقا بھی ہے

برطرح

ہے مرا دل وہ آئینہ جس مین
ایک تما ہی دوسرا بھی ہے

یہ ستم بے قصور بندون پر
بندہ پرور کوئی خدا بھی ہے

چشم تر آہِ سرد ہان مدد سے
ابر بھی آگیا ہوا بھی ہے

عشق کے رنگ ہی نرالے ہین
ابتدا ہی مین انتہا بھی ہے

تم چھپایا کرو مگر بیخود
رازِ الفت کہین چھپا بھی ہے

عشق مین ہوتا ہے کیا انجام اپنا دیکھئے
کیا دکھاتا ہے دلِ خود کام اپنا دیکھئے

ہان میری بدنامیان نفرت کے قابل ہین مگر
آپ اِن بدنامیون مین نام اپنا دیکھئے

وہ تو دلداری کی شہرت یہ دل آزاری کا شوق
نام اپنا دیکھئے اور کام اپنا دیکھئے

آپ کو گلشن سے مطلب آپکو گل سے غرض
لیکے آئینہ رخِ گلفام اپنا دیکھئے

ہے یہی پاسِ وفا الفت اسی کا نام ہے
رنج میرا دیکھکر آرام اپنا دیکھئے

آپ کو مین نے دیا دل مین تو ملزم ہون مگر
اپنی صورت دیکھکر الزام اپنا دیکھئے

بزمِ رندان مین جنابِ شیخ کیون تشریف لائے
جائیے آرام کیجے کام اپنا دیکھئے

اُنسے ملنے کی تمنا اُن سے اُمیدِ وصال
حضرتِ بیخود خیالِ خام اپنا دیکھئے

تمھین کو ہوئی مجھ سے نفرت کچھ ایسی
نہ تھی ورنہ مجھ مین قباحت کچھ ایسی

عداوت سی کچھ ہوگئی اس سے دل کو
محبت مین دیکھی مصیبت کچھ ایسی

اسے دیکھکر پھر نہ دیکھا کسی کو
سمائی نظر مین وہ صورت کچھ ایسی

وفا کا نہ لے نام بھولے سے کوئی
جفا اب ہو حضرت سلامت کچھ ایسی

نزاکت بھی اب خار کھاتی ہے مجھ پر — بڑھی ناتوانی کی شہرت کچھ ایسی
نہ سنبھلی بگڑ کر مقدر کی صورت — محبت مین بگڑی طبیعت کچھ ایسی
نہ آتی مجھے یادِ رفتار اُن کی — قیامت مین ہوئی قیامت کچھ ایسی
گوارا نہین اس کا دل سے نکلنا — مجھے بھا گئی تیری حسرت کچھ ایسی
گمان موت کا ہے مری زندگی پر — جدائی مین ہے میری حالت کچھ ایسی

خدا نے دیا صبر فرقت مین بیخود
نہ تھی ورنہ میری طبیعت کچھ ایسی

آپ کو چاہنے والون کی ضرورت نہ رہی — خوش رہین آپ یہان بھی وہ طبیعت نہ رہی
حشر کے دن تری رفتار جو یاد آئی مجھے — پھر قیامت مری نظرون مین قیامت نہ رہی
حال دل کہنے کا اُن سے کوئی پہلو نہ ملا — جب وہ آئے مجھے گویائی کی طاقت نہ رہی
آ گیا جلوۂ عارض کا تصور دل مین — اب ہماری شبِ فرقت شبِ فرقت نہ رہی
نہ گئی یاد تمھاری کسی صورت نہ گئی — نہ رہی جان ہماری کسی صورت نہ رہی
رشکِ دشمن بھی گوارا ہے تم آؤ تو سہی — اب یہ انکار ہے کیون اب وہ محبت نہ رہی
ایسے اقرار وفا سُن کے یہ مسرور ہوا — کہ مرے دلمین جفا کی بھی شکایت نہ رہی
آئے دن صدمۂ فرقت کو کہان تک بیٹھون — یہ مصیبت تو مرے حق مین مصیبت نہ رہی
دشمنون کو بھی ہے اب اُنسے جفا کا شکوہ — میری قسمت سے کسی بات مین لذت نہ رہی
غیر کے سامنے خط میرا اُنھین دے بیٹھا — نامہ بر حیف ہے اتنی بھی تجھے مت نہ رہی
وصل مین آپ مرے بس مین نہ آئین کیا خوب — شکر کیجے مرے قابو مین طبیعت نہ رہی
پند گو بات تو معقول تھی تیری لیکن — کیا کرین دل نہ تھا اور طبیعت نہ رہی

اتنے بدنام ہوئے عشقِ بتان مین بیخود
موںہہ دکھانیکی خداکو کوئی صورت نرہی

کہتے ہو ہمارا رخِ انور کوئی دیکھے
یہ بھی بتا دو اسے کیو نکر کوئی دیکھے

کس طرح ہمارا دلِ مضطر کوئی دیکھے
یہ گھر وہ نہین ہے کہ جسے ہر کوئی دیکھے

کیا ہو گئے اب جلوۂ دیدار کے طالب
بے پردہ کسی کو سرِ محشر کوئی دیکھے

ہم آپ ہی لکھدیتے ہین خود اپنے ہی خط پر
کس طرح یہ طومار یہ دفتر کوئی دیکھے

برسون یہ کسی شوخ کی آنکھون مین رہا ہے
اے کاش ہمارا دلِ مضطر کوئی دیکھے

بے پردہ نہو جاے کہین رازِ محبت
دشمن کو نہ پردے سے نکل کر کوئی دیکھے

کیا حشر کیا ہے نگہِ شرم نے برپا
اتنا تو ذرا آنکھہ اٹھا کر کوئی دیکھے

جینے کے مزے وصل مین جیکر کوئی لوٹے
مرنے کے مزے ہجر مین مرکر کوئی دیکھے

اس آنکھہ کے پھرتے ہی پھرا مجھہ سے زمانہ
بیخود مری تقدیر کا چکر کوئی دیکھے

جفا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے
دلا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

قیامت نالۂ سوزان سے طوفان چشم گریان سے
بپا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

وفا کا عہد یا چاہت سے توبہ ناصح نادان
بتا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

شفا کیا ہو نہین سکتی ہمین لیکن نہین ہوتی
دوا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

تمھین دے دے کے دم لیلے کے فقرو نمین رقیبونسے
خفا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

محبت قلب سے انکی تصور آنکھہ سے ان کا
جدا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

بھلا کیا کہہ نہین سکتے ہو تم لیکن نہین کہتے
برا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

جفا دیکھو وہ بولے شکوہ سنکر بیوفائی کا / وفا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے
بتون کا چرخ کا اغیار کا تقدیر کا دل کا / گلا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

تمھاری طرح **بیخود** کوئے جانان مین گدائیکر
صدا کیا کر نہین سکتے ہین ہم لیکن نہین کرتے

پہلے تری دزدیدہ نظر کو کوئی دیکھے / پھر دیکھنے والے کے جگر کو کوئی دیکھے
رہبر کا ٹھکانا ہے نہ منزل کا پتہ ہے / وحشت مین مری طرز سفر کو کوئی دیکھے
مدہوشی اصحاب خبر کو کوئی سمجھے / خاموشی ارباب نظر کو کوئی دیکھے
میری نگہ شوق تو ہے خلق مین رسوا / اپنی بھی تو بیباک نظر کو کوئی دیکھے
اب دل کو سنبھالے کہ جگر کو کوئی تھامے / اب آنکھ کو دیکھے کہ نظر کو کوئی دیکھے
وہ روز قیامت یہ شب گور سے بدتر / غربت مین میری شام و سحر کو کوئی دیکھے
نقش قدم غیر ہے اک ایک قدم پر / کیا خاک تری راہگذر کو کوئی دیکھے
اللہ رے ویرانی و بے برگی و وحشت / صحرا سے ہے بدتر مرے گھر کو کوئی دیکھے
وہ اور بھی برہم ہین کہ ہم ہو گئے رسوا / اس نالہ دل آہ سحر کو کوئی دیکھے
جنت کی تو سب سچ ہے مگر حضرت واعظ / انصاف ہے اک بت کے بھی گھر کو کوئی دیکھے
وہ وصل مین شرما کے یہ کہنا ترا ہے ہے / آنکھون کو ہی روئے جو ادھر کو کوئی دیکھے

ڈر ڈر کے لپٹتے ہین وہ دشمن کے گلے سے
بیخود مرے نالون کے اثر کو کوئی دیکھے

یہ ٹکٹکی ہے کیون مرے منہ پر لگی ہوئی / کس تاک مین ہے چشم فسون گر لگی ہوئی
اشکون کی گو جھڑی ہے برابر لگی ہوئی / ہے پھر بھی آگ سینے کے اندر لگی ہوئی

اے سوزِ عشق بات تو جب ہے کہ راتدن
دونون طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

واعظ مزہ شراب کا تجکو بتائین کیا
تیرے تو موہنہ کو ہی مئے کوثر لگی ہوئی

اب اشک بھی تو دیدۂ تر مین نہین رہے
اب دیکھئے کہ بجھتی ہے کیونکر لگی ہوئی

سر مین ہے شوقِ زلفِ معنبر بسا ہوا
دل سے ہے یادِ روئے منور لگی ہوئی

گو دلکو یاس ہے مگر اللہ رے اشتیاق
ہے چشمِ انتظار سوئے در لگی ہوئی

یہ حکمِ قتلِ عام ہے یا اذنِ دیدِ عام
کیسی یہ بھیڑ ہے ترے در پہ لگی ہوئی

ہم جان سے گذر گئے اور دل نہ اُٹھ سکا
مشکل سے چھوٹتی ہے مقرر لگی ہوئی

بیخود یہ شوقِ قتل تو دیکھے کوئی مرا
خود میری مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

سب کچھ ہے اک بتِ ستم ایجاد کے لئے
کچھ بھی نہین مرے دلِ ناشاد کے لئے

آمادہ ہاے آہ کو امداد کے لئے
تاثیر نے قدم مری فریاد کے لئے

شوقِ ستم مین آپ سے شاکی ستم کیے
ہم دادخواہ بنتے ہین بیداد کے لئے

دل لیکے دل بری کو نہ ترسا کرے کوئی
ہو جائے دام صید نہ صیاد کے لئے

ہم پائمالِ ہجر مین وہ کائناتِ وصل
ہم بھول کیلئے ہین عدو یاد کے لئے

آنکھون مین دو جگہ مرے دُر ہاے اشک کو
زیور رہے یہ بھی حُسن خداداد کے لئے

کہتے ہین سنگدل نہ بنین ہم تو کیا کرین
دل سخت چاہیے تری فریاد کے لئے

پیکانِ تیرِ ظلم ہی سینہ مین چھوڑئے
تسکینِ خاطرِ دلِ ناشاد کے لئے

حصہ مین وہ تو اونکی اداؤن کے آ گئی
تاثیر اب کہان مری فریاد کے لئے

شکوہ بتون کا داورِ محشر سے کیا کرون
کس موہنہ سے جاؤن حشر مین فریاد کیلئے

اقرار وصل مین بھی ہین یہ پیش بینیان
مجکو ہی اس کی قدر ہے جب مین ہی اٹھگیا

بند قبا مین دی ہے گرہ یاد کے لئے
ترسا کرینگے آپ بھی بیداد کے لئے

لطف و کرم نہین ہے تو جور و ستم تو ہو
یہ بھی بہت ہے بیخود ناشاد کے لئے

قطعہ

حسرت افزا فراق کا غم ہے
عید میرے لئے محرم ہے

روز صدمہ نیا نیا غم ہے
دل کے ہاتھون سے ناک مین دم ہے

کیا کہون داغ ہجر کی سوزش
سینہ کاہے کو ہے جہنم ہے

میری وحشت مری پریشانی
نہ سہی کچھ مگر یہ کیا کم ہے

زلف پر چھائی ہے پریشانی
گیسوؤن کا مزاج برہم ہے

کیا کرین گر کرین نہ شکر ستم
ہم کو اون کی خوشی مقدم ہے

ہاے وہ دل کہ جسکی قسمت مین
وصل کا شوق ہجر کا غم ہے

نہ ٹھہرنے کو اور نہ تھمنے کو
یا مرا دل ہے یا مرا دم ہے

میکدہ چھوڑ کر کدھر جاؤن
کہ نہ کوثر ہے یہان نہ زمزم ہے

واعظ و محتسب ہون جس کے مکین
ایسی جنت مجھے جہنم ہے

برق و باران دیار الفت مین
آہ سوزان ہے چشم پرنم ہے

یہ گھٹائین یہ بجلیان بیخود
یہ بھی توبہ کا کوئی موسم ہے

تمھین اغیار کی پروا ہی کیا ہے
تم ایسے ہو تو پھر کہنا ہی کیا ہے

ضرورت کیا ہمین ضبط قلق کی
ہوا کیا اس سے اور ہونا ہی کیا ہے

بُرا ٹھہرا اگر انجامِ محبت ؛
تو پھر اے پندگو اچھا ہی کیا ہے

مرا رونا ہنسی سمجھا انہون نے
سوا اِس کے مجھے رونا ہی کیا ہے

حیا نے دید کی رخصت ہی کب دی
تری آنکھون نے ہان دیکھا ہی کیا ہے

ہمارے دلمین وہ ہم انکے دل مین
ہمارے اونکے اب پردا ہی کیا ہے

تمھین انصاف سے کہدو خدارا
ہمارا مدعی ہمسا ہی کیسا ہے

ہم اے ہمدم اِسے رکھکر کرین کیا
ہمارے دلمین اب رکھا ہی کیا ہے

نتیجہ دشمنونکی دوستی کا ؛
ابھی دیکھو ابھی دیکھا ہی کیا ہے

مجھے سودا زدہ کہتے ہو تم بھی
حقیقت مین مجھے سودا ہی کیا ہے

ستم تمنے کئے ہم نے اُٹھائے
گلہ کِس بات کا شکوا ہی کیا ہے

وفا کا خاتمہ ہے عشق کی موت
مرا مرنا مرا مرنا ہی کیسا ہے

شکستِ دل ہی جن کا کام اُن کو
شکستِ عہد کی پروا ہی کیا ہے

قیامت جس کو ہم سمجھے ہین بیخود
وہ ان کا وعدۂ فردا ہی کیا ہے

دلِ بے مدعا کیا جانے کیا ہے
بُرا ہے یا بھلا کیا جانے کیا ہے

حسینونکی ادا کیا جانے کیا ہے
دوا ہے یا قضا کیا جانے کیا ہے

کہون کیا خوبیان مہر و وفا کی
اسے وہ بیوفا کیا جانے کیا ہے

مری حسرت تو ظاہر ہے سبھو پر
تمھارا مدعا کیا جانے کیا ہے

ہمارے تو ہین کیا کیا کچھہ ارادے
مگر حکم خدا کیا جانے کیا ہے

مداوا کرتے ہین بیمارِ غم کا
طبیبونکی دوا کیا جانے کیا ہے

مرے پہلو مین کچھ کانٹے کی صورت
مرے دل کے سوا کیا جانے کیا ہے

تمھین تو کچھ نہین مطلب کسی سے
مگر ہم نے سنا کیا جانے کیا ہے

تجھے اے پند گو اس سے غرض کیا
مجھے اُن سے گلا کیا جانے کیا ہے

یہی ہے ابتدائے غم مین رونا
کہ اُسکی انتہا کیا جانے کیا ہے

کوئی بھرتا نہین سُننے کی حامی
ہمارا ماجرا کیا جانے کیا ہے

خدا جانے ہین ترک وفا مین
خیال اے بیوفا کیا جانے کیا ہے

جو دشمن پر ہے وہ ہمپر نہین ہے
وفا ہے یا جفا کیا جانے کیا ہے

وہ کیا سمجھے ہوئے ہین اپنے جیمن
ہمارا مدعا کیا جانے کیا ہے

نہ ہم عاشق نہ تم معشوق لیکن
یہ چرچا جا بجا کیا جانے کیا ہے

مصیبت ہجر کی بیخود سے سُنیئے
اسے دشمن بھلا کیا جانے کیا ہے

تاثیر پر اترائے نہ فریاد کسی کی
سنتے ہین بھلا یہ ستم ایجاد کسی کی

دشمن کے عوض ملگئے ہم خاک مین ورنہ
پڑتی تھی کسی پر کبھی اُفتاد کسی کی

ہان مست تغافل نہ مٹے رنگ تغافل
ہان بھول کر آئے نہ کبھی یاد کسی کی

آتی ہے تو ٹلتی نہین یہ بھی کسی صورت
کم میری طبیعت سے نہین یاد کسی کی

یہ دسترس غیر سے کیونکر نہو محفوظ
محفل تو نہین ہے دل ناشاد کسی کی

اقرار سے پیارا مجھے انکار کسی کا
الطاف سے بڑھکر مجھے بیداد کسی کی

لیجائے صبا خاک مری اُسکی گلی سے
اس طرح سے مٹی نہو برباد کسی کی

پچھتائے سے کیا فائدہ گھبرائے سے حاصل
سُنی ہی نہ تھی آپکو فریاد کسی کی

بیوجہ نہین میری بکا پر یہ توجہ
بھر لیجئے کان آج کہ پھر رحم نہ آئے
کچھ دلمین اثر کر گئی فریاد کسی کی
سن لیجئے دل کھول کے فریاد کسی کی

دیکھا مری فریاد کی تاثیر کو بیخود
سنتا ہی نہین اب کوئی فریاد کسی کی

بیمارِ دردِ غم کی دوا کوئی کیا کرے
آجائے جب کسی کی قضا کوئی کیا کرے

فریاد ناگوار تمھین ضبط ناپسند
لو اب تمھین کہو کہ بھلا کوئی کیا کرے

جب غرضِ مدعا سے کوئی مدعی بنے
پھر ترک مدعا کے سوا کوئی کیا کرے

اظہار دوستی جو سمجھتا ہو دشمنی
اس بدگمان سے شکرِ جفا کوئی کیا کرے

ذکرِ شفا سے ہوتی ہین دونی ترقیان
اس دردِ لادوا کی دوا کوئی کیا کرے

نازان ہین اسپہ وہ کہ بڑے بیوفا ہین ہم
اب بیوفائیون کا گلا کوئی کیا کرے

اے تیری شان میرے ستانے کو وہ کہین
قدرِ وفا نہ ہو تو وفا کوئی کیا کرے

آپس کی بات اپنے پرائے پر کیون کھلے
شکوہ کسی کا روزِ جزا کوئی کیا کرے

کس عاجزی سے ہمنے کہا بیقرار ہین
کس بیرخی سے آپنے کہا کوئی کیا کرے

قصہ ہو کوئی اور تو جا کر کہین سنائے
بیخود کا حال سنکے بھلا کوئی کیا کرے

اے فلک راحت نہین تو خیر ایذا ہی سہی
کوئی حسرت ہی سہی کوئی تمنا ہی سہی

غیر اچھا ہے سہی بیخود نکما ہی سہی
آپ ایسا ہی سمجھتے ہین تو ایسا ہی سہی

میرا دل میری زبان مجھپر کسی کا زور کیا
شکوۂ بیداد بیجا ہے تو بیجا ہی سہی

ہمکو اُس کے مان لینے کی ضرورت بھی تو ہو
آپ کا وعدہ اگر سچا ہے سچا ہی سہی

کچھ کھٹکتا ہے مرے سینہ مین کانٹے کیطرح
آپ کا پیکان نہین میری تمنا ہی سہی

کان رکھکر میرے مونہہ سے اس کو سن تو لیجئے
لے وہ میرا ماجرا جھوٹا فسانہ ہی سہی

بے خطا اس کو سزا دیتے ہو کیون یہ تو کہو
دل تمھارا مال ہے اچھا تمھارا ہی سہی

کیون خفا ہوتے ہو کیا ایسی قباحت ہو گئی
پیار کی آنکھون سے ہم نے تمکو دیکھا ہی سہی

سیر رقص نیم بسمل اور دم بھر دیکھہ لے
او تماشا دوست یہ بھی اک تماشا ہی سہی

ہم بھی سمجھا لین گے کچھہ کہکر دل مشتاق کو
تم نے اب پردے کی ٹھانی ہی تو پردا ہی سہی

دیکھے دل بیخود کو کوئی خوش بھی ہوا ہو گا مگر
ہم نے تو آفت ہی جھیلی اور ایذا ہی سہی

صاف ظاہر ہے انکی چتون سے
کہہ رہے ہین آج دشمن سے

کہہ نہ دے راز وصل دشمن سے
ڈرتے رہنا تم اپنی چتون سے

جب سے دست جنون ہے یار مرا
ہے گریبان کو ربط دامن سے

وہ نہ آجائین دیکھنا اے حشر
بچکے جانا ہمارے مدفن سے

ہم یہان رو رہے ہین اور وہان
دل لگی ہو رہی ہے دشمن سے

نگہ شوق آنکھہ والون کی
کیا رکیگی کسیکی چلمن سے

سنکے نالے مرے وہ کہتے ہین
ناک مین دم ہے اسکے شیون سے

ق

اے رے بدمستی بہار شباب
اک لڑائی ٹھنی ہے گلشن سے

چشمگین آنکھہ کی ہین نرگس پر
لعل لب دو بدو ہین سوسن سے

ڈھب لگاوٹ کے ڈھنگ شوخی کے
سیکھہ لو اپنی چشم پرفن سے

شوق تیرون کو میرے پہلو کا
عشق خنجر کو میری گردن سے

میری عیاریان کوئی دیکھے / دوست بنکر ملا ہون دشمن سے

وصل مین ہاے وہ حیا اون کی / موںھ چھپانا وہ میرے دامن سے

اُنسے امید دلدہی بیخود / دوستی کا خیال دشمن سے

ہم اور اُن سے تغافل کا کچھہ گلا کرتے / نتیجہ جس کا تھا کچھہ وہ بات کیا کرتے

مریضِ غم کا اطبا علاج کیا کرتے / مریض خود بھی ٹھہرتے اگر دوا کرتے

کہا جو اون سے کہ لو ہم تو صبر کر بیٹھے / ملا جواب کہ بس اور آپ کیا کرتے

یہ ہمنشین مرے جینے سے کیون ہوئے مایوس / دعا سے کچھہ نہ ہوا تھا تو کچھہ دوا کرتے

لحاظ و پاس زمانے سے اُٹھہ گیا ورنہ / وہ میرے سامنے دشمن سے یون ملا کرتے

اثر کی آہ کی دشمن کی چیخ کی دل کی / کسی کے واسطے کس کس کی التجا کرتے

ہمین ذرا بھی جو صحت کی آرزو ہوتی / جنھون نے درد دیا تھا وہی دوا کرتے

وہ جانتے جو مجھے پایمالِ طرزِ خرام / ہزار حشر ہر اک گام پر اُٹھا کرتے

وہ نالے جو مرے دل کے دھوئین اوڑاتے ہین / خیال برہمیِ گیسوئے دوتا کرتے

یہ سچ کہ حضرتِ دل عشق کچھہ گناہ نہین / مگر کسی سے ذرا پہلے مشورا کرتے

ہمین نے مصلحتاً کی طلب مین کوتاہی / اثر تو دوڑ کے آتا جو ہم دعا کرتے

وصالِ حور تو مرنے پہ منحصر ٹھہرا / بتون کو پیار نکرتے تو جیکے کیا کرتے

ہمین خوشی کی خوشی ہے نہ غم کا غم بیخود / وفا سے کٹتی اُنھین نفرت اگر جفا کرتے

پتہ اک بات کا اک شرمگین چتون سے ملتا ہے / کوئی راتون کو چھپ چھپ کر مرے دشمن سے ملتا ہے

یہ دل میرا ہے لیکن اس سے میرا ناک مین دم ہے
یہ میرا دوست ہے لیکن مرے دشمن سے ملتا ہے

سفر مین بھی کوئی برق تجلی ہے لگا ہون مین
ہمارا دشت غربت وادی ایمن سے ملتا ہے

کوئی ان زاہدان خشک سے اتنا نہین کہتا
کوئی بیفائدہ اک رند تر دامن سے ملتا ہے

رکاوٹ دلکی قاتل کب چھپی تیرے چھپانے سے
کہ خنجر بھی ترا کھنچکر مری گردن سے ملتا ہے

مرا جوش جنون کچھ اتنا بڑھ کے رنگ لایا ہے
گریبان خود ہی جھک جھک کر مرے دامن سے ملتا ہے

وہ کب تھمتی چڑھا دست جنون یا دست وحشت سے
بھلا دامان صحرا کب مرے دامن سے ملتا ہے

فراق یار مین سامان بزم عیش سے حاصل
کہ دل کو چین تو اب نالہ و شیون سے ملتا ہے

یہ دل ہم سے بدل کر جا ملا اس شوخ سے ورنہ
کوئی بھی دوستون سے ٹوٹکر دشمن سے ملتا ہے

ستم ہے یا کرم ہے یہ تو کچھ کھلتا نہین لیکن
ہمارا دوست بن بن کر کوئی دشمن سے ملتا ہے

طریق عشق مین رہبر کی کچھ پروا نہین ہم کو
نشان منزل مقصد یہان رہزن سے ملتا ہے

ترے رشک آشنا احباب سے اس طرح ملتے ہین
کہ مجبوری کوئی جیسے کسی دشمن سے ملتا ہے

جفاؤن پر جفائین عشق مین جھیلی ہین بیخود نے
مگر نادان پھر بھی اک وفا دشمن سے ملتا ہے

دل بغل مین ہے تو ہر آپکی الفت باقی
سر بدن پر ہے تو ہے گردش قسمت باقی

خاک مین ملگئے ہم خاک بھی برباد ہوئے
انکے دلمین ہے مگر اب بھی کدورت باقی

مین ستم کش ہون مرے لیہ جو گذرے گذرے
رہ نجائے انھین بیداد کی حسرت باقی

طول فرقت کا نتیجہ یہی نکلے اے کاش
میرے دلمین نہ رہے وصل کی حسرت باقی

نگہ لطف سے جب دیکھ لیا ظالم نے
پھر نہ شکوہ کوئی باقی نہ شکایت باقی

ہائے وہ وصل مین شرماکے یہ کہنا اوسکا
کہئیے گر دلمین رہی ہو کوئی حسرت باقی

خون کیا تیر گئی قبر کا مجھکو واعظ
مین یہ سمجھون گا ابھی ہے شبِ فرقت باقی

اب بھی ہے تم کو وہی مہر و وفا کا دعویٰ
اب بھی ہے وہ نظرِ لطف و عنایت باقی

کیا خوشی وصل مین گر اوٹھ بھی گیا پردۂ شرم
چشمِ مشتاق یہ ہے پردۂ حسرت باقی

حشر کے دن بھی کیا وعدۂ فردا تم نے
آج بھی رہ گئی کل کے لئے حجت باقی

زندگی ہے تو جدائی کا قلق کیا بیخود
یار باقی ہے مرے یار تو صحبت باقی

اون کو خوفِ اثرِ نالہ و فریاد بھی ہے
شوقِ بیداد بھی ہے وسوسۂ داد بھی ہے

میرے پہلو مین رہو یون کہ ذرا جی بہلے
یون تو ہونے کو بغل مین دلِ ناشاد بھی ہے

نکرو ذکرِ وفا تم مگر اتنا تو کہو
ہم سے جو عہد کیا تھا وہ تمھین یاد بھی ہے

نہ اسے شوقِ رہائی نہ اسے بیمِ قفس
یہ اسیر آپ کا ہر قید سے آزاد بھی ہے

آس کا نام نہین یاس سے معمور ہے دل
یہ عجب گھر ہے کہ برباد بھی آباد بھی ہے

کس کے سر رہتا ہے رسوائی کا سہرا دیکھین
حشر مین قیس بھی ہے ہم بھی ہین فرہاد بھی ہے

انکو وحشت ہو نہ کیون قیس کے افسانے سے
میری روداد سے ملتی ہوئی روداد بھی ہے

تم کو بیخود ہی سکھاتا ہے یہ اندازِ ستم
یہ ستم دوست تمھارا ستم ایجاد بھی ہے

کرو تم التجا میری اوٹھاؤ تم جفا میری
اگر پھر جلے دل میرا اگر سن لے خدا میری

جفا سے بڑھ کے ہین مشہورِ عالم مین وفا میری
اسی سے تو وہ برہم ہین یہی تو ہے خطا میری

کبھی تو رنگ لائے گا یہ ضبطِ بے اثر میرا
کبھی تو گل کھلائیگی یہ آہِ نارسا میری

حباب آسا محیطِ عشق مین دم بھر کا مہمان ہون
مگر خوش ہون کہ سمجھا ہون فنا مین ہے بقا میری

تم آؤ یا نہ آؤ زندگی ہو یا نہو لیکن
خدا نا کردہ ممنونِ اثر کیون ہو دعا میری

ملالِ ہجر و شوقِ وصل کو کیسا چھپاتا ہون
ذرا بزمِ عدو مین تم بھی صورت دیکھنا میری

فلک کھایا کرے چکر زمانہ کروٹین بدلے
کہین کم ہونے والی ہے جفا تیری وفا میری

تمھاری خاطرِ نازک کا اتنا پاس ہے اِس کو
اثر سے سیکڑون بچ بچ کے جاتی ہے دعا میری

غنیمت کیون نہ سمجھون اپنی رسوائی محبت مین
یہ چرچا کوبکو میرا یہ شہرت جابجا میری

مریضِ عشق ہون بیخود مداوا کیسے ہو میرا
مرض میرا دوا میری قضا میری شفا میری

بے رخی بے اعتنائی ہو چکی
آؤ من جاؤ لڑائی ہو چکی

اَب مرا دل بھی مکدر ہو گیا
اب مرے اونکے صفائی ہو چکی

جن کو پاسِ خاطرِ صیاد ہے
اُن اسیرون کی رہائی ہو چکی

اب تو مل جاؤ کہ سارے شہر مین
شہرتِ نا آشنائی ہو چکی

زلف کہتی ہے دلِ بیتاب سے
میرے پھندون سے رہائی ہو چکی

ضعف کے ہاتھون قدم اُٹھتے نہین
اُنکی محفل تک رسائی ہو چکی

او وفا دشمن جفا جو تند خو
ہو چکی بس بیوفائی ہو چکی

تم مین خو بندہ نوازی کی نہین
اے بتو تم سے خدائی ہو چکی

اب تو بیخود سے بھی پردا ہے نہین
بے حجابی خود نمائی ہو چکی

سنے کیونکر نہ دل سے وہ بتِ نامہربان میری
بیان میرا زبان میری بھر آئی داستان میری

تم آئے بہر پرسش یا تنِ بیجان مین جان آئی
وہ عالم اب کہان دلکا وہ حالت اب کہان میری

کہان کا رنج کیسا فکر و غم کس کی پریشانی
مسرت دید کے قابل تھی وقتِ امتحان میری

ابھی تو اس سے نفرت ہے تمھین لیکن یہ سن رکھو
تمھین اکدن خوشامد سے سنوگے داستان میری

عیادت کے لئے آتے ہین وہ یا موت آتی ہے
نہین ہین بے سبب اے چارہ گر بیتابیان میری

دکھائینگے دکھائینگے تمھین تاثیر یہ نالے
بجائیگی بجائیگی یہ محنت رائگان میری

بگڑتے کیون ہو ذکرِ غیر پر جب کچھہ نہین مطلب
انھین باتون سے ہوتی ہے طبیعت بدگمان میری

سناؤن انکو دل کا حال یہ جرأت کہان مجکو
کرون ان سے سوالِ وصل یہ ہمت کہان میری

دلِ بیتاب کی بیتابیان اب رنگ لائی ہین
وہ برہم ہین کہ انسے بھی اڑالین شوخیان میری

یہ میرے طولِ عرضِ مدعا پر برہمی کیسی
تمھین غصہ کا منصب مدعا میرا زبان میری

دبی جاتی ہین ان کے سامنے سب شیخیان اونکی
بڑھین جوشِ جنون مین اس قدر رسوائیان میری

یہ میری وضع ہے ناصح یہ میرا شیوہ ہے توبہ
خدا کے سامنے شکوہ بتون کا اور زبان میری

فصیح الملک کا شاگرد ہون مین حضرت بیخود
نہ کیون محسودِ عالم ہو بیان میرا زبان میری

تڑپ رہا ہے یہ دل دردِ لا دوا کے لئے
دکھا دو جلوۂ زیبا ذرا خدا کے لئے

زبان کو تابِ تکلم اگر نہین ہے نہ ہو
نگاہِ شوخ تو ہے عرضِ مدعا کے لئے

خدا گواہ ہے واعظ غرض نہین کچھہ اور
بتونکو چاہتے ہین ہم فقط خدا کیلئے

اثر بھی کیا کوئی معشوق ہے کہ رام نہ ہو
ہمارے ہاتھہ بھی اٹھین مگر دعا کے لئے

جفا شعار ہین وہ اور ہم جفاکش ہین
جفا ہمارے لئے ہے تو ہم جفا کے لئے

کہان نصیب تماشائے جلوۂ رخِ یار
ہمین تو آنکھہ ملی ہے فقط بکا کے لئے

وفائے وعدہ مین مانع ہوئی ہے شرم و حیا
یہ حیلہ خوب ملا آپ کو جفا کے لئے

یہ بیوفائی تو دیکھو وہ مجھسے کہتے ہین
وفا تمھارے لئے ہے نہ تم وفا کے لئے

کرم کی خو بھی ہے آئین ستم کی عادت بھی
وہ ابتدا کے لئے ہے یہ انتہا کے لئے

جگر نثارِ تغافل ہے دل فدائے غرور
اک اس ادا کے لئے ہے اک اُس ادا کے لئے

تمھین نے جنبشِ ابرو سے قتلِ عام کئے
تمھین نے کام ادا سے یہان قضا کے لئے

ابھی تو شام شبِ وصل ہے ہنسو بولو
بہت ہے وقت سحر تک ہین پھر حیا کے لئے

خدا کے واسطے دینے سے فائدہ محمود
وہ بت ڈرے گا خدا سے بھلا خدا کیلئے

جفا بھی ہے وفا بھی امتحان یون بھی ہے اور یون بھی
مگر اُن پر ستم وہ بدگمان یون بھی ہے اور یون بھی

اثر ہو یا نہو لب پر فغان یون بھی ہے اور یون بھی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو ہان یون بھی ہے اور یون بھی

بیانِ دردِ الفت بھی ہے ذکرِ حسنِ صورت بھی
سُنین تو آپ میری داستان یون بھی ہے اور یون بھی

عیادت کو دمِ آخر وہ آئین تو مسرت کیا
بہارِ زیست تاراجِ خزان یون بھی ہے اور یون بھی

ستم ہو یا کرم ہو وصل ہو یا ہجر ہو کچھ ہو
دلِ بیتاب پہلو مین تپان یون بھی ہے اور یون بھی

جفا و جور بھی کرتے ہین وہ مہر و مدارا بھی
جہان یون بھی ہے اور یون بھی ہان یون بھی ہے اور یون بھی

جفائین کیون سہین ان کی وفائین کیون کرون اُنسے
مرادِ دشمن تو ہے آخر آسمان یون بھی اور یون بھی

لبِ جان بخش کی الفت اور اُسپر صدقہ فرصت
میری قسمت مین عمرِ جاودان یون بھی ہے اور یون بھی

دلِ خون گشتہ پہلو مین نہین ہے تو نہو ہمدم
یہ چشم خون فشان تو خون فشان یون بھی ہے اور یون بھی

تمھاری شرم میری خامشی کو سب سمجھتے ہین
عیان ہر ایک پر رازِ نہان یون بھی ہے اور یون بھی

تمنائے وفا بھی ہے جفاون کا گلا بھی ہے
مگر وہ بیوفا نامہربان یون بھی ہے اور یون بھی

اثر بھی دیکھتے ہین تابِ ضبطِ غم کے پردے مین
اُنھین منظور میرا امتحان یون بھی ہے اور یون بھی

آنکھین غیرون سے الفت ہے نہ بیخودی سے نفرت ہے
زمانے کو مگر اُنپر گمان یون بھی ہے اور یون بھی

پلٹ جائین نہ وہ وعدے سے یہ تکرار کیسی ہے
دلِ بیتاب یہ تجھپر خدا کی مار کیسی ہے

مری ذلت سے اُنکو ننگ کیسا عار کیسی ہے
یہ دیکھین ہمین اُنکی گرمیِ بازار کیسی ہے

یہ ہے اقرار یا انکار کہئے اسکو کیا سمجھون
سوالِ وصل پر ہان ہان کی یہ تکرار کیسی ہے

ثنائے حور وصفِ خلد سب سچ ہے مگر واعظ
ذرا یہ بھی تو چلکر دیکھہ بزمِ یار کیسی ہے

دلِ آزار کش کا پوچھنا کیا تم تو یہ پوچھو
کہ اس آزار کش کی حسرتِ آزار کیسی ہے

ذرا تو بول کچھہ تو کہہ کوئی تو بات کر نادان
سُنین تو ہم تری حالت دلِ بیمار کیسی ہے

یہ مانا تم بھی سچے اور تمھارا عہد بھی سچا
مگر لکنت زبان پر وقتِ اقرار کیسی ہے

اندھیر اچھا گیا آنکھون مین یہ دیدار کیسا تھا
قیامت آگئی عالم مین یہ رفتار کیسی ہے

خرامِ ناز سے مجکو ہی وہ پامال کرتے ہین
مجھی سے پوچھتے ہین کیون مری رفتار کیسی ہے

ہمین درکار ہے اک صافی سے حضرتِ زاہد
سرِ اقدس کی دیکھین تو ہمی دستار کیسی ہے

ابھی تو ابتدا ہے او دلِ نافہم الفت کی
ابھی تجھکو خبر ہی کیا کہ خوئے یار کیسی ہے

تمھاری آنکھہ چلتی بھی ہے پھرتی بھی ہے لڑتی بھی
مجھے حیرت سی حیرت ہے کہ یہ بیمار کیسی ہے

ہمین سربارِ گردن ہے ہمین پر آزما دیکھو
کہ طاقت ہاتھہ مین کتنی ہے اور تلوار کیسی ہے

یہ دشمن بھی تو آخر مدعی ہین عشق و الفت کے
ہمین پر ناوکِ بیداد کی بوچھار کیسی ہے

بہت اچھی بڑی منصف بڑی فریادرس لیکن
ہر اک سے پوچھنا کیا کیون مری سرکار کیسی ہے

دیا ہے جسنے دردِ عشق وہ آرام بھی دیگا
یہ بےچینی یہ بیتابی دلِ بیمار کیسی ہے

یہ جو چاہے وہ ہوجائے یہ جو چاہے وہ کر گذرے
محبت آپکی ہر کام مین مختار کیسی ہے

ترقی پر ہے سر کے پھوڑنے سے دردِ سر بیخود
یہ سنگِ آستان کس کا ہے یہ سرکار کیسی ہے

داستانِ غم بیان کرنے کو مدت چاہیے
کم سے کم اس کے لئے روزِ قیامت چاہیے

غم ہے قسمت مین تو ارمانِ طرب بے فائدہ
آدمی کو اپنی روزی پر قناعت چاہیے

ذرہ ذرہ مظہرِ نورِ خدا ہے بت ہی کیا
دیکھنے کے واسطے چشمِ بصیرت چاہیے

لاش ہی پامال کیجے اپنے کوچے مین مری
بعد مردن کچھہ تو پاداشِ محبت چاہیے

اہلِ عصیان دیکھکر پچھتائین تو دل مین ذرا
پند گو دوزخ مین اک چھوٹی سی جنت چاہیے

یہ سمجھہ لو حضرتِ دل یہ نہین تو کچھہ نہین
آرزو کی آرزو حسرت کی حسرت چاہیے

میری یہ حسرت کہ مرکر بھی نہ اٹھون بزم سے
انکی یہ تاکید لے اٹھیے اجازت چاہیے

کنج پر حسرت میرے رونے کی ہنسی ہے
بے مروت کچھہ تو آنکھون مین مروت چاہیے

چین سے سونے نہ دیگی اوسکی بیتابی مجھ
میری تربت سے جدا اس دل کی تربت چاہیے

مین اگر جھوٹا ہون تو کہدو تمھین انصاف ہے
ایسی صورت کے لئے ایسی ہی سیرت چاہیے

وہ عبث شرمائین انکا ہاتھہ کب اوچھا پڑا
مجھکو اپنی سخت جانی سے ندامت چاہیے

ناتوانی مانعِ فریاد و شیون ہی نہین
صبر کرنے کے لئے بھی دلمین طاقت چاہیے

شرکتِ بزمِ عدو اور وہ بھی بیخود بے طلب
خانمان برباد کچھہ تو شرم و غیرت چاہیے

دکھانا بھی مرے دل کو ستانا بھی جلانا بھی
کوئی حد کوئی نہایت بھی ستم کی کچھہ ٹھکانا بھی

کہان جائین غم و حسرت جو ہو منظور جانا بھی
نکلکر دل سے ملنے کا نہین ایسا ٹھکانا بھی

فلک کی طرح دشمن اب مین بھی ہے زمانا بھی
برا ہوتا ہے اچھی صورتون پر دل کا آنا بھی

کسیکے گیسوے پیچان مین جب تک دل الجھا
عجب وارستگی کا تھا زمانہ وہ زمانا بھی

دل نافہم کو فرقت مین کس کس نے نہ سمجھایا
مگر کیا کیجئے کہنا کسی کا اوس نے مانا بھی

کوئی سُن سُن کے روتا ہی تو کوئی شاد ہوتا ہی
ہمارا حال کیا ہی مرثیہ بھی ہے فسانا بھی

غلط گوئی کی کوئی انتہا کچھہ حد بھی اے قاصد
کہا ہے تو نے سب کچھہ اُس نے کہنا تیرا مانا بھی

کسی نے راحتین بھی پائی ہونگی عشق مین لیکن
ہمین تو موت کا آنا ہوا ہے دل کا آنا بھی

ہنسی لب پر نظر مین قہر دشمن ساتھہ چال آفت
قیامت ہے کسی کا اسطرح تربت پہ آنا بھی

نصیحت کر کے لائے دوستی سے ناکمین دم ہے
کہان سے لاؤن وہ دشمن جو دشمن بھی ہو دانا بھی

جسے دیکھو وہ دم بھرتا ہے انکے عشق کا بیخود
ہنسی ہے دل لگی ہے اب مگر دل کا لگانا بھی

اُنسے بزم مدعی مین مدعا کہنے لگے
ہاے نادانی کہان ہم کس سے کیا کہنے لگے

پرسشِ محشر سے پائی اہلِ عصیان نے نجات
طول فرقت کا اگر ہم ماجرا کہنے لگے

جب رحم آیا کسے بکو اس کی حالت دیکھکر
دردِ دل کو ہم تو اس دن سے دوا کہنے لگے

پند گو ہو چرخ ہو اغیار ہون یا آپ ہون
توبہ توبہ ہم کسیکو کب بُرا کہنے لگے

شکوۂ بیداد کے بدلے کیا شکرِ جفا
کیا ارادہ تھا ہمارا اور کیا کہنے لگے

پھر خیال آیا کہ بے پرہم نہ ہو جائیں کہین
پھر ہم اُس محوِ جفا کو باوفا کہنے لگے

مین نے اپنی جان کھو کر پائی کیا غم سے نجات
زہرِ قاتل کو لبِ آبِ بقا کہنے لگے

اس سے بڑھکر اور کیا رتبہ ملے گا اے جنون
سب مجھے سودائی زلف دوتا کہنے لگے

ذکرِ وصلِ یارِ بیخود دشمنونکے سامنے
یا چھپاتے تھے اِسے یا برملا کہنے لگے

سپہر تک جو رسائی مری فغان کی ہوئی
صدا بلند فرشتون مین الامان کی ہوئی

نئی روش یہ اب ایجاد امتحان کی ہوئی
وہ چشم شوخ طرفدار آسمان کی ہوئی

ذرا جو چشم توجہ میری زبان کی ہوئی
زمین شعر بھی ہم رتبہ آسمان کی ہوئی

ہماری خاک نہ اٹھاؤ اپنے کوچے سے
یہین کی جب نہوئی یہ تو پھر کہان کی ہوئی

یہی اثر ہے تو ہم اس اثر سے در گذرے
کہ دشمنون مین ہنسی چشم خون فشان کی ہوئی

زمین کوچۂ جانان بھی واہ ری قسمت
شریک میرے ستانے مین آسمان کی ہوئی

ہمین نے دلمین جگہ دی تمھارے پیکان کو
ہمین سے بس یہ مدارات میہمان کی ہوئی

جناب خضر ہین مصروف دشت پیمائی
نہ خاک قدر انھین عمر جاودان کی ہوئی

وہ اور شکوہ حسینون کا اے معاذ اللہ
زبان ہے جسکی شکایت نہ آسمان کی ہوئی

وہ میرے نام سے کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین
بہت ہوئی جو یہ تاثیر بھی فغان کی ہوئی

عدو بھی روئینگے میری ہی طرح قسمت کو
نگاہ مہر اگر میرے مہربان کی ہوئی

تڑپ رہا ہون چمن مین قفس ہے کہکر
خزان کے ہاتھ سے یہ شکل آشیان کی ہوئی

پس از فنا مری میت کو خلد سے کیا کام
یہ مشت خاک جہان کی ہوئی وہان کی ہوئی

ہمارا باغ جوانی وہ باغ تھا بیخود
بہار آتے ہی آمد جہان خزان کی ہوئی

زہے قسمت آنکھین جب اپنا خنجر یاد آتا ہے
مزا میں یاد آتا ہون مزا سر یاد آتا ہے

کسی سے دل لگا دیکھین اگر باور نہین آتا
جو کہتے ہین کسیکو کوئی کیونکر یاد آتا ہے

کبھی بھولے سے مجکو یاد بھی کرتا تو کیا ہوتا
وہ میرا بھولنے والا جو اکثر یاد آتا ہے

بیابان مین بھی وحشت چین سے رہنے نہین دیتی
ابھی آ کر لیا ہے دم ابھی گھر یاد آتا ہے

تماشا دوست دل کیا ہی ہمارا اک قیامت ہے
تڑپ جاتا ہے جب سامانِ محشر یاد آتا ہے

نہ سرگرمِ تلاشِ کوئی دلبر مین ہی ہون جسکو
نہ رہزن یاد آتا ہے نہ رہبر یاد آتا ہے

خیالِ شکوہ برسون یون تو آتا ہی نہین ہمکو
جب آتا ہے تو پھر دفتر کا دفتر یاد آتا ہے

قیامت پھر قیامت ہے یہین سن لو کہا مانو
مرا شکوہ جو مجکو زیرِ خنجر یاد آتا ہے

ستم ہائے فلک تیرے ستم کش کو غنیمت ہین
کہ تو انکی بدولت اے ستمگر یاد آتا ہے

خدا رکھے ہماری بیخودی بھی طرفہ نعمت ہے
نہ اب دل یاد آتا ہے نہ دلبر یاد آتا ہے

کسیکی شوخیان جب یاد آتی ہین ہمین بیخود
تو اپنا بھی دلِ بیتاب و مضطر یاد آتا ہے

مجھکو یہ دُھن کہ غمِ دل کا بیان اچھا ہی
دل یہ کہتا ہے نہین ضبطِ فغان اچھا ہی

جان سے کیون نہ سوا ہو دلِ محزون ہم کو
اس کا غم جسمین مکین ہو وہ مکان اچھا ہی

دل تو خوش ہے مگر اس میری غلط فہمی سی
دشمنی پر یہ عنایت کا گمان اچھا ہی

اُسنے بدنام کیا بن گئی دم پر اُس سے
نہ خموشی مری اچھی نہ بیان اچھا ہی

تو وہ تیرِ ستم ہان میری تربت کو بناؤ
نہ رہے نام کو بھی میرا نشان اچھا ہی

کیا کہا پھر تو کہو حضرتِ واعظ کیا خوب
لامکان جسکی صفت ہے وہ مکان اچھا ہی

بیٹھنے دی نہ کہین وحشتِ دل بہتر ہے
چلتے پھرتے ہی کٹے عمرِ روان اچھا ہی

جو ہے خواہان ہے مرا جو ہے مرا شیدائی
یہ یقین خوب ہے اون کا یہ گمان اچھا ہی

ربطِ دشمن نے کیا تم کو جہان مین رسوا
پھر بھی کہتے ہو وہ اچھا ہی تو ہان اچھا ہی

کون ہے یہ تو کسی سے نہ کہا ہے نہ کہون
دوستون سے مگر اک دشمنِ جان اچھا ہی

کوئی سنتا ہی نہین جب تو نتیجہ بیخود

ہم نے مانا ترا انداز بیان اچھا ہے

آرزوئین دید کی ملنے کے ارمان لیچلے — بے سر و سامان بہت کچھ ساز و سامان لیچلے

کچھ غم احباب کچھ داغ عزیزان لیچلے — ہم وطن سے بس یہ تحفے بس یہ سامان لیچلے

بتکدہ ہو یا حرم مسجد ہو یا دیر مغان — چلدیئے ہم تو جدہر کو اس کے ارمان لیچلے

خاک کرکے یا بہا کر ہم کو بزم یار مین — آہ سوزان پھینکدے یا چشم گریان لیچلے

کیون پریشانی نہو اس کو یہ کیون برہم نہو — تیرے سودائی سر زلف پریشان لیچلے

جان کھو کر حضرت زاہد خیال حور مین — نذر کرنے کیا متاع دین و ایمان لیچلے

لائے تھے دل کو مگر بے لوث عصیان لائے تھے — لیچلے اس کو مگر آلودہ دامان لیچلے

کیا جچے گا فتنۂ محشر بھلا ہم کو کہ ہم — اپنی آنکھون مین کسی کی چشم فتان لیچلے

چھوڑ کر پہلو کو دل بھی ہولیا تیرونکے ساتھ — میزبان کو بھی لگا کر ساتھ مہمان لیچلے

کوئے قاتل مجھکو جنت ہے یہ کیا کرتے ہین لوگ — کیون مری میت سوئے گنج شہیدان لیچلے

رخصتی مضمون لکھنے ہین تمھین بیخود اگر — کیون غزل کی سمت طبع گوہر افشان لیچلے

دلمین خاطر داری احباب نے گھر لیا — آنکھ مین تصویر جان بخش عزیزان لیچلے

یہ عنایت یہ کرم یہ لطف ایسی خاطرین — کیا کہین کس کس کا کیا کیا بار احسان لیچلے

الفتین دلداریان دلسوزیان دلگرمیان — لیچلے سب کے عزیزے ہم اور فراوان لیچلے

وحشت غربت جسمین اپنا تھا وطن کا سامزا — اب وہان بیچین رہنے کے بھی سامان لیچلے

الغرض بیخود سبھون کو حفظ حق مین سونپ کر — خود بھی اسکی ہی حفاظت کو نگہبان لیچلے

چلتے چلتے چیستان سی بھی سنا دیتے ہین ہم
درد پیدا کے سوا اک داغ پنہان لیچلے

یہ وعدے پر قیامت کے قسم کیون کھائی جاتی ہے
ہماری زندگی مین کیا قیامت آئی جاتی ہے

کہان جاتا ہون دل کا حال کہنے وائے نادانی
جہان عرضِ تمنا پر زبان کٹوائی جاتی ہے

دلِ بیتاب کی بیچینیان کیا ہین قیامت ہین
نگاہِ شوخ انکے سامنے شرمائی جاتی ہے

شبِ وعدہ وفائے عہد کی اُمید کیونکر ہو
کہ سامانِ طرب پر بیکسی سی چھائی جاتی ہے

تصور بھی کسیکا اپنے غم خانے مین کیون آئے
کہ اس سے بھی ہماری لذتِ تنہائی جاتی ہے

تمنائے وصالِ یار سے کیا ناکمین دم ہے
نہ دلمین رکھی جاتی ہے نہ لب پر لائی جاتی ہے

تمھین غیرون سے کچھ مطلب نہ اونکو کچھ غرض تمسے
پھر ان بیباک آنکھون مین حیا کیون آئی جاتی ہے

یہ بیچینی یہ بیتابی یہ تنہائی یہ بیخوابی
شبِ غم میری حالت دیکھکر گھبرائی جاتی ہے

ابھی تو مین بھی زندہ ہون میرا دل بھی سلامت ہی
ابھی سے کیون اُداسی شامِ غم پر چھائی جاتی ہے

کوئی دیکھے نہ دیکھے یہ غرورِ حُسن تو دیکھو
شبیہِ یار دلمین خود بخود اترائی جاتی ہے

سرِ محفل وہ دشمن کو نہ دیکھین شرم سے بیخود
ہمین اس شرم مین بھی اک شرارت پائی جاتی ہے

نازنین قاتل کو تشویشِ گرانجانی ہوئی
ہائے کیا مشکل مری مشکل کی آسانی ہوئی

بیوفاؤن سے وفا اس درجہ کرنی ہی تھی
واقعی چوکے ہین ہم سے ہی نادانی ہوئی

اک نگاہِ ناز کے بدلے کوئی لیتا نہین
الله الله جنس دلکی اب یہ ارزانی ہوئی

لب تک آتی ہی نہین دل سے نکلتی ہی نہین
آرزو بھی کیا گرفتا[illegible] نکی زندانی ہوئی

کاش سیرت انکی ہوتی انکی صورت کی طرح
دیکھی بھالی سمجھی بوجھی جانی پہچانی ہوئی

دہن مین جسوقت تک ہر بات اپنی بات ہی
جب لبون تک آ گئی سمجھو کہ بیگانی ہوئی

بلبے زیبائی کہ اک عالم مسخر ہو گیا
ہر انگوٹھی آپکی مُہرِ سلیمانی ہوئی

مین ہون محوِ دید دوری بھی حضوری ہے مجھے
میری چشمِ شوق کی کس سے نگہبانی ہوئی

صبح تک بیٹھے ہوئے کھایا کئے غیرونکا غم
بزمِ جانان مین ہماری طرفہ مہمانی ہوئی

دل نہ ٹھہریگا یہ ہون سوچے ہوئے سمجھے ہوئے
جان جائیگی یہ ہے جانی ہوئی مانی ہوئی

جَور سہہ سہکر تمھین مینے ستمگر کردیا
سچ ہے میری ہی طبیعت ظلم کی بانی ہوئی

دل لگا کر اُن سے آخر جان دیتے ہی بنی
دوستی بھی میرے حق مین دشمنِ جانی ہوئی

ہون تو دیوانہ تکلف سے مگر خالی نہین
خاک بھی سر پر وہ ڈالی ہے جو ہے چھانی ہوئی

بزمِ جانان تک گیا اُڑ کر ہوائے شوق مین
لاغری میری لئے تختِ سلیمانی ہوئی

حضرتِ **بیخود** نے آخر جان دیدی عشق مین
کیسے دانشمند سے کس چیز نادانی ہوئی

ابر ہے اور شبِ تنہائی ہے
رنج و اندوہ کی بن آئی ہے

دل کے جانے سے کچھ ایسا خوش ہون
کوئی جانے کوئی شے پائی ہے

کس طرح اونکو نہ دیکھون ناصح
آنکھ ہے آنکھ مین بینائی ہے

وصل مین ہائے یہ کہنا اون کا
سو رہو اب ہمین نیند آئی ہے

اسکو راحت پسِ مُردن بھی نہین
ہائے وہ دل جو تمنائی ہے

جان لیجائیگا جانا اُن کا
وہ نہین آئے ہمین موت آئی ہے

ناتوانی سے بنا ہون صابر
ضعف کا نام شکیبائی ہے

میرے دل کو بھی تو دیکھین آکر
جن کو وہ دعویِ یکتائی ہے

شرم یہ کس سے خیالِ رخِ یار
مین ہون بس مری تنہائی ہے

ناشناسا وہ بنین یا قسمت
جن سے مدت کی شناسائی ہے

اُنسے بیداد کا شکوہ بیخود
کہین شامت تو نہین آئی ہے

نالہ آئے بھی لبون تک اور ہو تاثیر بھی
اتنی جرات بھی مجھے ایسی مری تقدیر بھی

دیکھتا اُنکو تو کرتا وصل کی تدبیر بھی
آنکھہ ملجاتی تو لڑ جاتی میری تقدیر بھی

یہ حیا ہے یا ادا ہے یا کوئی طرزِ جفا
موُنھ چھپا لین وہ اگر دیکھین مری تصویر بھی

قہر ہے پھرنا کسی سے اُس نگاہِ ناز کا
آسمان بھی ہم سے ہے اب برگشتہ ہے تقدیر بھی

گو بُرا جانا مگر اچھون نے جانا تو مجھے
باعثِ شہرت ہوئی آخر مری تشہیر بھی

وہ عدو کے ساتھہ آتے ہین عیادت کیلئے
موت ہے میرے لئے اب موت کی تاخیر بھی

کل کئے وعدے پہ تھین ہم آج کیونکر چھوڑ دین
اس کو اب ضامن بھی ہے درکار اور تحریر بھی

فصلِ گل آتے ہی دیوانون نے لی جنگل کی راہ
آبلے بھی پاؤن کی رکھی رہے زنجیر بھی

حضرتِ بیخود اگر دیکھا ہے اُن کو خواب مین
خواب ہی مین دیکھ لینا خواب کی تعبیر بھی

آج بھی آپ اگر وعدۂ فردا کرتے
ہم بھی فریاد سے کل حشر ہی برپا کرتے

پہلے تم حضرتِ دل صبر تو پیدا کرتے
پھر اُنھین چاہتے پھر اُنکی تمنا کرتے

زیست سے تنگ ہون اور ہو گیا مرنا مشکل
میری پرسش ہی نکرتے تو وہ اچھا کرتے

آسمان کو تو یہ ضد ہے یہ جو مانگو وہ نپائے
کس طرح ہم ترے ملنے کی تمنا کرتے

چشمکِ برق ہے جو اوسکی نظر مین کیا خاک
جس نے دیکھا تجھے آنکھون سے اشارہ کرتے

کسکو تھی تابِ نظر دید کا مشتاق تھا کون
ہم نہوتے تو کسے محوِ تماشا کرتے

رنج و اندوہ کے خوگر ہین جفا کے عادی
ہم غمِ ہجر مین فریاد بھلا کیا کرتے

تم مسیحا بھی سہی رشکِ مسیحا بھی سہی
کوئی بیمار تو لیکن کبھی اچھا کرتے

کیا تماشا ہو اگر اُسکو خدا ملجائے
عمر گذری ہے جسے اک بت کی تمنا کرتے

اپنی صورت کی اُنھین قدر نہین ہے ورنہ
دیکھنے والے کو بھی قدر سے دیکھا کرتے

تمنے بیخود غزل اسطرح میں لکھ لی تو کیا
بات تو جب تھی کوئی بات بھی پیدا کرتے

کیا تجھے بھی ہے تمنا کوئی
یہ کہو تم تو کہے کیا کوئی

آہ و زاری ہو کہ فریاد و فغان
کچھ کسیکی نہین سنتا کوئی

نام سے جو ہو تمنا کے نفور
کیا کرے اُس کی تمنا کوئی

وہ اگر پردے سے باہر آتا
پھر اُسے دیکھ بھی سکتا کوئی

میرا دل ہو کہ عدو کی محفل
کہین تنہا نہین ملتا کوئی

رازِ الفت نہ چھپاؤن کیونکر
ڈر ہے ہو جائے نہ رسوا کوئی

سب وہ جمگھٹ تھے ہمارے دم تک
اب نہین محو تماشا کوئی

تم مسیحائی کا دعوی نکرو
کہین ہو جائے نہ اچھا کوئی

وعدۂ قتل نہ اقرار وصال
رہ کے امید پھر اب کیا کوئی

دور ہے چشم و لبِ میگون کا
کوئی بیمار ہے اچھا کوئی

مین ہون دیوانہ تو اچھا بیخود
مجکو چھیڑے نہ خدارا کوئی

رات کٹنے نہ دی جدائی کی
عمر نے کتنی بیوفائی کی

دوست ہو یا عدو ہو کوئی ہو
جسنے کی ہم سے بیوفائی کی

کوئے قاتل مین کھینچکر لایا
شوق نے خوب رہ نمائی کی

بیکے آئے ہین حضرتِ واعظ
پھر بھی لیتے ہین پارسائی کی

ہر کتنا عبث ہے او صیاد
مجکو حسرت نہین رہائی کی

ہین نمودار حشر کے آثار
صبح دیکھی شب جدائی کی

بیٹھ رہ بتکدہ مین تھک کر شیخ
خاک اوڑاتا ہے کیون خدائی کی

مضطرب کیون نہون کہ راحتِ وصل
ابتدا ہے غمِ جدائی کی

مار ڈالا تسلیون سے مجھے
دلدہی نے بھی دلربائی کی

المدد اے خیال جلوۂ یار
رات کٹتی نہین جدائی کی

تمنے رو رو کے حضرتِ بیخود
آبرو کھوئی آشنائی کی

نہ آئے راس اگر کچھ دوا نہین آتی
ہماری موت تو یہ ہی قضا نہین آتی

خدا کی شان وہ کہتے ہین ہم مسیحا ہین
جنھین ہمارے مرض کی دوا نہین آتی

یہ زندگی ہے نہین فرقت مین سو ہی میری
یہ جان آتی ہے مجھ مین قضا نہین آتی

عبث ہی شکوۂ تاثیر اور دلِ مضطر
یہ ضعف ہی کہ زبان تک دعا نہین آتی

مرا یہ حال کہ بے موت مر رہا ہون مین
انھین یہ رنج کہ اسکو قضا نہین آتی

نہ آئے وہ تو ہین انتظار تھا جن کا
یہ دیکھین موت بھی آتی ہی یا نہین آتی

یہ جان لے کہ مریجان لیے نہین سکتی
اگر قضا تجھے کوئی ادا نہین آتی

یہی جفا ہے کہ تم کو جفا کا شوق ہوئے
مگر ابھی تمھین طرزِ جفا نہین آتی

وہی فراق کا رونا ہی وصال کا شوق
ہمین تو بات کچھ اسکے سوا نہین آتی

زہے نصیب کہ ایسا گناہگار ہوں میں
کہ اُنکے ذہن میں میری سزا نہیں آتی

تمہارے ہجر میں بے موت مر گیا بیخود
غلط کہ وقت سے پہلے قضا نہیں آتی

جو مرے مدعی سے ملتا ہے
ہائے دل تو اُسی سے ملتا ہے

میری گردن سے خنجرِ بیداد
دیکھنا کس خوشی سے ملتا ہے

میں ہی ہوں قدردانِ جور و ستم
یہ مزہ بس مجھی سے ملتا ہے

جانتا ہے جسے عدو میرا
دوست میرا اُسی سے ملتا ہے

میری شامِ شبِ فراق کا رنگ
گور کی تیرگی سے ملتا ہے

ہوش والوں کو وہ ملا نہ ملے
جو ہمیں بیخودی سے ملتا ہے

یہ بھی ہے ایک دلبری کا ڈھنگ
یہ پتہ دلدہی سے ملتا ہے

میں تو ناآشنا ہوں عالم سے
تیرا دل بھی کسی سے ملتا ہے

شیوۂ دوستی حسینوں کا
ہو بہو دشمنی سے ملتا ہے

یوں نہیں ہم سے ملے کوئی اے کاش
جسطرح مدعی سے ملتا ہے

سچ ہے بیخود سے کیا ملے کوئی
آدمی آدمی سے ملتا ہے

ہمیں ہیں اُنکی شانِ دلربائی دیکھنے والے
ہمیں دیکھیں ہتو نکی خودنمائی دیکھنے والے

دو عالم سے جدا ہے تیرے خلوت دوست کا عالم
اسے بھی دیکھ او ساری خدائی دیکھنے والے

قفس مجھکو خزاں میں آشیانے سے زیادہ ہے
عبث کرتے ہیں تدبیرِ رہائی دیکھنے والے

خدائی میں کہیں مجھ سا کوئی ناشاد دیکھا ہے
خدا کو ماننے والے خدائی دیکھنے والے

سرِ محفل اشارون مین یہ کیا کہتے ہو دشمن سے
کرینگے بزم سے اٹھکر برائی دیکھنے والے

یہ او نا آشنا کیا خاک لطفِ آشنائی ہے
سین نا آشنائی آشنائی دیکھنے والے

کرینگے خوف کیا تاریکیٔ مرقد کا او واعظ
محبت مین شبِ تارِ جدائی دیکھنے والے

تسلی وعدۂ فردا سے ناحق دیکھے جاتے ہو
سحر تک جی چکے شامِ جدائی دیکھنے والے

زمانہ انکو کیا کہتا ہے شیوہ انکا کیسا ہے
خبر اپنی تو لین میری برائی دیکھنے والے

وہ لڑنا انکا مجھ سے اور پھر یہ کہہ کے من جانا
صفائی بھی مری دیکھین لڑائی دیکھنے والے

کوئی کان نکتہ چینون سے امید داد کیا رکھے
بھلائی کر نہین سکتے برائی دیکھنے والے

یہ ہو سکتا ہے کس سے یہ تمھین ہو حضرت بیخود
وفائین کرنے والے بیوفائی دیکھنے والے

اسیرِ حلقۂ زلفِ سیاہ کرکے مجھے
رہیگا میرا مقدر تباہ کرکے مجھے

یہ شوخیان کوئی دیکھے تو کیا الٰہی یارب
نگاہِ شوق سے دیکھین وہ آہ کرکے مجھے

ملا تو درد دیا تمنے دل مرا لیکر
ملا تو بس یہ ملا تم سے راہ کرکے مجھے

شراب پیکے بچا ہون ہزار عصیان سے
بڑا ثواب ہوا ہے گناہ کرکے مجھے

بتاؤن کیا کہ ستم کسکے یاد آتے ہین
نظر سوئے فلکِ کینہ خواہ کرکے مجھے

دکھائیں آپ نے آنکھین کہ ہر غلط یہ خیال
ہوئی اثر کی جو امید آہ کرکے مجھے

کچھ آگے عہدِ وفا کرکے تمنے شاد کیا
کچھ اب نہال کروگے نباہ کرکے مجھے

شبِ وصال مین وہ بیقراریان مری
وہ دیکھنا ترا نیچی نگاہ کرکے مجھے

مرے کلام کو سُن سُنکے حضرتِ بیخود
خجل کرو نہ بہت واہ واہ کرکے مجھے

جفا مین اسقدر کیون پے بہ پے بیداد یہ کیسی / محبت مین عداوت اور ستم ایجاد یہ کیسی

نگہ سے انکی گر گر اپنی نظرون مین نہین جچتے / ہوئی افتاد مین یارب نئی افتاد یہ کیسی

وفائے وعدہ مین حرفِ عدو کا عذر اور مجھ سے / نئی طرزِ ستم ظالم نے کی ایجاد یہ کیسی

مری فریاد کا اتنا تو ہوا نہ اثر یارب / کہ برہم ہو کے مجھ سے وہ کہین فریاد یہ کیسی

وفا کی داد جب مانگی تو کی بیداد ظالم نے / پھر اوس پر داد بھی چاہی کہ دی ہے داد یہ کیسی

خدا ہی اوس کو سنتا ہے نہ بت ہی اس سے ڈرتے ہین / عبث پھر اے دلِ نالان بتا فریاد یہ کیسی

حکایت وصلِ جانان کی شکایت دردِ ہجران کی / نئی باتین نئی عادت دلِ ناشاد یہ کیسی

گلہ ہے دل کے جانیکا نہ غم ہے موت آنیکا / وفا کو ہم تو روتے ہین ہوئی برباد یہ کیسی

خوشی کیا مرگِ دشمن کی اگر وہ سوگ مین بیٹھے / مجھے احباب دیتے ہین مبارکباد یہ کیسی

— / خدا کو بھول بیٹھے تم بتون کی یاد مین بیخود / —

— / ستم ہے بھول یہ کیسی غضب ہے یاد یہ کیسی / —

غیر ہین موردِ بیداد ہمارے ہوتے / یہ ستم اور ستم ایجاد ہمارے ہوتے

ہم ستاتے انھین یہ ہم سے وفائین کرتے / کاش عاشق یہ پریزاد ہمارے ہوتے

تھے ہمین روزِ ازل طالبِ رنجِ جاوید / کسکو ملتا دلِ ناشاد ہمارے ہوتے

دی قسم وصل مین اس بت کو خدا کی تو کہا / تجکو آتا ہے خدا یاد ہمارے ہوتے

کچھ نہ ملتا یہ کسیطرح ہمین مل جاتے / کچھ نہ ہوتا یہ پریزاد ہمارے ہوتے

مجھ سے فرقت مین یہ کہتا ہے تصور انکا / کیون یہ کیون نالہ و فریاد ہمارے ہوتے

اب ہمین کوئی خوشی بھی ہو تو غم ہوتا ہے / شاد ہو کیا دلِ ناشاد ہمارے ہوتے

— / ہمکو بیخود وہ اگر بھول گئے بھول گئے / —

کاش انداز وفا یاد ہمارے ہوتے

ہمین سے سنین وہ کہانی ہماری — خوشا ہم زہے خوش بیانی ہماری
کیا بر ملا رازِ دل خامشی نے — زبان بنگئی بے زبانی ہماری
اجل آ گئی یہ پلٹ کر نہ آئی — عجب بیوفا ہے جوانی ہماری
نگاہون مین ہے کوئی برقِ تجلی — نہین بے سبب لن ترانی ہماری
کرون کس طرح داغِ دل کا مداوا — وہ کہتے ہین یہ ہے نشانی ہماری
اجل بھی پریشان ہر قاتل بھی حیران — ذرا دیکھئے سخت جانی ہماری
نہ اٹھتے بنے بزمِ دشمن سے یارب — یہی کام دے ناتوانی ہماری
ہمین کو خبر ہے ہمین جانتے ہین — کٹی جس طرح زندگانی ہماری
نہ اسمین گلہ ہے نہ ذکرِ جفا ہے — سنو تو سہی تم کہانی ہماری
اگر طولِ شبہائے ہجران یہی ہے — تو ہے زندگی جاودانی ہماری

اب اس بیخودی کی بدولت ہے بیخود
ہمارا نشان بے نشانی ہماری

دردِ دل مین کمی نہ ہو جائے — دوستی دشمنی نہ ہو جائے
کہتے ہو کوئی ہم کو دل کیون دے — کہین سچ مچ یہی نہ ہو جائے
تم مری دوستی کا دم نہ بھرو — آسمان مدعی نہ ہو جائے
کج ادائی تری ادا ٹھہری — میری نیکی بدی نہ ہو جائے
بیٹھتا ہے ہمیشہ رندون مین — کہین زاہد ولی نہ ہو جائے
طالعِ بد وہان بھی ساتھ نہ دے — موت بھی زندگی نہ ہو جائے

حشر پر دید کیون اُٹھا رکھی
ہونے والی ابھی نہ ہو جائے

بھول جائین نہ وہ اپنی جفا
یہ ہوئی آن ہوئی نہ ہو جائے

کس مپرسی ہماری رنگ نہ لائے
بیکسی ناکسی نہ ہو جائے

اپنی خوئے وفا سے ڈرتا ہون
عاشقی بندگی نہ ہو جائے

کہین بیخود تمھاری خودداری
مانع بیخودی نہ ہو جائے

کیون دلبری مین باک محابا کرے کوئی
دعوے کرے کوئی نہ تقاضا کرے کوئی

ارمانِ وصل اُنسے عبث کیا کرے کوئی
وہ دیکھنے کی چیز ہین دیکھا کرے کوئی

کچھ جذب کچھ اثر ہو تو کچھ تو امید ہو
اے اضطرابِ شوق تجھے کیا کرے کوئی

جان بخشیان لبون کی مسلم مگر ذرا
اپنے مریضِ غم کو تو اچھا کرے کوئی

دل بھی ملا انھین کا طرفدار ہو گیا
کیا خاک اب کسی کا بھروسا کرے کوئی

کیون چھیڑے میری آبلہ پائی کا تذکرہ
جب تک زبانِ خار نہ پیدا کرے کوئی

دل دیکھ آنکو جانسے بیزار کیون ہوے
یہ راز وہ نہین جسے افشا کرے کوئی

برتاؤ وہ کہ دم مین کرین خونِ آرزو
ارمان یہ کہ میری تمنا کرے کوئی

اس شرمگین نگاہ سے کیا کچھ عیان نہین
کیون میری چشمِ شوق کو رسوا کرے کوئی

دو بھر ہے مجکو جان مگر جان ہی تو ہے
دو چار دن تو اوسکا تقاضا کرے کوئی

بیخود جب آٹھ پہر آپ مین نہ آئین
کچھ بات چیت آپ سے پھر کیا کرے کوئی

حسینونکی جدائی مین جو دل رنجور رہتا ہے
وہی وقفِ مسرت ہے وہی مسرور رہتا ہے

ہتون کا جلوۂ زیبا خدا کا نور رہتا ہے
تجلی سے دلِ ویران غرض معمور رہتا ہے

زمانہ جدتین اس بزم کی کیونکر اُڑائیگا
کہ جب دیکھو یہان اک نت نیا دستور رہتا ہے

وہ میرے گھر پہ آیا بھی اگر تو مین نے کیا پایا
جو میری آنکھ مین رہکر بھی دل سے دور رہتا ہے

قیامت تک حواس و ہوش سے اب اس کو مطلب کیا
یہ دل مخمور ہوتا ہے تو بس مخمور رہتا ہے

دکھائیگا بہارِ دشتِ ایمن وادیِ غربت
اگر ظلمت کدہ دن رات رشکِ طور رہتا ہے

بھلائی سے تو کیا ہوگا مگر یہ بھی غنیمت ہے
سنا ہے کچھ ہمارا اب وہان مذکور رہتا ہے

فقط زاہد ہی کو پایا جہان مین زہد پر غرہ
تہی ہے سر جھکانے پر بھی جو مغرور رہتا ہے

کوئی مانے نہ مانے اس سے کچھ مطلب نہین لیکن
مرے دلمین بھی پنہان نعرۂ منصور رہتا ہے

اوٹھانا زیبا مَین ہی پابندِ محبت ہون
رہینِ معنیِ بے حاصل یہی مزدور رہتا ہے

کسی کی یاد مین جو اپنی ہستی کو بھلا بیٹھے
وہی گمنام ہو کر دہر مین مشہور رہتا ہے

خدا کے گھر مین بھی اس ہی پہ چرچے حضرتِ واعظ
کوئی اس طرح سرمستِ خیالِ حور رہتا ہے

لبِ ازمردن بھی چشمِ شوق وقفِ اشکباری ہے
قیامت تک ہر اک بس اک یہی ناسور رہتا ہے

عبث ہین بوالہوس اس بزم مین مصروفِ نظارہ
جہان اہلِ نظر کا امتحان منظور رہتا ہے

مئے کوثر کے چھینٹون نے کیا اس درجہ خود رفتہ
کہ زاہد بے پیے بھی نشہ مین اب چور رہتا ہے

تری رحمت کے صدقے تیری غفاری کے مین قربان
خطائین کرکے بھی بندہ ترا ماجور رہتا ہے

وطن جانے کی دل سے آس مٹ جاتی ہے
مسافر یون تو گھر سے مدتون تک دور رہتا ہے

بشر ہر امر مین مختار بھی مشہور ہے لیکن
یہی ادنی سے ادنی کام مین مجبور رہتا ہے

کہان وہ شعر گوئی بذلہ سنجی اور کہان بیخود
ضعیفی اور بے کس آ لگے دن رنجور رہتا ہے

جس خدا نے اے مری جان تمکو یہ صورت دی ہے
ایسی صورت ہے اسی نے مجھے الفت دی ہے

دل دیا درد دیا درد مین لذت دی ہے
میرے اللہ نے کیا کیا مجھے دولت دی ہے

اک زمانہ مجھے بے نام و نشان کہتا ہے
میری گمنامیون نے بھی مجھے شہرت دی ہے

کیون نہ پیارا ہو مجھے داغ جدائی دل کا
کہ نشانی یہی اسنے دمِ رخصت دی ہے

ہوش مین آئے تو کیا جانے یہ کیا ہو جاتے
اس نے کچھ سوچ کے سب جھلکے انسان کو غفلت دی ہے

جانتے جان مگر جور کا شکوہ نہ کرے
یہ بھلا غیر کو اللہ نے ہمت دی ہے

پند گو دید بتان کفر نہ مجھے کیونکر
نہ بصارت اسے دی ہے نہ بصیرت دی ہے

دل مین اترائے ہین کیون شوخ نگاہی پہ آپ
مجھکو بھی ایسی ہی شوخ اسنے طبیعت دی ہے

اب خدا ہے اجائے تو اسکا کبھی ہم نام نہ لین
فکر راحت نے اذیت سی اذیت دی ہے

ہان ذرا پھر نگہ شرم سے جھپکی لینا
ہان مجھے بیخودی شوق نے مہلت دی ہے

ایک دل کھو کے ملا ہے مجھے کیا کیا بیخود
ایک تکلیف نے کیا کیا مجھے راحت دی ہے

دل نا فہم پھر اک آشنا دشمن پہ مائل ہے
یہ اپنا آپ دشمن ہے یہ اپنا آپ قاتل ہے

محیطِ غم ہے گردابِ بلا اور مراد دل ہے
نہ کشتی ہے نہ تختہ ہے نہ لنگر ہے نہ ساحل ہے

سراپا اپنا وقفِ ناوک و شمشیر قاتل ہے
کسیکے واسطے سر ہے کسیکے واسطے دل ہے

سکونِ دل وصالِ یار کب مجھکو حاصل ہے
وہی مین ہون وہی دل ہے وہی بیتابی دل ہے

مجھے کیونکر دل سی پیارا ہو ہین یہ داغِ ناکامی
یہی تو بس ہماری سعی بیجا کا حاصل ہے

یہ صورت آفرینی ہے فقط تیری تصور کی
کہین صحرا مین مجنون ورنہ لیلی ہے نہ محمل ہے

رہِ الفت بتا کر رہنما رہزن نہ بنجائے
یہی خطرہ ہے کھٹکا ہے منزل بمنزل ہے

مزے سے پاؤن پھیلائے ہوئے سکھ نیند سوتے ہین
ہمارے حق مین یہ کنجِ لحد بھی عیش منزل ہے

جھکے دم بھر نہ چشمِ جنگجو کہنے کی باتین ہین
کبھی دشمن سے لڑائی ہے کبھی مجھسے مقابل ہے

خدا کے حکم کی تابع اجل ہے منحصر اس پر
مری مشکل کی آسانی نہ آسان ہے نہ مشکل ہے

تمھین تھک جاؤ گے باز آؤ گے پچھتاؤ گے آخر
جفا سے ہم کرین ترکِ وفا یہ زعمِ باطل ہے

یہ در تک چل نہین سکتے وہ لب تک آ نہین سکتا
اسیرونکا ترے نالہ بھی پابندِ سلاسل ہے

وہی مین ہون وہی دل ہے مگر اللہ رے مایوسی
کوئی دیکھے تو یہ سمجھے نہ مین وہ ہون نہ وہ دل ہے

مرا مرنا نہین ہے زندگی ہے حضرتِ بیخود
کہ جو میرا مسیحا ہے وہی تو میرا قاتل ہے

خاکِ در [illegible] نظر آئی
رخصت ہو تہیدستی اکسیر نظر آئی

تحریر مین جب اوسکی تقریر نظر آئی
شوخی کی شرارت کی تصویر نظر آئی

ابرو کا تصور تھا شمشیر نظر آئی
گیسو کا خیال آیا زنجیر نظر آئی

یہان فصلِ بہاران کو تقریبِ خزان دیکھا
تمہید خرابی کی تعمیر نظر آئی

ہم اپنے ہی ہاتھون سے جان اپنی گنوا بیٹھے
جب موت کے آنے مین تاخیر نظر آئی

موت آگئی حسرت مین وصلِ بتِ بدخو کی
یہان خواب سے پہلے ہی تعبیر نظر آئی

مانی کا مرقع تھی محفل بھی حسینون کی
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

انصاف طلب کرنے کی جتنی ہمین عجلت تھی
اتنی ہی قیامت مین تاخیر نظر آئی

سنگِ درِ جانان پہ کی ناصیہ فرسائی
اتنی کہ مقدر کی تحریر نظر آئی

مین محوِ تجلی ہون مجھکو تو زمانے مین
ہر شکل مین تیری ہی تنویر نظر آئی

کچھ اور نہ بڑھ جائے میعاد اسیری کی
کیون مجکو رہائی کی تدبیر نظر آئی

کچھ اپنا اثر بیخود اب صبر دکھائے گا
کچھ گریۂ پیہم کی تاثیر نظر آئی

مقتل مین بسملون کا تڑپنا تو دیکھئے
یہ سیر یہ مزہ یہ تماشا تو دیکھئے

آجائے دل تو صبر کرے کسطرح کوئی
اتنا تو دل مین سوچئے اتنا تو دیکھئے

بدنام ہی سہی مین بدانجام ہی سہی
پہونچا ہے آپ تک مرا شہرہ تو دیکھئے

یہ قہر کی نگاہ قیامت کی چشمگین
مین دیکھتا ہون میرا کلیجا تو دیکھئے

چاہت گناہ حضرتِ ناصح مگر ذرا
وہ چشم مست وہ رخ زیبا تو دیکھئے

زنجیر پا کو چومتے ہین جھوم جھوم کر
سودائیان زلف کا سودا تو دیکھئے

پھر دیجئیگا طعنۂ کم ہمتی مجھے
اپنی نگاہ حوصلہ فرسا تو دیکھئے

پردہ یہ اسلئے ہے کہ دیکھے کوئی ہمین
یہ شرم یہ حجاب یہ پردا تو دیکھئے

مین جان بلب ہون میری تمنا نہ پوچھئے
لیکن مرا مآلِ تمنا تو دیکھئے

آشوب دہر فتنۂ محشر جلو مین ہے
طرز خرام و قامت رعنا تو دیکھئے

تعجیل جان دینے مین بیخود نہ کیجئے
انجام کار وعدۂ فردا تو دیکھئے

آکر وہ میری قبر پر آنسو بہا گئے
یون اپنے مٹنے والے کا شکوہ مٹا گئے

یہ کہہ کے اپنا حال وہ مجکو سنا گئے
افسوس تم رقیب کے فقرون مین آگئے

الفت مین بنہ سکی ہین کہین ضد انکی
وہ اکبار آئے تو ہم بار ہا گئے

اچھا سلوک دیدۂ و دل نے کیا یہ واہ
ململ کر اُس سے خاک مین مجکو ملا گئے

ہے دلسے دل کو راہ زمانے مین واقعی
وہ میرے دل کا بھید نگاہون سے پا گئے

دم ناک مین ہے ناصح و واعظ کی ہاتھ سے
کمبخت دونون لیکے مرے کان کھا گئے

کیا مدعا یہ ہی کہ یہ فرقت مین نیند کیا
کیون آکے خواب مین مجھے صورت دکھا گئے

لب تک بھی اب تو انکی رسائی محال ہے
وہ زور شور نالہ و آہ رسا گئے

پرسش کہان کی کیسی عیادت ادھر وہ آج
باتین بنانے آئے تھے باتین بنا گئے

اللہ رے اسکا ظرف یہ اللہ ری وسعتین
دونون جہان کے غم مرے دل مین سما گئے

چھپتا ہے دلکا چور چھپائے سے کب بھلا
بیخود کو دیکھتے ہی وہ آنکھین چرا گئے

جب رہا تیر نظر ہوتا ہے
دل مرا سینہ سپر ہوتا ہے

کبھی یہ دل ہے بتون کا مسکن
کبھی اللہ کا گھر ہوتا ہے

صبر فرقت مین دل افگار سے
نہین ہوتا ہے مگر ہوتا ہے

میکدے مین بھی جناب واعظ
اب تو حضرت کا گذر ہوتا ہے

آگ دوزخ کی بجھی جاتی ہے
خشک کب دامن تر ہوتا ہے

جب نکلتا ہے مرے دل کا غبار
آسمان خاک بسر ہوتا ہے

ہجر مین روز قیامت سے فزون
مجھکو ایک ایک پہر ہوتا ہے

اے بتو اس کو نہ ویران کرو
دل مین اللہ کا گھر ہوتا ہے

خوش نہ ہو عید کے دن کیون واعظ
رمضان شہر بدر ہوتا ہے

جان کا ڈر نہین مجھکو بیخود
کوئی ایسا بھی نڈر ہوتا ہے

تیرہ روزی کی بدولت یہ نئی بات ہوئی
صبح ہونے بھی نہ پائی تھی کہ پھر رات ہوئی

سر کے بل آئینگے وہ فاتحہ خوانی کے لئے
کچھ بھی گر اُنکے شہیدوں مین کرامات ہوئی

زاہد خشک کی صحبت اسے کیون راس آئی
دختر رز بھی مگر تارک لذات ہوئی

غیر کے ساتھ وہ آئے ہین عیادت کیلئے
واہ کیا خوب تغافل کی مکافات ہوئی

مین جو کہتا ہون کہ ہو ہم تمھین دل دیتے ہین
کہتے ہین دل نہوا کیا کوئی سوغات ہوئی

غیر تو غیر ہمین دولت دیدار ملی
آج کس وجہ سے یہ خیر یہ خیرات ہوئی

بے پئے مست ہین تسنیم کی دھن ہے سب کو
مجلس وعظ بھی اب بزم خرابات ہوئی

دل نے چاہا انھین کم بخت یہ مضطر ہو تو ہو
جان ناشاد عبث مورد آفات ہوئی

ایک دن مین نہوا میرے گناہونکا حساب
اسلئے میری قیامت بھی بدفعات ہوئی

نظر آتی نہین کیون آہ سحر کی تاثیر
یہ بھی کیا حضرت زاہد کی مناجات ہوئی

بے رحمی کم سخنی کج نگہی طعنہ زنی
بزم جانان مین ہماری یہ مدارات ہوئی

دیکھ اے شیخ حرم پیر مغان کی درگاہ
مے پرستونکے لئے قبلۂ حاجات ہوئی

بیخودی سے مری نفرت نہین انکو بیخود
خود پسندی ہی سبب ترک ملاقات ہوئی

غلط غلط کہ وہ شکوون سے مہربان ہوئے
مرے گمان مین تو اور بدگمان ہوئے

بری بلا ہین یہ محرومیان مقدر کی
وہ میرے شوق شہادت سے بدگمان ہوئے

وفا شعار ہون مین مجکو آپکا شکوہ کیا
نہ مہربان ہوئے تو نہ مہربان ہوئے

یہ مین کہ صاحب دل ہو کے خود ہی بیدل ہون
وہ تم کہ دشمن جان ہو کے سب کی جان ہوئے

وفا کے نام سے نفرت ہے آپ کو بہتر
بشر ہین ہم بھی ہمارے بھی آج کان ہوئے

زمین کوچۂ جانان کی رفعتین دیکھین
پکارتے ہین یہ ذرے ہم آسمان ہوئے

وفا کے ساتھہ جفا بھی کرم کے ساتھہ ستم
طرح طرح سے ہمارے تو امتحان ہوئے

زہے وہ آنکھہ کہ جس آنکھہ مین ہے گھر انکا
خوشا وہ دل کہ وہ جس دلمین میہمان ہوئے

کچھہ اس طرح مجھے دیکھا عدو کی محفل مین
گمان جن کا نتھا مجکو وہ گمان ہوئے

ستم شعار ہین وہ اور تو ستم ایجاد
ستم مین کب ترے ہمرتبہ آسمان ہوئے

ستم بتون نے ہزارون کئے مگر بیخود
خدا کے سامنے ہمسے وہ کب بیان ہوئے

فلک ہے اب مرا دشمن تو کل زمین ہوگی
نجات غم سے پس از مرگ بھی نہین ہوگی

بتو نکے ناز بتون کی ادا کہان واعظ
بہت ہوئی تو تری حور کچھہ حسین ہوگی

وہ ایک بات پہ قایم ہون لے معاذ اللہ
ابھی ابھی یہی ہان ہان نہین نہین ہوگی

بہشت و خلد کی دھومین بہت ہین دنیا مین
وہان بھی کیا ترے کوچہ کی سرزمین ہوگی

خدا کے قہر سے دوزخ پناہ مانگیگا
شرر فشان جو مری آہ آتشین ہوگی

قلق ہے چاک گریبان کا بند گو تجکو
بڑھا یہ ہاتھہ تو دامن آستین ہوگی

اسے تو ہجر کی شب ہوگی صبح محشر بھی
نظر مین جسکی تری زلف عنبرین ہوگی

شباب آنے دو پھر تم کو ہم دکھا دینگے
بلا کی شوخ یہی چشم شرمگین ہوگی

جسے نصیب ہوا سجدہ در جانان
تمام خلق کی مسجود وہ جبین ہوگی

وفا شعار سزا کو جزا سمجھتے ہین
ہمین تو آپکی نفرین بھی آفرین ہوگی

پسند کیون نہو انکو مری غزل بیخود
جو دل سے نکلیگی بیشک وہ دل نشین ہوگی

ہمیشہ محو ثناے ابو تراب رہے
زبان وہی ہے بشر جس سے کامیاب رہے

کلیم تمکو اگر دیکھنے کی تاب رہے
ہمیشہ برق تجلی تو بیحجاب رہے

جفا مین لطف رہے لطف مین عتاب رہے
تمام عمر خرابات مین خراب رہے
حرم سے دور رہے ہم صنمکدے سے نفور
اگر درستی عقبےٰ کا شیخ کو ہے خیال
خیال مین بھی نہ آؤ اگر تو بہتر ہے
وہ آفتاب ہے جو بادلون مین چھپ جائے
اگر وہ بس مین نہ آئے تو دل تو ٹھہر یگا
جو آپ پی تو پلائی ہے محتسب کو بھی
اگر کچھ اس سے سوا کسب نور کرنا ہو
ہماری چشم تصور کا معجزہ دیکھا
اداس خلد مین ہے ترکِ شغل سے ناصح
یہ مین کہ تیرے تصور کا محوِ نظارہ
غمِ بہشت مین دوزخ ہے شیخ کو دنیا
موازنہ ہو گناہون کا حسرتون سے بھی
اگر نہین مے و معشوق تذکرہ ہی سہی
یہ مستِ خواب تری آنکھ دیکھکر ظالم
نگاہِ شرم مین کچھ رنگ انفعال بھی ہو
کرم کئے ہی بنیگی وصال مین ہم پر
ادا ادا مین وہان رنگِ کج ادائی ہے

گره

ترے ستم بھی تری طرح لاجواب رہے
یہ رند پھر بھی مگر مغفرت مآب رہے
تمام عمر خرابات مین خراب رہے
تمام عمر خرابات مین خراب رہے
حجاب کرتے ہو ہم سے تو یون حجاب رہے
نقاب ڈال کے بھی تم تو بے نقاب رہے
دعا یہ ہے کہ زمانیکو انقلاب رہے
گناہ کر کے بھی ہم داخلِ ثواب رہے
تو کوے یار کے ذرون مین آفتاب رہے
یہین سے ہم تری محفل مین باریاب رہے
یہان بھی کاش یہ بس وقفِ احتساب رہے
وہ تو جسے مری تصویر سے حجاب رہے
زہے ثواب جو یون جان کا عذاب رہے
بڑا مزہ ہو جو محشر مین یون حساب رہے
الٰہی حشر مین برسون مرا حساب رہے
وہ آنکھ ہی نہین جو آشنائے خواب رہے
وہ کسکے چشم تصور مین بیحجاب رہے
خطا معاف. بہت بر سرِ عتاب رہے
سکون سکون مین یہان شانِ اضطراب رہے

فدائے دشتِ جنون کون ہے یہی بیخود
یہان رہے تو یہی خانمان خراب ہے

تذکرے وصل مین کب دردِ جدائی کے ہوئے
رنگ کیون صلح مین پیدا یہ لڑائی کے ہوئے

خضر در پے تو وہان میری رسائی کے ہوئے
حوصلے پست مگر راہ نمائی کے ہوئے

ہم گم گشتون کی محنت بھی ٹھکانے لگتی
گم رہی مین نہ اگر راہ نمائی کے ہوئے

سنگِ در ہو گئے تبدیل نگہبان موقوف
دو اثر ایک مری ناصیہ سائی کے ہوئے

منہ کے جاتے ہی یہ آنکھون مین اندھیرا چھایا
صبح پر مجھکو گمان شامِ جدائی کے ہوئے

قفسِ تنگ سے میری تو رہائی معلوم
قید دل مین مرے ارمان رہائی کے ہوئے

میری نظرون مین بسی اُسکی تجلی ایسی
منہ چھپایا تو گمان جلوہ نمائی کے ہوئے

ہو گیا کوچۂ جانان سے نکلنا دشوار
دل سے ممنون ہم اس آبلہ پائی کے ہوئے

تو تصور مین بھی بے پردہ نہ آیا لیکن
شہرے عالم مین تری جلوہ نمائی کے ہوئے

نشۂ حسن سے مدہوش ہین متوالے ہین
ہوش کس طرح انھین ہوش ربائی کے ہوئے

کسکی فریاد رسی حرف تسلی کیسا
آئے شکوے گلے ناشنوائی کے ہوئے

کب کھلی ناخنِ تدبیر سے رنجش کی گرہ
دل یہ دعوے تجھے کیون عقدہ کشائی کے ہوئے

کوئی حالت ترے غم مین نہ ہمین راس آئی
نہ اسیری کے ہوئے ہم نہ رہائی کے ہوئے

کس گنہگارِ محبت کی خطائین بخشین
اے بتو کیون تمھین پندار خدائی کے ہوئے

الٹین بخشش کی کوشش بھی ہوئی کیا بیکار
کیون خجل روکنے والے مری آئی کے ہوئے

بزمِ دشمن سے مرے گھر تمھین آتے ہی بنی
اتنے قائل مرے نالون کی رسائی کے ہوئے

خواستگار اپنا خدائی کو جو دیکھا بیخود

بُت بھی دنیا مین طلبگار خدائی کے ہوئے

شعلہ افگن آہِ آتش بار ہو کر رہ گئی
دل جلونکی گرمیِ بازار ہو کر رہ گئی

چشم دل محوِ جمالِ یار ہو کر رہ گئی
یادگارِ دید بھی دیدار ہو کر رہ گئی

اُسنے پرسش کی لبِ جان بخش سے ننے جی اُٹھا
آج پھر تربت مری بیمار ہو کر رہ گئی

کس سے آنکھین لڑ گئین کسپر نگاہین گڑ گئین
نرگسِ بیمار کیون بیمار ہو کر رہ گئی

حسرتِ دیدارِ جانان دیکھ کیا اندھیر ہے
کیون نظر کے سامنے دیوار ہو کر رہ گئی

رحمتِ باری کی زاہد ہے تجھے کیون جستجو
وہ تو بس رندونکی جانب دار ہو کر رہ گئی

حالِ دل کہنے کو خاموشی بیان بن جائیگی
گو نقاہت سے زبان بیکار ہو کر رہ گئی

یادِ مژگان ہے سینے مین کھٹکنے کیلئے
پھانس ہو کر چبھ گئی ہے خار ہو کر رہ گئی

کیا جیے گر اِس طرح فرقت مین مر کے جیے
کیا رہی گر زندگی دشوار ہو کر رہ گئی

لے دلِ آزار کش ابتو بر آئی آرزو
حسرتِ آزار خود آزار ہو کر رہ گئی

اے فلک سامانِ لطفِ زیست جب جاتے رہے
زیست کیون میرے گلے کا ہار ہو کر رہ گئی

ہائے دل بیر اکہ جسمین آرزوے وصل یار
شوق بنکر آئی تھی آزار ہو کر رہ گئی

میری چشمِ شوق بیخودِ انتظارِ یار مین
مدعی کا طالعِ بیدار ہو کر رہ گئی

یہ جانتا ہون نہین جان جا کے آنے کی
مگر خوشی سی خوشی ہے قضا کے آنے کی

یقین اور دلِ مضطرب کی باتون پر
امید اور بتِ بیوفا کے آنے کی

اثر دعا کا نہ ہو زہر کی تو ہو تاثیر
کوئی سبیل تو نکلے قضا کے آنے کی

یہ عشقِ زلفِ مسلسل نہین دلِ نادان
یہ ابتدا ہے بلا پر بلا کے آنے کی

ہجوم رحمتِ باری ہے میگساروں پر
روش یہ ورنہ کبھی تھی گھٹا کے آنیکی

ازل سے دھوم ہے آمد کی نہیں چکتا
کسے امید ہو روزِ جزا کے آنیکی

گراں ہے زیست تو بے موت کیوں نہ مر رہیئے
دعائیں مانگینگے کبتک قضا کے آنیکی

یہ شوخیاں ہیں ان آنکھوں کی ورنہ خلوت میں
نہ تھی کچھ ایسی ضرورت حیا کے آنیکی

خدا کا گھر نہیں اس بت کا گھر مگر واعظ
کوئی تو وجہ ہے خلقِ خدا کے آنیکی

اثر کا ذکر تو کیا تم بھی دوڑے آؤ گے
فقط ہے دیر زباں تک دعا کے آنیکی

ہمارا گریۂ پیہم ہنسی نہیں بیخود
کہ ابتدا ہے یہ سیلِ فنا کے آنیکی

وقفِ تعب جانِ زار دیکھئے کبتک رہے
بر میں دلِ بیقرار دیکھئے کبتک رہے

ہم سے پھری چشمِ یار دیکھئے کبتک رہے
گردشِ لیل و نہار دیکھئے کبتک رہے

جرم ہیں بے حساب سہو و خطا لاتعد
پرسشِ روزِ شمار دیکھئے کبتک رہے

شیب میں وضعِ شباب دیکھئے کبتک نبھے
فصلِ خزاں کی بہار دیکھئے کبتک رہے

تمنے جو پردہ کیا تم تو نظر سے چھپے
رازِ نہاں آشکار دیکھئے کبتک رہے

حشر کا اقرار بھی آج غلط ہو گیا
اب خلشِ انتظار دیکھئے کبتک رہے

کم نہیں ہوتا خدا وحشتِ دل کا ہجوم
وحشتِ جنوں کی بہار دیکھئے کبتک رہے

دھوکھے میں بابی کے مے پی تو گیا پند گو
ہوش میں یہ ہوشیار دیکھئے کبتک رہے

خون جو دل میں تھا آنسوؤں میں بہہ گیا
دیدۂ خونابہ بار دیکھئے کبتک رہے

مہرِ قیامت چھپا حشر کا دن ہو چکا
داغِ جنوں شعلہ بار دیکھئے کبتک رہے

وصل ہو بیخود کہ ہجر ہے تجھے وحشت وہی

یہ ترے سر پر سوار دیکھیئے کبتک ہے

زمانے پر نہ قابو کبھی چلا نہ چلے / ادھر ہی پھر نہ چلیں ہم جدھر زمانہ چلے
وُہ خضر راہ ہے میرا جو راہ گم کردے / وُہ گمشدہ ہوں کہ جسکا کہیں پتا نہ چلے
خبر لے اپنے اسیروں کی ورنہ او صیاد / قفس کو توڑ کے یہ سُوئے آشیانہ چلے
وہ ہاتھ ہیں جو نہ اُٹھیں کبھی دُعا کیلیئے / زباں وُہ ہے جو دمِ عرضِ مُدعا نہ چلے
کسیکو چین فلک سے کبھی ملا نہ ملے / کسیکا بس ستم ایجاد پر چلا نہ چلے
وُہ زیست زیست ہے مر مر کے جو گذرتی ہو / وُہ درد درد ہے جسپر کوئی دوا نہ چلے
یہ شوق اور یہ محرومیاں معاذاللہ / کہ ہم جدھر ہیں اُدھر کی وہاں ہوا نہ چلے
بلا ہے دردِ محبت خدا خدا کر کے / دُعا یہ ہے کہ اب اسپر کوئی دوا نہ چلے

اگر ہے منزلِ مقصد کی جستجو بیخود
وُہ چال چل کہ ترے ساتھ رہنما نہ چلے

جان کو لیکر جوانی جائیگی / یہ گئی تو زندگانی جائیگی
بات اُنکی کس سے مانی جائیگی / کس سے مرجانیکی ٹھانی جائیگی
میں نہیں تو اُنکے بزمِ ناز تک / ایک دن میری کہانی جائیگی
وصل میں کہتی ہیں اُنکی شوخیاں / ماننے کی بھی نہ مانی جائیگی
طالبِ دیدار اب کوئی نہیں / اب کسی کی لن ترانی جائیگی
آنیوالی موت آئیگی ضرور / جانے والی زندگانی جائیگی
سر ہتھیلی پر لیئے پھرتے ہیں ہم / اب تو اُنکی سرگرانی جائیگی
اے دلِ گم گشتہ اب تیرے لیئے / خاک تو ہم سے نہ چھانی جائیگی

بٹ چکا داغِ جُدائی جیتے جی
ساتھ دل کے یہ نشانی جائیگی

سخت جاں ہوں لو نہ میرا امتحاں
ورنہ خنجر کی روانی جائیگی

میں نہ جا سکتا تھا جیتے جی جہاں
کیا وہاں میری سُنائی جائیگی

ہوتے ہوتے صاف ہوگا کینہ ور
جاتے جاتے بدگمانی جائیگی

جاں کیوں کھوتے ہو بیخود ہجر میں
رائگاں یہ جانفشانی جائیگی

نہ پوچھئے ترے دلمیں خیال کسکا ہے
یہ دیکھئے کہ یہ دلکش جمال کس کا ہے

بجز مرے تری اُلفت میں او وفا دشمن
یہ حال کس کا ہوا تھا یہ حال کس کا ہے

عطا کے شوق میں کرتا ہوں میں خطا یہ خطا
مرے سوا کرمِ ذوالجلال کس کا ہے

یہ کیوں بخلافِ مسیحا دمی حسینوں کو
غمِ فراق میں جینا محال کس کا ہے

پھنسا ہے کون مری طرح اسکے پھندے میں
اسیرِ زلفِ دوتا بال بال کس کا ہے

خدا کی شان تو دیکھو وہ کہتے ہیں ہمپر
بتا تو کچھ تجھے احتمال کس کا ہے

بیاں تو ہم اثر خاموشی ہمارا تھا
سکوت ہم روشِ عرضِ حال کس کا ہے

زمانہ شاد ہے بیخود تری تباہی سے
مری زوال میں پنہاں کمال کس کا ہے

مخمس

تضمین غزل نعتیہ مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب رضا زید مجدہم بریلوی

ہاتھ رکتا ہی نہیں دینے میں حاشا تیرا
اے خوشا وہ جو ہے دروازے کا منگتا تیرا
بیکراں بخشش ہے بیحد ہے خزانا تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

کوئی ثانی ہے نہ ہمسر ہے نہ ہمتا تیرا
طعنہ زن قلزم و جیحوں پہ ہے قطرا تیرا
روکش خلد ہے رعنائی میں کوچا تیرا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

ہمسے لاعلم و لاعلم تنا کیا جانیں
جو زمیں پر ہیں وہ اسرار سما کیا جانیں
مرتبہ جو تجھے خالق نے دیا کیا جانیں
فرش والے تری شوکت کو بھلا کیا جانیں
خسروا عرش پہ اوڑتا ہے پھریرا تیرا

بہرہ ور خوان عنایت سے تیرے ہر انساں
عام ہے تیرا کرم عام ہے تیرا احساں
خرمن فیض سے ہیں زلہ ربا سب حیواں
آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

اسمیں کچھ شک نہیں شاہا کہ ہو مالک کے حبیب
فرق کیا تفرقہ کیسا کہ ہو مالک کے حبیب
یہ تمھارا ہی ہے رتبہ کہ ہو مالک کے حبیب
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

۹۰

جو ترے نورِ مبارک کا تجلا دیکھیں
آنکھ بھر کر وہ کسے اے مرے مولا دیکھیں
کیا بھلا شمس و قمر کا وہ چمکنا دیکھیں
تیرے قدمو نمیں جو ہیں غیر کا مونھ کیا دیکھیں
کون نظروں میں نجچے دیکھ کے جلوا تیرا

اے شہنشاہ رسل اے شرفِ آلِ مناف
ہے ترا عفو عیاں قاف سے لیکر تا قاف
ہو سکیں کیا تری بخشش کے کسی سے اوصاف
تو جو عالم سے چھپا کرتے ہیں بہاں اُسکے خلاف
تیرے دامن میں چھپا چور انوکھا تیرا

تو نے اے رحمتِ عالم مجھے کیا کیا نہ دیا
کون سا لطف و کرم حال پہ میرے نہ کیا
تیرے پالے میں پلا تیرے چلائے میں چلا
تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کہیں پھرتا ہے عطیا تیرا

تیرا کوچہ جو مجھے ملجائے تو جنت کیا ہے
پرسشِ روزِ جزا کی مجھے دہشت کیا ہے
خاکِ پا گر تری ہاتھ آئے تو دولت کیا ہے
تیرے آگے مرے عصیانکی حقیقت کیا ہے
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

نیک کاموں کی گنہ سے کبھی فرصت نہ ہوئی
حق کی طاعت نہ ہوئی تیری اطاعت نہ ہوئی
مائلِ صحبتِ ابرار طبیعت نہ ہوئی
مفت پالا تھا کسی کام کی عادت نہ ہوئی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکمّا تیرا

نفس و شیطاں سے بہت عاجز و ناچار ہوں میں
بیکس و بے پر و بے مونس و بے یار ہوں میں
فکرِ دنیا میں شب و روز گرفتار ہوں میں
خوار و بدکار و خطادار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

گو مرے جرم و گنہ عفو کے قابل نہ رہے
بڑھ گئے گو مرے افعال قبیحہ حد سے

گر اے ابر کرم رحمت و رافت والے
تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کا دھلے
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

جوش پر آئے جو مولا ترا الطافِ وسیع
لاش ہو بیخود مداح کی اور ارض بقیع
اور اسی آس پہ اے مرجع حاجات جمیع
تیری سرکار میں لایا ہے رضا اسکو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

ولہ ایضاً فی المنقبت

غوث اعظم کسے معلوم ہی رتبہ تیرا
رحمت و ظل الٰہی ہے سراپا تیرا
سر حق بھید زمانے پہ کہلے کیا تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہی کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

تو ہے وہ شاہ کہ ہر شاہ ہے بردا تیرا
تو ہے وہ شیخ کہ ہر شیخ ہی بندا تیرا
تو ہے وہ قطب کہ ہر قطب ہے چیلا تیرا
تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہی شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

ظل حق دیکھ لیا سایۂ طوبےٰ دیکھا
جس سے غش آتے ہیں لوگوں کو وہ جلوہ دیکھا
جو نہ دیکھا تھا کسی نے نہ سنا تھا دیکھا
مصطفےٰ کے تن بے سایہ کا سایا دیکھا
جسنے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا

سامنے تیرے زباں کھول سکی کیا سوسن
عرق شرم کی شبنم میں ہے تر رگ سمن
شک کیا مال ہے کیا چیز ہیں گلہائے چمن
بنوی مینہہ علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

کتنی پرنور ہے انوار سے تیری محفل
تجھ سے روشن ہی ہر اک آنکھ منور ہر دل

دلمیں غیرت سے گھٹا جاتا ہے ماہِ کامل
نبوی ظل علوی برج بتولی منزل

حسنی چاند حسینی ہے اُجالا تیرا

کیا ترا وصف لکھے گا کوئی یا شاہ زمن
تیرے پرتو سے نہوں کون مکان کیوں روشن

بخدا ہے تو ہی محبوب حبیب ذوالمنن
نبوی نور علوی کوہ بتولی معدن

حسنی لعل حسینی ہے چمکنا تیرا

جب ترا نام لیا رنج مٹا فکر ٹلی
اور سوم رتبہ دیکھی یہ کرامت اسکی

جب ترا ذکر کیا پھر کوئی مشکل نرہی
حسن نیت ہو خطا پھر نہیں کرتا یہ کبھی

آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانا تیرا

قطرے اور گوہرِ نایاب سے نسبت کیسی
ذرے اور مہرِ جہانتاب سے نسبت کیسی

خاک سے اور درِ خوشاب سے نسبت کیسی
تجھ سے اور دہر کے اقطاب سے نسبت کیسی

قطب خود کون ہے خادم ترا چیلا تیرا

تونے دو بول جو کچھ اپنی حقیقت کے کہے
اہل عرفاں جو ذرا بات کی تہ کو پونچھے

فرش سے عرش تلک اکدم میں دہر اکے سنے
گردنیں خم ہوئیں سر جھک گئے دل لوٹ گئے

کشف ساق آج ہوا یا یہ قدم تھا تیرا

اے دل و جانِ علی بادشہِ عرش مقام
خشک و تر کا تو ہی مالک ہے ترا حکم ہے عام

بحر و بر ارض و سما ہیں ترے قبضے میں تمام
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام

باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

تیرے ہی جلوے سے پُرنور ہیں جنت کے قصور

تو ہی خورشید فلک ہے تو ہی برقِ سرِ طور

وہ جگہ کونسی ہے جو نہیں تجھ سے معمور | نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوۂ نور

نہیں کس آئینہ کے گھر میں اُجالا تیرا

رات دن ذکرِ کرامات ترا گھر گھر ہے | دیکھئے جس کو اُسے نام ترا ازبر ہے
کوئی مانے نہ کہ مانے یہ مجھے باور ہے | ورفعنا لک ذکرک کا تو ہی مظہر ہے

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

اے خوشا عزم ترا اور خوشا تیری رائے | وہی ہوتا ہے جو تو چاہے ترے جی میں آئے
کون ہے سنکے ترا حکم جو گردن نہ جھکائے | جسکو للکار دے آتا ہو تو اُلٹا پھر جائے

جس کو چمکار دے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

تو مٹانے سے کسیکے نہ مٹا ہے نہ مٹے | تو چھپانے سے کسیکے نہ چھپا ہے نہ چھپے
تو دبانے سے کسیکے نہ دبا ہے نہ دبے | تو گھٹانے سے کسیکے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

جب بڑھا دے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

دشمنی سے جو نہ باز آئینگے دشمن تیرے | اپنے کردار سے پچھتائینگے دشمن تیرے
پھل ترے بغض کا خود پائینگے دشمن تیرے | مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے دشمن تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

جنکو ہے فہم وہ سمجھے ہیں تجھے عرش اساس | اور جو بیہوش ہیں کیا انکو ادب کا ترے پاس
میں تو کہتا ہوں یہ بے خوف و خطر بے وسواس | آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

نشے والوں نے بھلا سکر نکالا تیرا

قدمِ شہ کی بزرگی میں یہ کیسی تکرار | توبہ کر جلد خدا کے لئے پڑھ استغفار
پھر ہوئی گر یہ خطا عفو نہوگی زنہار | سمِ قاتل ہے خدا کی قسم اسکا انکار

منکرِ فضلِ حضور آہ یہ لکھا تیرا

سونچ تو کسکی فضیلت سے ہے انکار تجھے — جسکے دادا کے قدم دوش پیمبر پر تھے
او سیہ دل غضبِ حق سے نہ ڈرنے والے — ابن زہرا سے ترے دلمیں ہے یہ زہر بھرے

بلبے او منکر بیباک یہہ زہرا تیرا

تیری ہمت کے نثار او مرے ہمت والے — تیری عزت کے نثار او مرے عزت والے
تیری رحمت کے نثار او مرے رحمت والے — تیری غیرت کے نثار او مرے غیرت والے

آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردا تیرا

گر نہیں ایک عمل بھی مرا اچھا نہ سہی — رات دن جرم و معاصی ہی پر آمادہ سہی
جاہل و سرکش و کم طاعت و آوارہ سہی — بد سہی چور سہی مجرم و ناکارہ سہی

اے وہ کیسا ہی سہی ہوں تو کریما تیرا

بیچو د اپنا شہ جیلاں نے کیا ہے مجھکو — بیکس و بے پر و بے یار نہ مجھکو سمجھو
تم مرے واسطے بے وجہ غضب جیں کرتے ہو — اے رضا غم نہیں گو ایک جہاں دشمن ہو

کردہ ام مامن خود قبلہ حاجاتے را

تضمین قطعہ مکرم سراپا اکرام رنگین طبع زیبا کلام نظم را روح روان و نثر را دین و ایمان ابو المحمود سید کفایت علیصاحب علوی متوطن ہاپوڑ و نائب تحصیلدار راج الور تلمیذ رشید حکیم سید منور علیصاحب مرحوم آشفتہ تخلص دہلوی متوطن ارشد

تلامذہ حکیم محمد مومن خانصاحب مومن یغفر اللہ لھما و سلمہ اللہ تعالیٰ

بسکہ الفت میں حسینوں کی سہے لاکھوں جور — کوچہ گردی کے سوا شغل نہ رکھا کچھ اور
اب یہ سنئے کہ ہر اک سمت کو کرتے ہوئے غور — کل نکلتے تھے ہم اک کوچے سے تسکین اسطور

سر پہ اک بستۂ غم دوش ع بارِ حرماں

رفتہ رفتہ جو ہوا ایک جگہ اپنا گذر — ہو گیا حالِ دلِ حسنِ طلب نوعِ دگر
الغرض پاؤں بڑھاتے ہی اٹھاتے ہی نظر — ناگہاں دیکھتے کیا ہیں کہ وہیں کوٹھے پر
جلوہ فرما ہے کوئی بادلہ پوش آفتِ جاں

محوِ حیرت ہوئے ہم دیکھکر اُسکے جلوے — عقل جاتی رہی اور ہوش ٹھکانے نہ رہے
چشمِ مخمور سے کچھ اُسنے اشارے جو کئے — پھر توجہ میں یہی آئی کہ یہیں دم لیجے
اور ڈرے بھی کہ نہ لوگونکو ہو کچھ اور گماں

شوق بولا کہ کرو عرضِ تمنا دل کی — حسن کے رعب سے پر کہنے کی جرأت ہی نہ ہوئی
یہی حالت دلِ مضطر کی تھی سینہ میں ابھی — اتنے میں خود ہی پکارا کہ میاں پردیسی
تم کہاں جاتے ہو اور کون ہو رہتے ہو کہاں

خم کمر بوجھ سے ہے سر پہ یہ رکھا کیا ہے — ہم بھی مشتاق ہیں دیکھیں تو سہی کیا کیا ہے
نقشِ حیرت ہوئے کیوں کہئیے تو نقشا کیا ہے — اور اس گانٹھ میں فرمائیے سودا کیا ہے
کچھ پسند آیا تو لے لینگے اُٹھا لاؤ یہاں

ہم کو اک عمر سے ہے شوق خریداری کا — مال اچھا ہو تو قیمت کی نہیں کچھ پروا
خوف کھاؤ نہ یہاں آنے سے جیمیں اصلا — اتنی سنتے ہی یہاں کون ٹھہرتا تھا بھلا
پہنچے جھٹ پٹ وہیں وہ ماہِ دو ہفتہ تھا جہاں

بسکہ خود ہمکو بلایا تھا نہ تھا کچھ وسواس — دل میں کہتے تھے کہ ہم آئے ہیں کسکے گھر پاس
گو تھا خوف کوئی اور نہ کچھ بیم و ہراس — پر وہاں جاتے ہی جاتے رہے سب ہوش و حواس
بیطرح صورتِ دلکش نے بنایا حیراں

پاس سے دیکھا جو اُس شوخ کا حسن ہمکو
بس زباں پر نہ رہا اور نہ دل پر قابو
طائرِ عقل بنا قیدیٔ دامِ گیسو
دیکھکر مجھکو وہ بولے کہ دوانا ہے تو
ہوش میں آ ارے منھ تکنے کو آیا ہے یہاں

پاس جو جنس ہو اچھی وہ دکھا بے کھٹکے
شکل کیا تکتا ہے چلتا ہو جو میزان نہ پٹے
واجبی دام جو ایمان سے ہوں ہم سے لے
سنکے یہ بات کہا تھام کے دل کو میں نے
کہ سُن اے رشکِ قمر غیرتِ ماہِ کنعاں

تو ہے یوسف تو مہیائے غلامی ہیں ہم
متبذل ہیں نہ کچھ ایسے نہ گرامی ہیں ہم
خاص بندے ہیں کوئی اور نہ عامی ہیں ہم
نہ دوانے ہیں نہ سوداگرِ نامی ہیں ہم
نہ جنوں ہے ہمیں زنہار نہ ہرگز خفقاں

ہم نہیں جانتے کیا چیز ہے کفر و اسلام
بتکدے کو جو ہے آداب تو مسجد کو سلام
بے ہمہ با ہمہ دن زیست کے کرتے ہیں تمام
کوئی رندوں سے غرض ہمکو نہ زہاد سے کام
عشق ہے مذہب و دیں حسن پرستی ایماں

جیتے ہیں بیغل و غش رکھتے ہیں تھوڑی سی بساط
شان ہے کچھ نہ نمش رکھتے ہیں تھوڑی سی بساط
کوئی کاوش نہ خلش رکھتے ہیں تھوڑی سی بساط
پھیری والونکی روش رکھتے ہیں تھوڑی سی نشاط
نہ کہیں اپنی دُکاں ہے نہ کہیں اپنا مکاں

نفع کی ہم کو تمنا نہ ضرر سے سروکار
مال وہ رکھتے ہیں تم لوگ کرو جس سے سنگار
کسی گاہک سے کبھی کی نہیں ہمنے تکرار
ہیں غرض پاس ہمارے یہی سودے دو چار
شانۂ ہوش و خرد سرمۂ دین و ایماں

بیش و کم بیع و شرے میں کسی یہاں آتا ہے
بخت سودائی میں جو نفع ہے وہ پاتا ہے

ہر جگہ کب دل نافہم گھٹی گھاتا ہے — کوئی تم سا ہی خریدار جو مل جاتا ہے
دیکھکر بھاؤ کو دیدیتے ہیں ارزاں کہ گراں

جنس ہستی ہے فدا ساتھ ملے گر سونا — درہم داغ کو حاضر ہے کلیجا اپنا
ساتھ ہے سر کے کسی زلفِ سیہ کا سودا — اور یہ مال کھلے مول سے بکتا ہے سدا
نگہ ناز کو دل عشوۂ و انداز کو جان

کہہ چکا تو نگہ جور سے دیکھا مجھکو — نئے تیور سے نئے طور سے دیکھا مجھکو
بات آہستہ تو کی اور سے دیکھا مجھکو — سن سکے یہ بات ذرا غور سے دیکھا مجھکو
پھر تو اک طیش میں آ کھینچ کے تیور دامان

مجھ سے کہنے لگے اوسان گئے بس خاموش — ہم تری چال کو اب مان گئے بس خاموش
میں جو بولا مجھے کیا جان گئے بس خاموش — بولے غصے سے کہ پہچان گئے بس خاموش
تو وہی علوی ہے ہاں آئیو کوئی درباں

گو کہ جی بھر کے نہ دیکھا تھا ابھی دلبر کو — ڈر سے قابو میں نہ پایا جو دل مضطر کو
خبر دو ہوش سے کہتے ہوئے سر کو سر کو — نام درباں کا ہم سنتے ہی سیدھے گھر کو
دل کو انٹی میں دبا کر وہ ہوئے ایسے پراں

کہ نہ دن ہی ہمیں معلوم ہوا اور نہ شب — کہیں رکھا تو کہیں پانوں پڑا ہائے غضب
کیا بیاں کیجیے بیخود رہی پونجی کیا اب — گھر میں چھوڑ اٹھے دہشت و جلدی کے سبب
جامۂ صبر و سکوں پارچۂ تاب و تواں

تضمین قطعہ مکرم بیخود خستہ جگر پیکر سخن را روح و روح معنی را پیکر مولوی افتخار حسین صاحب مضطر خیرآبادی وکیل ریاست ٹونک متعین اجلاس صاحب ایجنٹ گورنر

جنرل

جنرل بہادر راجپوتانہ برادر خورد مولانا محمد حسین صاحب بسمل و تلمیذ رشید جناب مفتی امیر احمد صاحب امیر احمد مینائی لکھنوی مرحوم

واردات دل بیجو دکا ہو کیا تخمینہ
ایک مدت سے غم و درد کا گھر ہے سینہ
پر وہ قصے تو پرانے ہوئے اور پارینہ
اک نیا حال سناؤں کہ شب دوشنبہ
میں جو لیٹا پئے آرام بچھا کر بستر

ایک انبوہ کیا آکے غم و حسرت نے
کہیں وحشت کے ہجوم اور کہیں حیرت کے پرے
دل جو گھبرا گیا آخر یونہیں تکتے تکتے
پتلیاں خواب سے بولیں اری چل پھر آوے
نیند نے بند کئے دیدۂ بیدار کے در

آنکھ لگ جانے سے کچھ کچھ ہوئی دلکو تسکین
بعد مدت کے ملی لذت خواب شیریں
گر آرام جو پانا مری قسمت میں نہیں
دیکھتا کیا ہوں کہ اک شوخ ادا پردہ نشیں
فتنہ خو خانہ برانداز جہاں عربدہ گر

نرگسیں آنکھ وہ بیمثل دہن غنچہ مثال
لعل لب لالۂ گلزار سے بھی بڑھ کر لال
سنبل تر سے دل آویز تر اس زلف کے بال
چمپئی رنگ چھریرا سا بدن پھول سے گال
سرو بستاں سے کہیں قامت موزوں بہتر

دھانی پوشاک پہ زیور کی غضب تیاری
پونچیاں ساعد سیمیں میں مرصع کاری
بدھیاں دوش پہ ڈالے ہوئے بھاری بھاری
بالیاں کانوں میں پہنے ہوئے پیاری پیاری
بجلیاں دونوں چمکتی ہوئی رخساروں پر

وہ چمکتے ہوئے جگنو کے نگینے روشن
جنکے خود حلقہ بگوشوں میں ہے زر عدن
چوڑیاں پونچھوں میں بازو پہ مرصع جوشن
مانگ صندل سے بھری ماتھے پہ ٹیکے کی پھبن

دل

ڈہل کے آیا ہوا ابرو یہ جڑاؤ جھومر

نشہ میں چور جوانی کے پئے تند پئے
دم دئے قول دئے ہمت و انعام دئے
اس سے کچھ بحث نہیں کوئی مرے کوئی جئے
پلٹنیں غمزہ و انداز کے ہمراہ لئے

ساتھ چالاکی و شوخی و ادا کا لشکر

ہاتھ میں تیغ ادا خنجر کیں زیر بغل
مونھ چھپانیکے لئے چہرہ پہ ڈالے آنچل
قتل و غارت کی تمنا میں نہ آرام نہ کل
چلی آتی ہے دبے پاؤں اُتارے چھاگل

دیکھتی جاتی ہے مُڑ مُڑ کے اِدھر اور اُدھر

دلمیں یہ وہم کہیں دیکھ نپائے کوئی
الغرض دیکھ جولی خواب میں غفلت میری
اور شوخی کا تقاضا یہ کہ چلئے تو سہی
آتے آتے مرے بالیں کے قریب آ پونہچی

اور کہا ہنس کے کہ ہاں اے مری دزدیدہ نظر

تو نے دیکھا کہ محبت کا تو اسکو دعوے
ایسے رسوا کن اُلفت کا نہ ہونا اچھا
اور یوں چین سے آرام میں آکر سونا
کام کر کام کہ موقع ہے یہی شب خوں کا

اِس کے سینہ میں کسی طرح سے کر اپنا گذر

پر خبردار کہ یہہ کام ہے ہُشیاری کا
اور وہاں جاکے تجھے میری قسم بہرِ خدا
کہیں ایسا نہ ہو جاگ اُٹھے یہہ سونے والا
شوق و حسرت نظر آجائیں تو دے خوب سزا

پھر جو کچھ مال ہو وہ لوٹ لے بے خوف و خطر

شوخی و فتنہ گری کا جو تجھے دعویٰ ہے
ورنہ ہم تو یہہ کہینگے کہ غلط جھوٹا ہے
آج یہہ کام بن آئے تو وہ سب سچا ہے
سنکے یہہ بات نظر بولی کہ مشکل کیا ہے

کھولے دیتی ہوں میں چھاتی کے کواڑ و تو مگر

یہ بڑا کام ہے بہتر جو ہوں ایک سے دو
مصلحت یہ ہے کہ اتنا مرا کہنا مانو
ہاتھ میں اسکا بٹاؤں وہ مدد دے مجھکو
غمزہ و ناز و ادا کو مرے ہمراہ کرو
کہ میں سامان اٹھاؤں تو وہ لیلیں باہر

ورنہ یہ کام فقط مجھ سے نہ ہوگا پورا
کیونکہ اندوہ غم و حسرت و ارماں کے سوا
میرے دو ہاتھ ہیں دو پانوں کرونگی کیا
آپ جانیں یہ بھرا گھر ہے سبھی کچھ ہوگا
میں اکیلی اسے لاؤنگی یہاں تک کیونکر

پر مرے ساتھ جو آئے وہ یہ سنکر آئے
تا کہ مطلق نکوئی پانونکی آہٹ پائے
کہ جو شے لائے دبے پاؤں اٹھا کر لائے
اور سوا اسکے جو کچھ نیکی بدی ہو جائے
تو میں چلتی ہوئی تلوار بنوں اور وہ سپر

آنے دیں کوئی نہ ہرگز مرے تن پر صدما
بچ رہے پھر کوئی سامان تو میرا ذما
جس سے ہو تمکو قلق اور میں پاؤں ایذا
سنکے یہ بات وہ کہنے لگے اچھا اچھا
اور دیا حکم کہ سب جائیں نظر جائے جدھر

سنکے یہ حکم نظر بولی کہ اے ماہ لقا
اسلئے ساتھ رہے میرے فقط اک غمزا
چوری کرنیکو مناسب نہیں جانا سب کا
اسکے مونہ سے یہ نکلنا تھا کہ بس دوڑ پڑا
باندھ کر غمزۂ بیباک حمایت پہ کمر

سچ تو یہ ہے کہ بری چیز ہے قسمت کا بگاڑ
بسکہ درباں تھا نہ حاجب تھا نہ کچھ روک نہ آڑ
یک بیک ٹوٹ پڑا مجھپہ مصیبت کا پہاڑ
نگہ شوخ نے کھولے مرے سینے کے کواڑ
اور گئی غمزۂ سفاک کو لیکر اندر

لٹ گیا آن میں گھر صبر و شکیبائی کا
کوئی اسباب نہ چھوڑا دل شیدائی کا

یعنی دونوں کو جو موقع ملا تنہائی کا — پہلے سامان لیا تاب و توانائی کا
اور پھر ہوش کے صندوق لئے بار و گرا

درہم داغ جو ہاتھ آئے کمر میں باندھے — پارچے وحشت و سودا کے بغل میں داب لے
نقد ضبط و خرد و تاب کے لیکر توڑے — دوش پر راحت و آرام کے بستے رکھے
صبر و تسکین و تحمل کا لیا سب زیور

جبکہ اس مال کے لینے سے فراغت پائی — شوق و حسرت کے سبب آگئی شامت ان کی
اب ذرا قدرت حق دیکھئے اے شان تری — لینے دینے میں اس اسباب کے آہٹ جو ہوئی
نیند سے چونک پڑی حسرت وصل دلبر

اٹھ کے ہر سمت نظر کی تو صفائی دیکھی — یعنی گھر بھر میں کوئی چیز نہ پائی باقی
خوف سے وہم سے وحشت سے وہ گھبرا جو گئی — پہرے والے کیطرح ڈانٹ ڈپٹ کر بولی
کون اٹھا کہ ابھی دور ہے ہنگام سحر

اور جو اٹھا بھی تو کھٹ کھٹ یہ لگا رکھی ہے کیا — اس پہ طرہ کہ نہیں کوئی دکھائی دیتا
ہیں یہ اندھیر کیا سوز جگر شمع تو لا — جب تلک وہ یہ کہے غمزہ و انداز و ادا
باندھ کر پوٹ میں سب مال روانہ ہوئے گھر

بسکہ چالاک ہر اک ان میں تھا چیدہ چیدہ — لیکے مال آنکھوں ہی آنکھوں میں ہوئے پوشیدہ
مگر اللہ رے ڈھٹائی تری اُف رے دیدہ — پھر وہی ظالم اظلم نگہ دزدیدہ
لیکے چٹکی یہ پکاری کہ ارے او مضطر

حیف اتنی تری غفلت یہ تری بیخبری — ہم یہاں آگئے اور تو نے نہ کروٹ بدلی
اٹھ تو او نیند کے ماتے تری قسمت پھوٹی — دیکھ تو گھر میں ترے چوروں نے چوری کر لی

ایسا غافل کوئی سوتا ہے ذرا غور تو کر

ترے ہمسائے میں سنکر تری گھر کا کھٹکا
جسکو کچھ بھی تری الفت تھی وہ دوڑا آیا
پر کریں کیا کہ چلا کھوج نہ کچھ مال ملا
سنکے یہ بات اُٹھا میں تو یہ میں نے دیکھا

کہ حقیقت میں تجھے لوٹ گئی غارت گر

زیست کا لطف تھا جنسے وہی سامان گئے
جن پہ نازاں تھا میں سب وہ باقی نہ بچے
العرض صبر و تحمل کے جدا ہونے سے
اپنی بیجبری پر آنسو نکل آئے میرے

اُسکی بیرحمی پر آنکھوں سے بہا خونِ جگر

سانحے جو نہ سُنے تھے وہ سب آنکھوں دیکھے
کسی دشمن پہ بھی یارب یہ مصیبت نہ پڑے
بیخود و خستہ بس اب اسکے سوا کیا کہئے
یہ مثل ہو گئی صادق کہ اری او بندے

کر تو ڈر ورنہ خدا کے غضب و قہر سے ڈر

تضمین قطعہ عصمت بخارائی رحمۃ اللہ علیہ

گو طبیعت میں نہ اب ولولہ باقی ہے نہ جوش
سر بسر داغ ہیں کیا قلب و جگر گیا بردوش
پھر بھی شوقِ مۓ گلرنگ سے ہو کر مدہوش
سرخوش از کوئے خرابات گزر کردم دوش

بہ طلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

سینکڑوں مست وہاں پھرتے تھے مارے مارے
حور و غلماں کے میسر تھے جنہیں نظارے
محو حیرت میں سرِ رہ نگراں تھا بارے
بہ پیشم آمد ز سر کوچہ پری رخسارے

کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

اسکا چہرہ تھا مہ چار دہم بے کم و کاست
پا بگل سرو جسے دیکھکے ہوں وہ قدر راست

دیکھی جاتی ہوئی جب تاب نشست و برخاست
گفتم ایں کوئے چہ کوئی است و ترا خانہ کجاست

اے مہ نو خم ابروئے ترا حلقہ بگوش

سُنکے یہ پہلے تو خاموش رہا وہ دمِ چند
اِس ادا سے کہ ہوا محو دلِ حسن پسند
پھر بلا نخوت و پندار فقط از رہِ پند
گفت تسبیح بخاک افگن و زنار بہ بند

سنگ بر شیشہ تقوےٰ زن و پیمانہ بنوش

ورنہ اک روز کریگی تجھے دیوانہ طلب
کہ بنا دیتی ہے اپنوں کو بھی بیگانہ طلب
اور کرتا ہے تو کر ہمتِ مردانہ طلب
تو بہ یکسو نہ و ساغرِ مستانہ طلب

خرقہ بیروں فگن و کسوتِ رندانہ بپوش

وضع رکھ ایسی کہ پاس آنے نہ دے کوئی تجھے
بات کر ایسی کہ جسپر نہ کوئی کان دھرے
بھول جا خانقہ و دیر کے سارے جھگڑے
بعد ازیں سوئے من آ تا بتو گویم سخنے

راہ پیش آرا اگر بر سخنم داری گوش

سُنکے اِس فتنۂ دوراں کا بیانِ دلکش
جل گئے جان و جگر دلمیں یہ بھڑکی آتش
الغرض اُسکے ہر اک فقرہ پہ ہو ہو کر غش
دیں بر افتادہ و بیہوش و دیدم مدہوش

تا رسیدم بمقامے کہ نہ دیں ماند نہ ہوش

بے نشاں صورت عنقا تھا جہاں حرف وجود
بھول جاتی ہے جہاں جا کے زباں حرف وجود
مٹ گیا سینے سے مانند گماں حرف وجود
محو گشت از ورق کون و مکاں حرف وجود

نہ پری ماند نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

نیست ہی نیست وہاں تھا نہ فقط ہست ہی ہست
پاؤں بڑھتے تھے مگر حوصلہ تھا بالکل پست
شوق نے بس کہ کیا بیخودِ صہباۓ الست
دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

از تف بادہ شوق آمدہ در جوش و خروش

جس طرف دیکھئے آتا تھا نظر وجد و سماع
نہ مغنی نہ دف و چنگ مگر وجد و سماع
روز و شب عیش و طرب شام و سحر وجد و سماع
بے نے و ساز و ترنم ہمہ در وجد و سماع
بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشانوش

جھوم کر کوئی یہ کہتا تھا کہ مستم مستم
کوئی کہتا تھا شکستم کوئی بستم بستم
نعرہ کرتا تھا کبھی کوئی کہ ہستم ہستم
بسکہ سر رشتہ تدبیر برفت از دستم
خواستم تا سخنے پرسم از و گفت خموش

لب ہلانا ہے یہاں شرب و ملت کے خلاف
میرا کہنا تجھے باور نہیں تو سن لے صاف
حشر تک ہو نہیں سکتی یہی تقصیر معاف
این نہ کعبہ است کہ بے پا و سر آئی بطواف
نہ کلیسا کہ دراں بیہدہ آئی بخروش

ورد و طاعت ہے یہاں آئے جو کچھ دلکو پسند
نفع سو طرح کے رکھتا ہے یہاں ایک گزند
یہیں بنجاتا ہے ناداں ہر اک دانشمند
این خرابات مغان است درین مستانند
از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

چاہتا ہے اگر اس راز سے تو آگاہی
اس سے بڑھکر ہی اگر کوئی تمنا تیری
ترک بیخود کی طرح کر منشِ کبر و خودی
گر ترا ہست بایں جمع سر یکرنگی
دین و دنیا بہ یکے جرعہ چو عصمت بفروش

تضمین قطعہ مولوی سید اکبر حسین صاحب جج محکمہ خفیفہ متوطن الہ آباد

سن سن کے بیخودی میں جو میں دم بخود رہا
سمجھے کہ اس پہ وعظ نے میرے اثر کیا

تا فہمیوں نے اُس سے بڑھایا جو حوصلا — سید سے آج حضرتِ واعظ نے یہ کہا

چرچا ہے جابجا ترے حالِ تباہ کا

احکامِ دیں کا پاس نہ تجھکو رہا ذرا — خلقِ محمدی سے نہ کچھ تجھکو واسطا

بندہ بنا ہوا ہے تو اہلِ فرنگ کا — سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا

دلمیں خیال بھی نہ رہا لاالہ کا

رہنا ہے جھوٹ دنکو ترے مونہ پہ قوم قوم — رات آئے تو ہے تابہ سحر مبتلائے نوم

گو ہر طرف ہے مضحکہ و سب و شتم و لوم — ہے تجھسے ترکِ حج و زکواۃ و صلواۃ صوم

کچھ ڈر نہیں جنابِ رسالت پناہ کا

ہر دم ہے تیرے دلمیں خیالِ عروسِ دہر — مطلوب ہر گھڑی ہے وصالِ عروسِ دہر

آلِ نبی سے بنگیا آلِ عروسِ دہر — شیطان نے دکھا کے جمالِ عروسِ دہر

بندہ بنا لیا ہے تجھے حبِ جاہ کا

دنیا سے ہے طریق نرالا نیا رواج — سب سے جدا عقیدہ ہے سب سے جدا رواج

بارے بتا تو کیا تری ملت ہے کیا رواج — اُسنے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج

راحت میں جو مخل ہو وہ کانٹا ہے راہ کا

مذہب کی قید قیدِ ستم سے ہے سخت تر — یہ خبط ہو تو چین سے رہتا نہیں بشر

ذی علم و ذی شعور و فراست سہی مگر — افسوس ہے کہ آپ ہیں دنیا سے بیخبر

دیکھا نہیں جو رنگ ہے شام و پگاہ کا

ہندوستاں میں زیست ہوئی آپکی بسر — فرصت ملی نہ پندِ نصیحت سے عمر بھر

دیکھیں جو آنکھ بھر کے تماشائے بحر و بر — یورپ کا پیش آئے اگر آپ کو سفر

الغرض

گذرے نظر سے حال رعایا و شاہ کا

وہ کوٹھیاں وہ وسعت ایوانِ خسروی — وہ باغ اور نزہت ایوانِ خسروی
وہ دلکشا لطافت ایوانِ خسروی — وہ آب و تاب و شوکت ایوانِ خسروی
وہ محکموں کی شان وہ جلوہ سپاہ کا

وہ لیڈیوں کی چار طرف جلوہ گستری — سب جنمیں رشک حور ہر اک غیرت پری
ہر سو وہ کارخانے نئے وہ کلیں نئی — وہ ہر طرف علوم جدیدہ کی روشنی
جس سے خجل ہو نور رخ مہر و ماہ کا

مل جل کے سب سے رہنے لگیں پھر ہنسی خوشی — واقف رسوم سے بھی ہوں سیکھیں زباں بھی
یہ دن بھی پھر دکھائے مقدر کی فرخی — دعوت کسی امیر کے گھر میں ہو آپ کی
کم سن مسوں سے ذکر ہو الفت کا چاہ کا

غارتگر شکیب و خرد ناز آفریں — شیریں کلام غنچہ دہن سرو قد حسیں
دلدار دل پسند دل آرام دل نشیں — نوخیز جامہ زیب گل اندام مہ جبیں
عارض پہ جنکے بار ہو دامن نگاہ کا

ہر ایک اُٹھ کے ہاتھ ملائے جدا جدا — ہنس ہنس کے پھر مزاج وہ پوچھیں جناب کا
ان بے حجابیوں پہ بھی از راہِ اتقا — رک گئے اگر تو ہنس کے کہے ایک مہ لقا
لو مولوی یہ بات نہیں ہے گناہ کا

سچ بولتا ہے ہم کہ نہیں کچھ برا یہ کام — یہ زندگی کا لطف ہے سمجھے نہ تم حرام
القصہ ہوں اُدھر سے یہ اصرار و اہتمام — اسوقت قبلہ آپکو جھک کر کروں سلام
پھر نام بھی حضور جو لیں خانقاہ کا

ہوں محوِ دل سے حلت و حرمت کے مسئلے
خوف خدا رہے نہ خیالِ نبی رہے
کچھ اور ہی خیال ہوں کچھ اور مشغلے
پتلون و کوٹ بنگلہ و بسکٹ کی دھن بندھی رہے

سودا جناب کو بھی ہو ترکی کلاہ کا

ایسی جگہ بھی آپ دکھائیں جو اجتناب
قائل ہوں نہیں کہ آپ ہیں تقویٰ میں لاجواب
جب یہ نہیں تو میں تو یہ کہتا ہوں بے حجاب
مجلس میں یوں تو بیٹھکے ممبر پہ اے جناب

سب جانتے ہیں وعظ ثواب و گناہ کا

قطعہ

ازل میں داد و دہش کا جو حکم عام ہوا
تو سب کو مالِ ضروری علی الحساب ملا
کسیکو عالمِ طفلی کا عیش اور آرام
کسی کو راحتِ عشرت بھر اشباب ملا
کسی کے حصے میں ناز و غرور سب آئے
کسی کو ایک دلِ خانماں خراب ملا
کسی نے دولت ارمان و آرزو پائی
کسی کو خلعتِ اندوہ و اضطراب ملا
کسیکے بانٹ میں قسمت سے شوخیاں آئیں
کسیکو شرمِ عنایت ہوئی حجاب ملا
کسیکی جان کو تکلیفِ انتظار ملی
کسی کے دل کو غمِ ہجر کا عذاب ملا
کسیکو پردہ نشینوں کا غم نصیب ہوا
کسیکو عشقِ رخِ شوخِ بے نقاب ملا
جو عاصیوں کے اجارے میں معصیت آئی
تو زاہدوں کو طریقِ رہِ صواب ملا
فراق کے لئے پائی کسی نے بیداری
شبِ وصال کی خاطر کسیکو خواب ملا
کسیکی بات نے اعجازِ عیسوی پائی
کسیکے قلب کو آزارِ التہاب ملا
کسیکو ذوقِ کبابِ جگر حصول ہوا
کسیکو شوقِ قدح نوشیِ شراب ملا

کسینے عشوہ گر و کج نظر لقب پایا — کسیکو بیخود و شوریدہ سر خطاب ملا
کسی کے بخت نے پائی سپہر کی گردش — کسیکے دل کو زمانے کا انقلاب ملا
کسیکو عقل کسیکو تمیز ملتھ آئی — کسیکو ذہن ہزاروں میں انتخاب ملا
ملا زمیں کو شرف جلوہ حسیناں سے — فلک کو مہر ضیا نور آفتاب ملا
غرضکہ میں نے جہانتک کیا خیال اسدن — ہر ایک اپنی مرادوں پہ کامیاب ملا
مگر نصیب سے بیخود ہی رہگیا محروم — نہ کچھ عذاب ہی پایا نہ کچھ ثواب ملا

پھر اب کہو کہ دیا کیا کسی نے کچھ ندیا
پھر اب کہو کہ ملا کیا فقط جواب ملا

قطعہ موسوم بہ شباب و شیب

ہائے وہ صحن چمن وہ گلرخوں کے جمگھٹے — وہ جوانی جسکو کہتے ہیں دوانی ہوشیار
وہ گلوں کے قہقہے وہ بلبلوں کے چہچہے — شبنم و گل کا وہ عالم وہ فضائے سبزہ زار
روئے جاناں کا وہ جلوہ چاندنی کا وہ سماں — زلف خوش خم کا وہ خم وہ چشم میگوں کا خمار
شوخ چشمک رہزن صبر و شکیب و ہوش و تاب — تیکھی چتون دشمن جان و دل و ضبط و قرار
وہ ادائے ناز کی ناز آفرینی دمبدم — وہ نگاہ شرم کا جھکنا حیا سے بار بار
وہ چھپانا روئے روشن کا ستانے کو مرے — وہ تسلی کیلئے مجھ سے ہی ہوجانا دو چار
وہ نگاہ شوخ جس سے فتنہ محشر خجل — وہ خرام ناز جس سے خود قیامت شرمسار
وہ لب جو وہ لب پیمانہ وہ لب ہائے دوست — وہ ہجوم اشتیاق و حسرت بوس و کنار
وہ گلے شکوے وہ پیمان وفا وہ چھیڑ چھاڑ — وہ مرے ملنے سے ہنس ہنس کر جتانا ننگ و عار

وہ طرب افزا نوائے مطرب و آہنگ نے / وہ نشاطِ انگیز دورِ ساغر و وصلِ نگار
وہ سہانی رات وہ خلوت کدہ وہ کوئے / وہ ترنگیں وہ امنگیں وہ مرادیں بیشمار
وہ ہم آغوشی کی لذت وہ شکر خوابِ وصال / تازہ گی بخشِ مشامِ جاں وہ زلفِ مشکبار
وہ دمِ رخصت دلِ بیتاب کی بیتابیاں / جاتے جاتے وہ کسی کا شرم سے قول و قرار
اب کہاں وہ صحبتیں وہ لطفِ شبہائے شباب / اب تو ہے چار و نظر میں صبحِ پیری آشکار
اب کہاں وہ حسرتِ دیدار کا دل میں ہجوم / اب کہاں وہ رات دن جوشِ جنوں سر پر سوار
اب کہاں وہ اعتبارِ ضبطِ آہ و جذبِ دل / اب کہاں وہ اعتمادِ نالۂ بے اختیار
اب کہاں الفت کے وہ نیرنگ جنکے دم سے تھی / آہِ سوزاں برق افگن چشمِ گریاں جلوہ بار
اب تو ہے فصلِ بہاراں میری آنکھوں میں خزاں / اب تو گلہائے چمن میری نگاہوں میں ہیں خار
خواب ہے بھولا ہوا سا اب تو لطفِ زندگی / بیمزہ سا اب تو افسانہ ہے ذکرِ وصلِ یار
اب تو فرقت میں مزہ بیخود نہ لذت وصل میں / اب تو وعدے کی تمنا ہے نہ رنجِ انتظار
اب تو بس باقی ہے اتنا دلگی کا مشغلہ / اب تو بس اس پر ہے اپنی زیست کا دار و مدار

جستجوئے وقتِ رفتہ اور چشمِ خوں چکاں
ماتمِ عمرِ گزشتہ اور دستِ رعشہ دار

قطعۂ تاریخ وفاتِ حسرت آیات منکوحۂ اولین مصنف کہ بتاریخ بستم رجب واقع شد

دریغا شد جدا از من بغربت / رفیق و ہمدم و فرزانۂ من
انیسم مونسم حالم نگارم / دلِ من جانِ من جانانۂ من
بباغِ من گلِ من بلبلِ من / بہ بزمم شمعِ من پروانۂ من

نوشتم مصرع تاریخ بیخود
وفاتِ رونق کاشانۂ من

قطعہ تاریخ تعزیت باغ مخدومی مولوی حافظ اعجاز الحسن صاحب خیرآبادی ملازم ریاست جودھپور

اعجازِ حسن شفیقِ جہانم
سالش ہاتف بگوش بیخود

چوں نصب نمود باغ زیبا
گفتا کہ. ریاضِ روح افزا ۱۳۱۲ھ

تاریخ رحلت امام الائمۃ الاکابر ینبوع المحاسن نور الباطن والظاہر سر اللہ اللامع الزاہر اخی و استاذی قدوتی و ملاذی مولانا الحافظ الحاج محب الرسول عبد القادر القادری الحنفی العثمانی البدایونی نور اللہ مرقدہ قدس اللہ سرہ العزیز

افتخارِ عالم و فخرِ بلادِ ہند و سندھ
عالم و حافظ فقیہہ بے عدیل و بے نظیر
جنکے علم و فضل کا سارا جہاں ہے معترف
جنکی ذاتِ پاک سے تھا مفتخر علم کلام
جنکو زیبا ہے کہوں گر حامیٔ دینِ نبی

عزتِ شہر بدایوں سر گروہ اتقیا
یعنی مولانا عبد القادر ذی اتقا
جنکے زہد و ورع کا پھیلا ہے چرچا بجا
مذہبی کچھ تو مگر مصروف تھے صبح و مسا
جنکو موزوں ہی لکھوں گر ہادیٔ راہِ خدا

جو نسب میں یادگار حضرت عثمان تھے ‌— جنسے ذی النورین کے ظاہر تھے آثار حیا
زیب تھی سجادۂ جیلی کی جنکی ذات سے ‌— قادری انوار کی تھی جنکے چہرہ پر ضیا
جنکا انداز تکلم دیکھکر گویا تھے گنگ ‌— وعظ جنکا تھا مریض درد عصیاں کی دوا
کعبہ و بیت المقدس مسکن پاک رسول ‌— کربلا بغداد مشہد مدفن شیر خدا
اور ہیں انکے سوا جتنے مقامات شریف ‌— کی زیارت انکی جلجا کر جنہوں نے بارہا
جو مرے بھائی بھی تھے ہادی بھی تھے حامی بھی تھے ‌— حاضر و غائب جنھیں مجھپر کرم سے کام تھا
جنسے تھی مجھکو اجازت بھی کئی اوراد کی ‌— جو مرے استاد بھی تھے بھائی ہونیکے سوا
جو کہ ان دو چار اگلی صورتوں میں سے تھے اک ‌— جنکو کہہ سکتے ہیں دین حق کا سچا رہنما
حیف اس دار فنا سے وہ بھی رخصت ہو گئے ‌— نام باقی چھوڑ کر اپنا سوئے دار البقا
گر پڑا اہل تسنن کے سروں پر کوہ غم ‌— بنگیا اب گھر ہر اک دیندار کا ماتم سرا
ایسے عالم اب کہاں ہوتے ہیں پیدا ہائے ہائے ‌— خاتمہ انکا ہے گویا علم ہی کا خاتمہ
یوں تو ہیں اب بھی زمانہ میں ہزاروں اہل علم ‌— اور قیامت تک رہیگا یونہیں انکا سلسلہ
اتباع سرور عالم کی لیکن برکتیں ‌— تھیں جو انکی ذات میں اب کوئی انکو پا چکا
اسلئے ایسے بزرگوں کے غم و اندوہ میں ‌— خون دل جتنا بہائیں آنکھ سے ہم ہے روا
ہے مگر بہتر کہ صبر و شکر سے ہم کام لیں ‌— اور انکی مغفرت کے واسطے مانگیں دعا
مغفرت کر انکی یا رب اور دے توفیق صبر ‌— انکے دلکو جو کہ ہیں انکے عزیز و اقربا

فکر ہے تاریخ رحلت کی اگر بیخود تجھے
تو یہی لکھدے کہ اب گویا چراغ دین بجھا

۱۳ ھ ۱۹

قطعہ تاریخ رحلت استاذی و استاذ الانام بلبل ہندوستان جہاں استاد ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک جناب نواب میرزا خان صاحب بہادر داغ دہلوی ارشد تلامذہ ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم صاحب ذوق دہلوی رحمۃ اللہ علیہما

ماتم رحلتِ فصیح الملک
کیوں نہ ہو اہل ذوق میں برپا

داغ کا داغ دل جلائے نہ کیوں
اہل دل کو وہ جان سے تھے سوا

اسکا مٹنا نہ کیوں گراں گزرے
سب کو جو داغ دلسے پیارا تھا

کیوں نہ مٹجائے دلسے ذوقِ سخن
مایۂ نازِ شاعری نہ رہا

کیوں نہ ہو دردناک اُسکا غم
کیوں نہ ہو اُسکا رنج جاں فرسا

زینتِ بزم شاعری تھا وہ
تھا وہ سرتاجِ فرقۂ شعرا

کیوں نہ اُسکو کہوں خدائے سخن
کہ وہ تھا اس کمال میں یکتا

اُسکا ثانی زمانے میں کوئی
نہ ہوا تھا نہ ہے نہ اب ہو گا

دہلی و لکھنو عظیم آباد
دکن و رام پور کلکتا

داغ معجز بیاں اور اسکا کلام
چاند بنکر کہاں نہیں چمکا

سیکڑوں کو بنا دیا کامل
اک یہ ادنیٰ کمال تھا اُسکا

حسن و مضطر و وجاہت و وصل
نوح و ممتاز احسن و ارماں
وحشت و حیرت و ظہور و شرف
انور و برق و حافظ و احساں
حسرت و رنج و عاشق و آزاد
احقر و خلق و شوکت و فیروز
سب سے بڑھ کر حضور آصف جاہ
یوں تو ہیں اور سیکڑوں شاگرد
مشق انکی منجھی ہوئی ہے خوب
ایسے ایسے ہوں خوشہ چیں جسکے
موت اسکی ہے شاعری کی موت
یوں تو خوش فکر سیکڑوں گذرے
روزمرہ سلیس اور دلکش
تھی وہ شوخی کلام میں اسکے
وہ ادا بند طبع تھی اس کی
سادگی تھی وہ نظم میں اسکی
تیر کی طرح دلمیں بیٹھ گیا
پانی ہوتی تھی سنگلاخ زمیں
بسکہ بیخود اب اسکے مرنے سے

بیخود و سایل و عزیز و سخا
شاعر و گوہر و نسیم و ضیا
صولت و مطلب و مراد و بہا
مایل و تشنہ و فروغ و وفا
الم و واجد و متین و ضیا
قمر و شوق و عاجز و شیدا
جنکے دم سے ہے نظم کا چرچا
انکا ہے ہر طرف مگر شہرا
نظم انکی ہے افضل و اعلا
اسکے اوصاف کوئی لکھے کیا
اسکا مرنا ہے نظم کا مرنا
مگر اسکی روش تھی سب سے جدا
کوئی اسکی طرح سے لکھ نہ سکا
زاہد خشک بھی ہو جس پہ فدا
جس سے سیکھیں حسین طرز ادا
جسکے صدقہ بناؤ ہوں صدہا
جو کچھ اسکی زبان سے نکلا
اسکی طبع رواں کا کیا کہنا
خاتمہ ہو گیا فصاحت کا

بہر تاریخ مجھ سے ہاتف نے
یہ کہا کان خاتم الفصحا
۱۳ ھ ۲۲

تاریخ وصال عارف العرفا ولی الاولیا قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین فخر المتقدمین والمتاخرین افتخار الکاملین والواصلین ملاذی فی الدارین و معاذی فی الثقلین مرشدی و مولائی و مفتی و رجائی مولٰینا و بالفضل اولٰینا الشاہ ابو الحسین احمد نوری الملقب بالمیاں صاحب السیدہ القادری الچشتی البرکاتی الواسطی البلگرامی ثم المارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ و نور اللہ مرقدہ کہ بتاریخ یازدہم ماہ رجب ۱۳۲۴ھ در مارہرہ شریفہ رحلت فرمودند

مرشدِ ما ہادیٔ ما سید ابو الحسین — آن کہ از حق چشم بینا و دل آگاہ یافت
ہر کہ او را دید میداند کہ غوثِ وقت دید — ہر کہ او را یافت می سنجد کہ خضر راہ یافت
طالبِ دنیا و عقبا ہر کہ آمد پیش او — از دعائے مستجابش مطلب دلخواہ یافت
ہر غلام با دلائش والی و مولائے خلق — ہر گدائے کوئے والائش خطاب شاہ یافت
ہم فلک از ذوق پابوسش جبیں سا بر زمیں — ہم زمیں از پرتو نوش فروغ ماہ یافت

رخت بست از دہر و ما را بیکس و یاور گذاشت — رفت در فردوس و قربِ سرورِ ذی جاہ یافت

گشت روحِ پرفتوحش مرجعِ روحانیاں — جانِ تازہ از وجودش قبۂ درگاہ یافت

چشمِ ہر شخصے دریں غم دجلہا از خوں بریخت — جانِ ہر فردے ازیں ماتمِ غم جانکاہ یافت

بیخودِ مغموم تاریخِ وصالش زد رقم

عارفے ہیں کز فنا اینک بقا باللہ یافت

۲۴ ھ ۱۳

قطعہ تاریخ انتقال نورِ چشم محمد مجتبےٰ کہ بعمر سیزدہ سال بیخود سراپا ملال را

بتاریخ ۲۹ شعبان ۱۳۲۵ ہجری جو در دہ بود داغ فراق دائمی داد انا للہ و انا الیہ راجعون

دل کو جلا رہا ہے ضعیفی میں تیرا داغ — کیونکر ہو مجھسے ضبطِ فغاں ہائے مجتبےٰ

تیری جدائی میں مرے دل سے جدا ہوئے — صبر و شکیب و تاب و تواں ہائے مجتبےٰ

کیونکر نہ میری آنکھ میں دنیا سیاہ ہو — تو ہو گیا نظر سے نہاں ہائے مجتبےٰ

تو محوِ سیرِ گلشنِ خلدِ بریں ہے اور — دوزخ ہے مجھکو باغِ جہاں ہائے مجتبےٰ

بیدادِ چرخِ پیر نے آغوش میں مری — ہونے دیا نہ تجھکو جواں ہائے مجتبےٰ

مرنے کے بعد بھی ترے چہرے کا تھا یہ رنگ — ہوتا تھا زندگی کا گماں ہائے مجتبےٰ

دلمیں کھپا ہوا ہے وہ حسنِ ادب ترا — وہ شرم اور وہ طرزِ بیاں ہائے مجتبےٰ

تو آنکھ کھولتا ہے نہ ہے مونھ سے بولتا — میں تیرے غم میں نوحہ کناں ہائے مجتبےٰ

وہ تیرا ذہن وہ تیری محنت وہ تیرا شوق — وہ جودتیں وہ طبعِ رواں ہائے مجتبےٰ

کیا ضبطِ غم ہو بیخودِ ناشاد سے کہ اب — مضطر ہے جان دل ہے تپاں ہائے مجتبےٰ

تاریخ میں بھی تیری ہوا دم کا تجربہ
نورِ نگاہ و قوت جاں ہائے مجتبےٰ

قطعاتِ تاریخ مثنوی منشی تیمبر پرشاد صاحب اختر

ترجمہ نظم اور پھر بالطف
ہو سکا ہے کبھی کوئی کہدے
اسکی تاریخ بیخود مضطر
راحت افزا ہے مثنوی کہدے
۱۹ ھ ۱۳۱

دیگر

پند و پردہ نظم میں وہ بھی
کیوں نہ اہل جہاں کو ہو مرغوب
سچ تو یہ ہے کہ اب نصیحت کا
اس سے بہتر نہیں کوئی اسلوب
کہ لکھیں حش و طیر کے قصے
اور ظاہر کریں بشر کے عیوب
سال تاریخ از سر انصاف
کہد و بیخود کلام اختر خوب

دیگر

کھلا دیکھکر رنگِ گلزار بہجت
کہ دنیا نہیں فہمی کمالوں سے خالی
یہ حُسن بیاں یہ خوش اسلوب بندش
یہ رنگ ہنر قہقہے فقرے سے حالی
یہ ہر شعر پر نور ہر اک غزل میں
صفائی ہے محسود سلک لآلی
یہ برجستہ الفاظ شستہ مضامیں
یہ طرزِ ادا یہ خیالات عالی
یہ ہونگے نہیں ایسے خوشگو جہاں میں
کہ اس باغ کی ہوچکی پائمالی

لکھا سال ترتیب بیخود نے اسکا ۔ کھلا دل فزا باغ نازک خیالی
۱۰ ۱۹

دیگر

اے زہے طبع اختر خوش فکر ۔ کہ مئے نظم کی ہے متوالی
ترجمہ بھی کیا تو کوئی شعر ۔ خوبی و حسن سے نہیں خالی
محو تھا فکر سال میں بیخود ۔ حالِ تکمیل تا کہ ہو حالی
ناگہاں غیب سے یہ آئی صدا
نظم ہے کیا شگفتہ و حالی
۵۸ ۱۹
بحر می

نوحہ

اے مجرئی کیا رتبۂ شاہ شہدا ہے ۔ ایسا کوئی دنیا میں ہوگا نہ ہوا ہے
گو تین شب و روز سے دانہ ہے نہ پانی ۔ لیکن نہ شکایت ہے زباں پر نہ گلا ہے
گھیرے ہیں لب جو کو جفا جو کئے دن سے ۔ تنہائی ہے غربت ہے مصیبت ہے بلا ہے
جنت کو سدھارے ہیں حبیب اور ناصر ۔ احباب کا صدمہ غم ہجر رفقا ہے
مسلم کے یتیموں کی شہادت کا ہے ماتم ۔ غم عون و محمد کی جدائی کا جدا ہے
بیتاب ہیں فرقت میں برادر کے پسر کی ۔ بھائی کئی کام آئے یہ غم اور سوا ہے
مونہ زرد ہے لب خشک ہیں رعشہ ہے بدن میں ۔ عباس علمدار سا بھائی جو چھٹا ہے
میت جو اٹھائی ہے برابر کے پسر کی ۔ تر خون میں رخت تن گلرنگ ہوا ہے
بچہ جو چھ مہینے کا جو تھا جان سے پیارا ۔ وہ تیر ستم کھائے ہوئے رن میں پڑا ہے

وہ عابد و سجاد جو ہیں خلق کے سرتاج ۔ بیمار ہیں لیکن نہ غذا ہے نہ دوا ہے
وہ سیدۂ طاہرہ معصوم سکینہ ۔ بیتاب ہے بیہوش ہے بے آب و غذا ہے
وہ زینب و کلثوم جو ہیں دلبر زہرا ۔ اس درد سے سوتی ہیں کہ اک حشر بپا ہے
باقی درِ دولت پہ نہ حاجب ہے نہ خادم ۔ بس آپ ہیں اور سامنے رہوار کھڑا ہے
پانی کو ترستا ہے جو ہے ساقیِ کوثر ۔ سایہ کو ہے محتاج جو خود ظل خدا ہے
یہ دکھ ہیں یہ ایذا ہے مگر واہ رے ہمت ۔ گریہ ہے نہ زاری ہے نہ شیون نہ بکا ہے
حملے وہ دلیرانہ ہیں جو رک نہیں سکتے ۔ نعرے ہیں وہ شیرانہ کہ رن گونج رہا ہے
بازار اجل گرم ہے جو فوجِ عدو میں ۔ غل ہے کہ یہ تلوار نہیں پیکِ قضا ہے
سب فوج میں ہلچل ہے ہر اک صف تہ و بالا ۔ دریا میں ہے اک شور کہ یہ سیلِ فنا ہے
سیدانیں گریزاں ہیں ہوئے خوف کے مارے ۔ لرزاں ہیں تہی مغز ہوس ہے نہ ہوا ہے
پیدل ہیں سوار دیں نہ پھینک کے ہتیار ۔ مجمع میں پیادوں کے سوار دنکا پڑا ہے
رہوار کو گرمائے بڑھے جاتے ہیں سرور ۔ فکر دلِ و جاں ہے نہ خیال سر و پا ہے
ہے چار طرف غل کہ اماں دیجیے مولا ۔ وہ تیغ کی جھنکار نہ باجوں کی صدا ہے
افسوس طلبگارِ اماں دیکھ کے سبکو ۔ شبیر نے اب قصد عبادت کا کیا ہے
اب روئیں عزادار شہ صابر و شاکر ۔ اب سرورِ عالم پہ عجب وقت پڑا ہے
لو سجدۂ باری میں ہیں سردارِ دو عالم ۔ لو شمرِ لعیں کھینچ لے خنجر کو بڑھا ہے
ریتے پہ تڑپتا ہے تنِ سبطِ پیمبر ۔ اور ہاتھ میں ظالم کے سرِ شاہ ہدا ہے

خاموش ہو بیچود نہ لکھ اب اور مصائب
قابو میں کوئی دل نہ ترا ہوش بجا ہے

سہرا کہ بتقریب نکاح عزیزی مولوی غلام حسنین منظوم گشت

خوشنما کتنا ہے دولہا ترے سر پر سہرا
ہمنے دیکھا نہیں اس سہرے سے بہتر سہرا

جسطرح آج سجا بیاہ کا سر پر سہرا
ہو یونہیں علم و سعادت کا ترے سر سہرا

یوسفِ عارضِ نوشاہ کا غازہ مقنع
شاہدِ حسن خداداد کا زیور سہرا

پرتوے سے لب و دنداں کے جو ہے مالا مال
گہر و لعل کی کرتا ہے نچھاور سہرا

مشک و عنبر عرقِ شرم میں تر ہوں دونوں
بوے گیسو سے ہے اس درجہ معطر سہرا

جسمِ نوشاہ کی خوشبو سے معطر جامہ
رخِ نوشاہ کے پرتو سے منور سہرا

کب سے مشتاق لقا آرسی مصحف ہیں ترے
مونھ دکھا چک انہیں چہرے سے اٹھا کر سہرا

بسکہ ہر اک کی محبت سے بنے پر ہے نگاہ
نورِ عینین عزیزان ہے سراسر سہرا

سر چڑھایا ہے جو تونے تو خوشی کے مارے
بوسے لیتا ہے ترے پانو پہ جھکگر سہرا

مہ و خورشید ہوئے مثلِ چراغ بے نور
بلبے دولہا ترے مکھڑے کا منور سہرا

حضرتِ داغ کا ہے فیض تلمذ بیخود
ورنہ اس طرح میں لکھ سکتا ہیں کیونکر سہرا

مگر اتنا تو کہونگا کہ جنہیں دعوے ہو
لائیں کہکر مرے سہری کی برابر سہرا

سہرا کہ بتقریب نکاح نورِ چشم مولوی ریاض الدین از سرِ ہی روان داشتہ شد

محو نظارۂ نوشاہ ہے ایسا سہرا
ہوش رکھتا ہے نہ سر کا نہ قدم کا سہرا

وہ بھی دیکھے مرے نوشاہ کی انکھیں مالن
ایک نرگس کے بھی پھولونگا بنا لا سہرا

کیا تعجب جو یہ قدمو پہ جھکا پڑتا ہے
تیری پابوسی کی رکھتا ہے تمنا سہرا

یہ مہک باغ کے پھولوں میں کہاں ہوتی ہے
گلِ رخسار نے دولہا کے بسایا سہرا

گر پڑا باندھتے ہی سر سے قدم پر تیرے
غش ہوا دیکھتے ہی جلوۂ زیبا سہرا

رخِ پر نور کے پرتو سے یہ قسمت چمکی
بن گیا ہمسرِ گوہر عقدِ ثریا سہرا

کھل گیا باندھتے ہی فرطِ خوشی سے ایسا
صبح تک جامہ میں پھولا نہ سمایا سہرا

تو نے دیکھا ہے کہیں اور بھی اے مشاطہ
یہ چمکتا ہوا جامہ پہ مہکتا سہرا

نہ وہ فرصت نہ وہ راحت نہ وہ صحبت نہ وہ دل
اور یہ رنج کہ ہمنے ہی نہ دیکھا سہرا

اس تصور سے مگر شاد ہے ہیچوؔ دلِ زار
کہ پڑا جائے عزیز و نہیں ہمارا سہرا

سہرا کہ در اجمیر شریف بتاریخ بست و یکم ماہ صفر روز نکاح نور چشم محمد المعروف بہ ضیا تصنیف کردہ شد ۱۳۱۶ھ

اک جھلک دور سے دیکھیں جو کہیں سہرے کی
لیں بلائیں ابھی آ کے حسین سہرے کی

ہے رسائی رخِ روشن کے قریں سہرے کی
خالی از وجہ تجلی یہ نہیں سہرے کی

گر پڑا پانوں پہ غش کھا کے زہے حسن و جمال
رخ نوشاہ سے آنکھیں جو لڑیں سہرے کی

نکلی ہیں مہر درخشاں کی شعاعیں گویا
رخِ پر نور پہ لڑیاں یہ نہیں سہرے کی

اللہ اللہ رے ہجوم طرب و جوشِ نشاط
کہ شگفتہ ہوئی جاتی ہے زمیں سہرے کی

کیوں نگاہوں سے چھپایا ہے رخ روشن کو
کیا حسینوں سے رقابت ہے جبیں سہرے کی

ایک سے ایک کی زینت ہے یہ معلوم نہیں
سہرہ رونق ہے جبیں کی کہ جبیں سہرے کی

واہ رے اوجِ سخن فیضِ سخن شانِ سخن
آسمان بن گئی رفعت میں زمیں سہرے کی

خشتہ تک نام مہکنے کا نہ لے بھولے سے — سونگھے خوشبو جو ذرا نافہ چین سہرے کی
مونہہ پہ دولہا کے ہر ایک ایک دولہن کے مونہ پر — کہیں گھونگھٹ کی بن آئی ہے کہیں سہرے کی

بیخود ارمان تھا سہرے کا رضا کے اتنا
دل شگفتہ ہوا کلیاں جو کھلیں سہرے کی

سر سراپا یہ خوبی پہ ہے جا سہرے کی — قابل دید ہے تقدیر رسا سہرے کی
قرب رخسار منور سے یہ قسمت چمکی — بڑھ گئی مہر درخشاں سے ضیا سہرے کی
یہ پھبن قامت موزوں کی ہے یا جامے کی — یہ مہک زلف معنبر کی ہے یا سہرے کی
تیرے سر پر یہ بندھا یہ ترے قدموں پہ جھکا — یہ تجلی یہ تعلی ہے بجا سہرے کی
پھول کی طرح مہکنے لگا ایک ایک شجر — لے گئی باغ میں نکہت جو ہوا سہرے کی
مونہہ لگائے اسے تو اور یہ قدموس نہ ہو — اتنی جرات ہے یہ طاقت ہے بھلا سہرے کی
شوق دیدار میں جامہ سے ہوا ہے باہر — اللہ اللہ رے مستانہ ادا سہرے کی
یوں تو سر پر ہے جو فرمائیں شریعت والے — مگر انصاف سے دیکھیں تو ادا سہرے کی

داد کس طرح نہ دیں تجھ کو سخنور بیخود
طرز ہے سب سے الگ سب سے جدا سہرے کی

تجلی سے رخ نوشاہ کی معمور ہے سہرا — سراپا حسن ہے سہرا سراسر نور ہے سہرا
نظر آتی ہے محفل میں تجلی دشت ایمن کی — کہ نخل طور ہے قامت تو شمع طور ہے سہرا
شمیم گیسوئے نوشاہ سے کلیاں مہکتی ہیں — تعجب کیا ہے خوشبو پر اگر مغرور ہے سہرا

سمجھکر شمع پروانے اسی کے گرد ہوجاتے
اگر ہر اہل دل کو اپنے دل سی ہی سوا نوشہ
رخ نوشاہ پر حور جناں کی آنکھ پڑتی ہی
خوشی سے ہو کے بیخود دیوں گر اپڑتا ہی قدمو نپر
شمیم زلف عنبر بار پر سل علی کہتا
گماں تار شعاع مہر کا ہوتا ہے لڑیوں پر
تری دستار پر بند ہکر ترے رخسار پر جھک کر

بھلے کو حاجب نور رخ پر نور ہے سہرا
تو ہر اہل نظر کی آنکھ کا منظور ہے سہرا
بجا ہے گر کہوں تار نگاہ حور ہے سہرا
کوئی سمجھے کہ متوالا ہے یا مخمور ہی سہرا
مگر مقدور گویائی نہیں مجبور ہے سہرا
یہ تابان و درخشان دیدۂ بد دور ہے سہرا
کھلی جاتی ہیں کلیاں اسقدر مسرور ہے سہرا

اگر مقدور ہی بیخود حصول باریابی ہیں
تو نذر خسرو ذیجاہ پالن پور ہے سہرا

سہرا کہ بتقریب شادی مولوی مستنصر علی صاحب خلف مخدومی مولوی نصرت علی صاحب دہلوی مالک نصرت المطابع در کمال عدیم الفرصتی و بی لطفی باصرار مخدوم موصوف نظم کردہ شد

غش نہو دیکھ کے نوشاہ کی صورت سہرا
ہمہ تن دیدۂ مشتاق بنا جاتا ہے
ادج سا اوج ملا ہی ترے سر پر بندہ کر
ہے یہ ابنوہ طرب پھول کھلے جاتے ہیں

پہلے پیدا کرے یہ تاب یہ طاقت سہرا
دید نوشاہ کی رکھتا ہے یہ حسرت سہرا
پانوں پر جھک کے یہ کہتا ہی بمنت سہرا
کر ہی سکتا نہیں اب ضبط مسرت سہرا

قرب گیسوئے معنبر سے معطر ہی نہیں
پر تو رخ سے بنا آئینۂ طلعت سہرا

کب ہوا حسن خداداد کا شہرہ اس سے
پا گیا شکل دلاویز سے شہرت سہرا

قرب روئے خوش نوشاہ میسر ہو اسے
پائے اس درجہ شرف آئے تری قدرت سہرا

بدر پیشانی نوشاہ کا اللہ رے کمال
ہو گیا اور ہی کچھ اسکی بدولت سہرا

دلمیں کہتا ہے کہ یہ پھول ہے کس باغ کا پھول
دیکھتا ہے ترے مکھڑے کو بہ حیرت سہرا

نخل امید سدا یونہیں پھلے اور پھولے
ہو مبارک یہ پئے حضرت نصرت سہرا

دل پریشان زمیں سست زمانہ دشمن
کیا دکھائیگا مرا رنگ طبیعت سہرا

صرف ارشاد کی تعمیل یہ کی بیخود نے
لایق داد ہو یا قابل نفرت سہرا

عرض تردد اضطراب بحضور غوثیت مآب قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مخالف ہے ہوا بحر حوادث کی ہے طغیانی
گھٹا چھائی ہے غم کی کشتی حسرت ہے طوفانی

جدھر جائے نظر آنکھیں دکھاتی ہے پریشانی
پھرا جاتا ہے میرے مزرع امید پر پانی

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

تجھے کہتے ہیں اقطاب زمانہ قطب ربانی
تو ہی ہے غوث صمدانی تو ہی محبوب سبحانی

ببین سویم ز عین لطف در عین پریشانی
بدہ دستے بمن اے دستگیر انسی و جانی

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

تجھے مشکل نہیں شاہا مری مشکل کی آسانی
مبدل شادمانی سے ہوں سب اندوہ پنہانی
جو تو چاہے تو دم میں دور ہو ساری پریشانی
ابھی یہ بوریا ہے فقر ہو تخت سلیمانی

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

ترا دست مبارک دستگیر دستگیراں ہے
تو ہی ہے قطب اقطاب اور تو ہی میر میراں ہے
در دولت ترا ملجا و ماوائے فقیراں ہے
سہارا صرف تیرا ہی مجھے اے پیر پیراں ہے

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

پھریں انکی نگاہیں جنسے تھی چشم کرم مجھکو
زمانہ روز دیتا ہے نیا رنج و الم مجھکو
ملال تازہ سے ہے سامنا اب دمبدم مجھکو
ترے ہوتے ہزار افسوس یہ ایذا یہ غم مجھکو

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

کہوں کیا کسطرح جیتا ہوں اور کیونکر گزرتی ہے
طبیعت ہی ٹھہرتی ہے نہ قسمت ہی سنورتی ہے
یہ عالم ہے کہ گویا ہر بلا مجھپر اترتی ہے
ادہر یہ کس مپرسی سب امیدیں قطع کرتی ہے

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

نکلکر گھر سے جاتی ہی نہیں دم بھر کو بیماری
غم غربت ملال بیکسی اندوہ بے یاری
ہوئی قسمت سے آسانی بھی میرے حق میں دشواری
دل و فگر گرانجانی سر و رنج گرانباری

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی

اغثنی

اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

نہ فرصت ہے نہ راحت ہے نہ دنیا ہے نہ عقبا ہے ۔ دلِ پُر آرزو ہے اور جانِ ناشکیبا ہے
مقدر منحرف ہے مجھسے برگشتہ زمانہ ہے ۔ مری امداد میں اے دادرس تاخیر کیا ہے

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

بھنور میں ہے سفینہ دور ہوں کوسوں کنارے سے ۔ پکاروں کسکو سنتا کون ہے میرے پکارے سے
نہ پاکوبی سے ہوگا کچھ نہ میرے ہاتھ مارے سے ۔ لگے گا پار بیڑا فقط تیرے سہارے سے

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوثِ اعظم المدد یا شاہ جیلا نی

دلِ پُر آرزو پر فوجِ حرمانکی چڑھائی ہے ۔ ملالِ نارسائی ہے غمِ بے دست و پائی ہے
مدد کا وقت ہے مولا دمِ مشکلکشائی ہے ۔ لٹا جاتا ہوں غربت میں دہائی ہے دہائی ہے

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوثِ اعظم المدد یا شاہِ جیلانی

اگر مداح ہے تو دل سے غوث پاک کا بیخود ۔ اگر ہے اس گدا پرور سے خواہانِ عطا بیخود
اگر گھیرے ہے تجکو رنج و اندوہ بلا بیخود ۔ تو رکھنا وردِ لب یہ روز و شب صبح و مسا بیخود

فلک بے مہر و طالع نارسا و دل بحیرانی
اغثنی غوث اعظم المدد یا شاہ جیلانی

رباعیات

مولا مرے بڑا سیہ کار ہوں میں ۔ جو مجھکو سزا ملے سزاوار ہوں میں

کیا

کیا اسکے سوا کہوں میں تجھ سے یارب
غفار ہے تو اور گنہگار ہوں میں

دیگر

دوزخ سے خفا نہ طالب جنت ہوں
عصیاں میں گھرا ہوں قابلِ رحمت ہوں
محشر میں نہ کیجیو مرا پردہ فاش
مولا میں ترے رسول کی امت ہوں

دیگر

یا شاہِ رسل فخر ابو جد ہیں آپ
مخلوق میں خالق کی سر آمد ہیں آپ
ہے ارض و سما میں آپ ہی کا جلوہ
محمود کہیں کہیں محمدؐ ہیں آپ

دیگر

اک تیرے ظہور سے ہے کیا کیا ظاہر
دنیا ظاہر ہے اور عقبا ظاہر
ہے دار و مدار دو جہاں کا تجھ پر
ہوتا جو نہ تو تو کچھ نہ ہوتا ظاہر

دیگر

آئے میرے نبی اور اچھے آئے
اللہ کی شان دیکھو کیسے آئے
آغاز بھی خوب اور انجام بھی خوب
سب سے آگے تھے سب کے پیچھے آئے

دیگر

اچھی سنتے نہ ہم بری کہتے ہیں
جو کہتے ہیں تمکو سب وہ ہی کہتے ہیں
ہے پاسِ شریعت نہیں کہتے کچھ اور
اللہ کا ڈر کر کے نبی کہتے ہیں

دیگر

درج تصدیق کے گہر ہیں صدیقؓ
برج تکمیل کے قمر ہیں صدیقؓ
افزوں ہے ثواب انکا سب سے بیحد
اس وجہ سے افضل البشر ہیں صدیقؓ

رباعیات

حامیِ شریعتِ پیمبر فاروقؓ
زیبِ محراب و زینِ ممبر فاروقؓ
افضل دنیا سے بعد احمدؐ صدیقؓ
صدیق کے بعد سب سے برتر فاروقؓ

دیگر

اعلیٰ و اولے اعز و اکرم فاروقؓ
افضل اقدس اجل و اعظم فاروقؓ
اسلام کی شان غازیوں کے افسر
خالق کے ولی نبی کے ہمدم فاروقؓ

دیگر

ایمان کی جلا و لائے عثمان غنیؓ
عصیاں کی دوا و لائے عثمان غنیؓ
واللہ جو یہ نہیں تو ایمان نہیں
دے سبکو خدا و لائے عثمان غنیؓ

دیگر

دامادِ نبی مثلِ علی ہیں عثمانؓ
شمعِ حرم لم یزلی ہیں عثمانؓ
کیا کیا رتبے خدا نے بخشے ہیں انھیں
غازی ہیں شہید ہیں ولی ہیں عثمانؓ

دیگر

پرنور ہے عرش وہ قمر ہیں حیدرؓ
فخرِ ملک و جن و بشر ہیں حیدرؓ
معلوم ہے بیخودؔ مجھے رتبہ اُن کا
شہرِ علم نبی کے در ہیں حیدرؓ

دیگر

والی حیدر ولی و مولےٰ حیدرؓ
عالی حیدر علی و اعلےٰ حیدرؓ
اللہ اللہ رے عز و جاہ کہ ہیں
ہمنامِ جنابِ حق تعالےٰ حیدرؓ

دیگر

ستای

ساری برکت انھیں کے ناموں کی ہے
جو چیز ہے دنیا میں اماموں کی ہے
دوزخ ہی حسن کے دشمنوں کا مسکن
جنت شبیر کے غلاموں کی ہے

دیگر

کونین کے شاہ شیخ عبدالقادر
سب ذرے ہیں ماہ شیخ عبدالقادر
دن رات وظیفہ ہے یہی بیخود کا
شیئاً للہ شیخ عبدالقادر

دیگر

دل میں ہی نہیں ہے مرے جائے بغداد
آنکھوں میں بھی پھرتی ہے فضائے بغداد
طفلی سے غلام غوث اعظم ہوں میں
پیری میں تو اللہ دکھائے بغداد

دیگر

ہے باب کرم جہاں میں باب خواجہ
دنیا میں نہیں کوئی جواب خواجہ
اے چرخ ذرا سمجھ کے کرنا بیداد
بیخود کے معین ہیں جناب خواجہ

دیگر

دنیا ملجائے مجھکو دیں ملجائے
سب ایک طرف خلد بریں ملجائے
کیا کچھ نہ ملے مجھکو اگر یا خواجہ
گز بھر در دولت پہ زمیں ملجائے

دیگر

تاخیر یہ اے خواجۂ اجمیر ہے کیوں
اب عقدہ کشائی میں یہ دیر ہے کیوں
تیرے خادم کو تیرہ روزی کا گلا
اے نور نبی یہ کیا یہ اندھیر ہے کیوں

دیگر

کچھ بھی نہ کسی سے ہاتھ آئیگا مجھے
ہرگز کوئی دھیان میں لائیگا مجھے

بیخود

خواجہ ترے ہوتے کیا کسی سے مانگوں
توہی دیگا توہی دلائے گا سب مجھے

دیگر

کرتا ہوں جاروب کشی پلکوں سے
لوں کام شب و روز یہی پلکوں سے
اجمیر میں پاؤں آج یہہ اوج اگر
آنکھیں بھی خجل ہوں مری پلکوں سے

دیگر

درگاہ معلے میں بچھاؤں آنکھیں
خدام کا فرش رہ بناؤں آنکھیں
اجمیر میں وقف پائمالی کر دوں
دو کیا ہیں جو دو ہزار پاؤں آنکھیں

دیگر

ناداں ہے اگر دعویٰ دانائی ہے
اور عقل پر پھولا ہے تو سودائی ہے
سر جس نے اٹھایا ہے یہاں مثل حباب
فوراً ہی ابھرنے کی سزا پائی ہے

دیگر

کیوں ہجر میں اتنی بیقراری بیخود
کب تک یہہ فغاں و آہ و زاری بیخود
مونھہ زرد ہے ہاتھ پاؤں سرد اور آنکھیں لال
صورت ہی بدل گئی تمہاری بیخود

دیگر

ہر کس بہ بلائے عشق ربطے دارد
در ملت و دیں چگونہ ضبطے دارد
زاہد بخدا مائل و بیخود بہ بتے
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

دیگر

صوفی بخیال خویش مستم داند
زاہد ہمہ رند و مے پرستم داند
عالم بگماں کہ عالم است و عارف
اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

ہا کہتے ہو

بیمہرو نسے امید عنایت کیسی
ہر دم غم ہجراں کی حکایت کیسی
جب حاصلِ عشق جان کھونا ٹھیرا
او خانہ خراب پھر شکایت کیسی

دیگر

کہتے ہو کہ عادت بھی بدلجاتی ہے
کہتے ہو کہ حسرت بھی نکلجاتی ہے
کہنے ہی پر آگئے تو یہ بھی کہد و
بگڑی ہوئی قسمت بھی سنبھل جاتی ہے

دیگر

احباب ہی کیا شام و سحر روتے ہیں
دشمن بھی تو مرے حال پر روتے ہیں
اللہ رے خارِ رنج و حسرت کی خلش
چھالے مرے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہیں

دیگر

ہوگا نہ عیاں رازِ نہانی سچ ہے
کوئی نہ سنیگا یہ کہانی سچ ہے
قاصد سے چھپاتا ہوں ترے گھر کا پتہ
عشق است و ہزار بدگمانی سچ ہے

دیگر

تم دوست ہو مرے وہ بھی جانی سچ ہے
باور ہے تمھیں میری کہانی سچ ہے
ہر وقت مرے حال کے جویا تم ہو،
عشق است ہزار بدگمانی سچ ہے

دیگر

قطروں کو درِ خوش آب ہوتے دیکھا
ذروں کو بھی آفتاب ہوتے دیکھا
لیکن صد حیف حالِ زارِ بیخود
اسمیں ہی نہ انقلاب ہوتے دیکھا

قصیدہ تہنیت عطائی خطاب جی۔سی۔ایس۔آئی۔ بحضور پرنور سرامدراجہ ہائے ہندوستان عظیم المرتبت رفیع الشان راج راجیشر مہاراجہ دھیراج مہاراجہ جی سری سری سری سردار سنگھ جی صاحب بہادر۔ جی۔سی۔ایس۔آئی فرمانروائے ریاست جودھپور مارواڑ دام اقبالہم

شب گذشتہ یہ ہر شے سے تھی عیاں فرحت — بنا تھا رشکِ وطن میرا عالمِ غربت
مرا تصورِ رنگیں بھی رنگ لایا تھا — کہ ایک میری نظر میں تھی وحدت و کثرت
خوشی تھی عید کی آمد ہے گو محرم کی — عیاں تھی تیرگیِ شب میں مہر کی طلعت
بنا تھا وادیٔ پُرخار غیرتِ گلزار — گیاہ خشک دکھاتی تھی پھول کی نزہت
کہیں تھی پیش نظر آس کے لباس میں یاس — کہیں تھی سامنے رحمت کے بھیس میں زحمت
ملالِ شیب کے بدلے شباب کی سی اُمنگ — ہجومِ غم کی جگہ انبساط کی کثرت
وہ ذرے ذرے میں انوارِ سرمدی کا ظہور — وہ پتے پتے سے ظاہر مظاہرِ قدرت
زبان گنگ اگرچہ بذلہ سنجی تھی — تو پائے شل سے نمایاں تھی برق کی سرعت
نہ اسکو اُس سے تخالف نہ اُسکو اِس سی عناد — بہن بنی ہوئی پھرتی تھیں عسرت و عشرت
وفا سرشت تھے احباب بے سواد دشمن — نشاط بخش تھی کچھ وصل سے فزوں فرقت
یہ ڈھنگ دیکھ کر ششدر تھے دانش و بینش — یہ رنگ دیکھ کے حیرت سی تھی مجھے حیرت

کہ آخر اس روش دہر کا سبب کیا ہے
یہ کیوں بدل گئی ہر ایک شے کی نوعیت

کہا خرد نے کہ تجھ کو ذرا حواس میں آ
سنبھال اپنی طبیعت سنبھال اپنی مت

فضول ہے یہ تحیر یہ انتشار عبث
ہجوم ہے یہ خوشی کا یہ جوشش بہجت

اسی سبب سے ہر ایک بات میں ہے بات نئی
اسی سبب سے ہر اک شے کی ہے نئی حالت

خوشی یہ ہے کہ خداوند بندہ پرور کو
خطاب جی سی ایس آئی ملا ہے اور خلعت

وہ کون خسرو دارا حشم فریدوں جاہ
وہ کون خسرو انجم خدم فلک شوکت

وہ کون جو کہ ہے فرمانروائے مردھر دیس
وہ کون جس کی زمانے میں آج ہی شہرت

وہ جسکا نام ہے سردار سنگھ والا جاہ
وہ جس کا کام ہے ایثار بذل جسکی صفت

سناؤں مدح معلے میں اسکی وہ مطلع
کہ جس کو سنکے کہیں لوگ واہ رے جدت

خدا کی شانِ کریمی جو ہے خود اسکی صفت
وہی ہے بس ترا شیوہ وہی تری عادت

خطاب جو ہے زمانے کو باعثِ اعزاز
یہاں خود اسکو ملی تیرے نام سے عزت

ہر اک غریب کے سر پر اسیکا سایہ ہے
یہ تیرے دامن دولت کی واہ رے وسعت

سنبھال لے جسے تو جسکا تو معاون ہو
مجال ہے کہ پھر اسکی بگڑ سکے قسمت

کسے ملا کسے حاصل کسے نصیب ہوا
ترا وقار ترا دبدبہ تری شوکت

جو تیرے عہد ہمایوں میں ہی وہ کسدن تھی
ترقیِ ہنر و علم و صنعت و حرفت

کسیکو غم سے سروکار ہے نہ فکر سے کام
یہ سکھ ہے تیرے زمانیمیں عہد میں برکت

قطعہ

یہ بگھیاں یہ فرس اور ایسے موٹر کار
کہ جنسے تختِ سلیماں ہو غرقہ حیرت

کسی جگہ کہیں دیکھے سنے نہیں ہرگز
لئے پھری ہے بہت مجھکو گو مری قسمت

قطعہ

یہ تیری شاہ سواری یہ بازیٔ چوگان
تری سواری کے گھوڑوں کی یہ چلت یہ پھرت

جو دیکھ پائے تو حیراں ہو چشم پیر فلک
وہ ترا خیمہ کہ جسکا لقب ہے دَل بادَل
بسانِ گریہ مسکیں گھر و نیں چھپتے پھریں
تو ہے وہ حاتمِ دوراں کہ تیری بخشش سے
ترا وزیر ارسطو منش فلاطوں فہم
دیا ہے جس کو خطاب منسٹری تو نے
ملے ہیں سلطنتِ ہند سے بھی اسکو خطاب
نظیر اسکا بھی کوئی نظر نہیں آتا
ترا کوئی جسے کہتے ہیں سب کوئی راجہ
ترے عزیز و مصاحب ترے مشیر و ندیم
وہ تیری فوجِ ظفر موج اسکے وہ افسر
بس ایک میں ترا مداح ہوں کہ جسمیں ہر
مگر یہ فخر بھی میرے لئے غنیمت ہے
اسی سے نذر کے دنیں نہ ہو سکا حاضر
اب آکے نذر بھی لایا ہوں یہ قصیدہ بھی
بس اب دعا یہ مناسب ہے اختتامِ سخن
الٰہی مہر میں نورِ ضیا رہے جب تک
یہی عروج یہی شاد ماںیاں ہوں مدام
ہمیشہ گلشنِ امید اسیطرح پھولے

جو سن بھی لیں تو مٹے عقل و ذہن کی جودت
فلک ہے دَور میں زینت میں ثانیٔ جنت
جو دیکھ لیں ترے گتونگی شیر زصورت
ہر اک فقیر کی جھولی ہے دامنِ دولت
بلا مبالغہ فیضی و آصفی خصلت
عطا ہوئی جسے جاگیر و منصب و خدمت
خدا نے بھی اسے بخشی ہے دانش و فطرت
ولا سرشت ہے وہ اور تو ولی نعمت
وہ بالیقین ہے پونٹ لارنٹ طہیر صفت
جری و عاقل و دانا و صاحبِ ہمت
اکہ قول ہار گئی جن سے ہمت و جرات
کوئی کمال نہ کوئی ہنر نہ علمیت
کہ لی تو جاتی ہے مجھسے بھی راج کی خدمت
اسی سے رہگیا محرومِ شرکتِ دعوت
قبول ہو تو خوشا عزت و زہی قسمت
کہ طولِ عرض مبادا ہو باعثِ کلفت
رہے یونہیں ترا اقبال مائلِ رفعت
یہی خوشی ہو یہی عیش ہو یہی عشرت
ہمیشہ ایسی ہی افزوں ہو عزت و عظمت

پھلے

تجھے نصیب ہمیشہ ثوابِ بے زحمت | ترے عدو کو میسر گناہِ بے لذت

رہے نگاہ کرم میرے حال پر تیری
یہی خطاب ہے میرے لئے یہی حشمت

نامۂ شوق کہ فرمائش یکے از احباب و جان باختۂ عشق خانہ خراب بنام یکے از خارتنگران متاعِ صبر و شکیب منظوم گشت

اے مہ آسمانِ زیبائی
اے گلِ بوستانِ رعنائی
اے طبیبِ مریضِ مہجوری
اے بہارِ ریاضِ ناز و ادا
مجھکو تیری ہی گفتگو کی قسم
تیری آوازِ جاں فزا کی قسم
تیری شوخی تری ہنسی کی قسم
تری بیداد کی جفا کی قسم
اپنے حرمان و آرزو کی قسم
اپنے اندوہ و رنج و غم کی قسم
اپنی جان و دلِ حزیں کی قسم
اپنی فریادِ نارسا کی قسم

جانِ خوبی جہانِ زیبائی
شوکتِ حسن شانِ رعنائی
داروئے دردِ خستۂ دوری
زہرہ وش ماہ چہرہ مہر لقا
تیری عادت کی تیری خو کی قسم
ناز و اندازِ دل ربا کی قسم
تیری تمکین و خامشی کی قسم
چھیڑ کی شرم کی ادا کی قسم
کوشش و سعی و جستجو کی قسم
یاس کی آس کی الم کی قسم
چاک داماں و آستیں کی قسم
داغِ دل دردِ لا دوا کی قسم

جب سے دیکھی ہے وہ پری صورت — ہو گئی دل کی اور ہی صورت
اب کسی بات کی خبر ہی نہیں — اب کسی حال پر نظر ہی نہیں
شغلِ آہ و فغاں ہے اور میں ہوں — دردِ دل کا بیاں ہے اور میں ہوں
غم تاب آزما ہے اور میں ہوں — شوقِ حسرت فزا ہے اور میں ہوں
گریہ بے اثر ہے اور میں ہوں — دردِ دل دردسر ہے اور میں ہوں
اشکباری ہے آہ و زاری ہے — بیقراری سی بیقراری ہے
سوزِ ہجراں و آتشِ غم سے — سینہ کچھ کم نہیں جہنم سے
دلمیں گھر کر گئی پریشانی — بس گئی ہے نظر میں حیرانی
ہوش میں آؤں آ نہیں سکتا — آپ سے جاؤں جا نہیں سکتا
نالے کھینچوں تو شان جاتی ہے — دل کو تھاموں تو جان جاتی ہے
کچھ کہوں تو کہا نہیں جاتا — چپ رہوں تو رہا نہیں جاتا
دل سنبھلتا نہیں سنبھالے سے — غم نکلتا نہیں نکالے سے
کسی پہلو سے کل نہیں آتی — مر رہا ہوں اجل نہیں آتی
درد اٹھتا ہے سانس لینے میں — جان آتی ہے جان دینے میں
جوشِ وحشت ہے مہماں دلمیں — صبر کو اب جگہ کہاں دلمیں
شعر گوئی کا اب وہ ذوق کہاں — بذلہ سنجی کا دل کو شوق کہاں
وہ طبیعت وہ مشغلے ہی نہیں — وہ امنگیں وہ ولولے ہی نہیں
بیقراری بٹھائے دیتی ہے — ناامیدی مٹائے دیتی ہے
چشمِ تر اشک خوں بہاتی ہے — آہِ سوزاں دھوئیں اڑاتی ہے

داغ کھاتا ہوں اشک پیتا ہوں
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں

ہے نظر میں وہ نور کا عالم
اور وہ کبر و غرور کا عالم

بھولی بھولی وہ دلربا باتیں
دلبری کی وہ سیکڑوں گھاتیں

بے چلے پائمال کر دینا
بے چھری کی حلال کر دینا

پردہ پردہ میں کچھ سنا جانا
آنکھوں آنکھوں میں کچھ جتا جانا

شعر سنکر وہ مسکرا دینا
کبھی گردن ذرا ہلا دینا

کبھی کہنا کہ واہ کیا کہنا
کبھی کہنا کہ آہ کیا کہنا

وصل کا نام سنکے شرمانا
اپنی تعریف سنکے اترانا

شکوۂ جور پر خفا ہونا
وہ بناوٹ سے بے مزا ہونا

الغرض محشر خیال ہوں میں
وقفِ رنج و غم و ملال ہوں میں

ضبطِ آہ و فغاں کی تاب نہیں
شرحِ سوزِ نہاں کی تاب نہیں

گم کیا دل کی جستجو نے مجھے
کھو دیا پاسِ آبرو نے مجھے

مصلحت یہ ہے گر کہا مانو
میرے ملنے کو مغتنم جانو

غیر کی جستجو سے باز آؤ
نام کی آرزو سے باز آؤ

حسن یکساں کبھی رہا نہ رہے
سب کو ارماں کبھی رہا نہ رہے

قدر دانِ ستم کہاں مجھ سا
وقفِ رنج و الم کہاں مجھ سا

بے ریا باوفا کہاں مجھ سا
محوِ حسن و ادا کہاں مجھ سا

بے دل و بے جگر کہاں مجھ سا
ذی مروت بشر کہاں مجھ سا

شعر گو خوش بیاں کہاں مجھ سا
نکتہ رس نکتہ داں کہاں مجھ سا

جو رہنے میں شاد میں ہی تو ہوں
عاشقِ نامراد میں ہی تو ہوں

شانِ عجز و نیاز میں ہی تو ہوں
جانِ عجز و نیاز میں ہی تو ہوں

ہمہ تن اشتیاق میں ہی تو ہوں
پائے مالِ فراق میں ہی تو ہوں

خستہ جاں دل فگار میں ہی تو ہوں
بیخود بے قرار میں ہی تو ہوں

خوش جمالوں میں دھوم ہے میری
نازوالوں میں دھوم ہے میری

سچ ہے لیکن خدا یہ سچ نکرے
اسپہ مرتے ہیں سب یہ ہمہ مرے

اور جو اس کی نہیں تمھیں پروا
پھر نہ کہنا کہ کوئی کہتا تھا

اشعارِ متفرقات

جو ہوا خوب ہوا بخت سے چارا کسکا
جو کیا خوب کیا تم پہ اجارا کسکا

ہم ہیں اور کشتیِ طوفان زدہ وسیلِ بلا
خضر و الیاس کہاں اور کنارا کسکا

برچھیاں دلمیں لگاتی ہیں ہماری آہیں
چٹکیاں سینہ میں لیتا ہے اشارا کسکا

دیگر

شکوۂ جور و جفا سنکے یہ فرماتے ہیں
پھر تو کہئے کہ ہمیں آپ نے جانا کیا تھا

کھیل تھا عشق مرا کوئی تماشا تھا میں
اسکو کیا سمجھے ہوئے تھے مجھے جانا کیا تھا

بیخودی کھو کے لئے سیر ہزاروں جھگڑے
بیخودِ محو تجھے ہوش میں آنا کیا تھا

دیگر

گر تو نہیں تو دلمیں ترا غم مکیں رہا
مہمان سے یہ گھر کبھی خالی نہیں رہا

بیاکیاں یہی ہیں کسیکی تو اب ضرور
کسو وقت مجھ سے پوچھنے بیٹھے ہیں عالم
صبح وصال مجھ سے یہ کہنا کسیکا ہائے

دلمیں تصور نگہہ شرمگیں رہا
جب کوئی مدعا مرے دلمیں نہیں رہا
کیوں اب تو مدعا کوئی دلمیں نہیں رہا

دیگر

دل خون ہو کے جلوۂ رنگِ بدن ہوا
بدلیں ہوائیں ابرِ سیہ قطرہ زن ہوا
وہ دل جو مسکنِ طرب و عیش تھا کبھی
سینہ میں آکے حسرت و غم قید ہو گئے

پژمردگی سے غنچہ بہار چمن ہوا
میں کیا کہ اب تو شیخ بھی توبہ شکن ہوا
اب درد کا جہان تعلق کا وطن ہوا
مونھ سے نکل کے نالہ غریب الوطن ہوا

دیگر

ان گیسوؤں والوں نے بہت جال بچھائے
کیا پیشِ نظر تھی مری بیتابیِ فرقت
او مست تغافل ترا اللہ رے تغافل
اب ہجر کا رونا ہے عبث حضرت بیخود

میرا دلِ رم خوردہ تہِ دام نہ آیا
کیوں آج سحر تک انھیں آرام نہ آیا
محفل میں تجھے یاد مرا نام نہ آیا
آغاز میں اندیشۂ انجام نہ آیا

دیگر

لئے تو جاتے ہو تم ہم سے چھین کر لیکن
عذاب قبر کی اک دھوم ہے زمانے میں
نعیم خلد کی سب سچ سہی مگر واعظ
یہ راز عشق ہے سینے اگر چھپا بھی لیا
کوئی کسی پہ ستم بے سبب نہیں کرتا

ہزار فتنے اٹھینگے یہ دل جہاں ہوگا
مگر زمیں کے نیچے بھی آسماں ہوگا
بڑا عذاب تو یہ ہے کہ تو وہاں ہوگا
یہ آپ کی نگہِ شرم سے عیاں ہوگا
کسی کے چاہنے والوں میں آسماں ہوگا

محروم دردِ عشق سے رہتے ہیں کم نصیب
اُنکے زہے نصیب جنھیں ہے الم نصیب

ہوگی بسر کبھی تو یہ بیتابیوں کی رات
ہوگا کبھی تو روزِ وصالِ صنم نصیب

یہ خوبیاں ہیں میرے مقدر کی ہمنشیں
ہوتے ہیں ورنہ کسکو بتونکے ستم نصیب

کس فکر میں ہو حضرتِ دل کیا خیال ہے
توبہ کرو رقیب سے بدلینگے ہم نصیب

دیگر

یہ تنگ ہوں دلِ ناشاد سے کہ اسکے لئے
دعا بھی مونہ سے نکلتی ہے بد دعا ہو کر

قرارِ صبر و سکوں اٹھ گئے مرے دلسے
تری وفا تری الفت تری حیا ہو کر

وہ وصل میں مرا اصرار ہمکناری ہائے
وہ میرے ہاتھ جھٹکنا ترا خفا ہو کر

وہ رندِ مشربِ مے نوش حضرتِ بیخود
سنا ہے کعبہ کو جاتے ہیں پارسا ہو کر

دیگر

مجھکو دعوے نہیں دل لیکے مکرتے کیوں ہو
جان دو بھر ہے مجھے قتل سے ڈرتے کیوں ہو

بے اثر ہے مری فریاد تو ڈرتے کیوں ہو
کچھ اثر کر گئی دل میں تو مکرتے کیوں ہو

مجھسے پوچھو نہ اگر میری پریشانیِ دل
گیسوؤں نسے تو پوچھو کہ بکھرتے کیوں ہو

مجھسے کہتے ہیں تمھیں حور تو ملنے سے رہی
جان کیوں کھوتے ہو پھر جیسے گذرتے کیوں ہو

شبِ وعدہ کوئی ان گیسوؤں سے یہ تو کہے
دو گھڑی بعد بگڑنے کو سنورتے کیوں ہو

دیگر

پاؤں کٹنے پر بھی تیری جستجو جاتی نہیں
دل گیا لیکن یہ کافر آرزو جاتی نہیں

نازِ بلبل کو شمیمِ گل پہ کیوں ہے باغ میں
کیا وہاں تک بوئے زلفِ مشکبو جاتی نہیں

چال سے انکی زمانے میں قیامت ہے، گر
شرم کے مارے انھیں کے روبرو جاتی نہیں

دیگر

کوئے بتانکی ہے کہ یہ کوئے مغانکی ہے — باد صبا میں آج مہک یہ کہانکی ہے
مدفن یہیں بنیگا یہیں خاک ہونگے ہم — اچھی کہی کہ جلئے مٹی جہانکی ہے
حاضر ہے سر بھی تیغ بھی یہ بیگناہ بھی — اب کیا ہے دیر جے میں اگر امتحانکی ہے

دیگر

عدو بھی غم عشق کا مدعی ہے — مگر دل لگانا بھی اک دلگی ہے
مری دوستی سے اُو نہیں دشمنی ہے — زمانے میں نیکی کا بدلا بدی ہے



خاتمۂ دیوان از مصنفِ عفی عنہ

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

اے میرے ازلی رفیقو۔ یعنی خیالاتِ پریشان ۔ اے برسوں میرے دماغ اور سینے پھر مدتوں سفینے میں رہنے والے شفیقو۔ یعنی مقالاتِ بے ترتیب وبے عنوان ۔ خدا جانے تم بُرے تھے یا بھلے۔ اپنے تھے یا پرائے مگر بہرحال میری دل لگی کے سامان تھے ۔ اور میرے دردِ دل کے درمان میری خلوت کے انیس تھے تو تم۔ اور جلوت میں جلیس تھے تو تم۔ فراق ہو یا وصال ۔ مسرت ہو یا ملال ۔ تم ہر وقت میرا دل بہلاتے ۔ میرا دُکھ بٹاتے رہے۔ تم نے طبیعت کو موزونی دی۔ بیان کو رنگینی ۔ گزارش کو نمکینی عنایت کی۔ نگارش کو شیرینی۔ تمھاری بدولت میں کہاں کہاں پونھچا۔ تمھارے صدقے میں ان آنکھوں نے کس کس کو اور کیا کیا دیکھا۔ تمھارے طفیل سے میں فصحا کے جلسوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تمھاری مہربانی سے خوش بیانوں میں میرا خیر مقدم ادا کیا گیا۔ ناکامی میں تمنے راحت دی۔ گمنامی میں تمنے شہرت دی اور باایں ہمہ افسوس ہے کہ نہ مجھ سے تمھاری قدر ہوئی نہ میں تمھاری وہ خدمت کرسکا جسکے تم مستحق تھے۔ نہ میں نے تمھیں سینت سنبھال کر رکھا۔ نہ عام طور پر

رسالوں کے ذریعے سے تمھیں تماشائے عالم و اہل عالم کرنے دیا۔ بلکہ عیب کیطرح دبایا۔ شمائل نامطبوع کی صورت چھپایا۔

الحاصل میں تم سے نادم اور بہت نادم ہوں کہ تمنے ترپن برس تک سفر و حضر غربت وطن میں میرا ساتھ دیا۔ اور میں تمکو حلیہ طبع سے محلے کر کے مبارک یا پیارے پیارے ہاتھوں حسین اور حسن شناس آنکھوں تک نہ پونہچا سکا مگر میری مجبوریاں میری ناچاریاں کیا تم سے پوشیدہ ہونگی؟

دیکھو ۱۳۱۲ھ ہجری میں تمھاری ترتیب و تدوین کے بعد مراۃ الخیال تمھارے مجموعے کا میں نے نام رکھا۔ اور میرے بعض احباب نے تمھارا نام روشن کرنے کے لئے تاریخیں اور تقریظیں بھی عنایت کیں۔ مگر تم جانتے ہو کہ تمھارے انطباع میں کچھ نہ کچھ موانع پیش آتے ہی رہے۔ اور اُسکے بعد بھی جب کبھی تمھیں سیر دنیا کی رخصت دینے کا خیال آیا تو کوئی نہ کوئی اڑنگا لگتا ہی رہا۔ ہائے کیسے کیسے سخن سنج احباب راہی فردوس بریں ہو گئے۔ افسوس کس کس بامذاق و طبیعت دار اور عزیز نے فراقِ دائمی کا داغ دیا۔ اور استاد مرحوم و مغفور کے انتقالِ پرملال نے تو نظم ہی کیا۔ زندگی سے بھی بیزار کر دیا۔

ہائے فصیح الملک مرحوم۔ تم زمانے کی ظاہر میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو ہو جاؤ مگر تمھارا داغ تمھارے خادم بیخود بدایونی کے دلسے نہیں مٹ سکتا۔ زمانہ تمھارے دیوانوں کو دیکھ دیکھ کر لطف سخن اٹھا رہا ہے۔ اور یہ تمھارے مصرعے مصرعے میں تمھاری زیارت کر رہا ہے

تمھارا داغ مٹتے مٹتے اسکے دل کے ساتھ ہے اور خدا چاہے تو مرنے کے بعد بھی یہ تمھارا خادم ایک محفل اقدس بلکہ بزم قدسی میں تمھارے ساتھ بار یاب حضوری ہوگا۔ کیونکہ خود بڑی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم زبان گوہر فشان سے ارشاد فرما گئے ہیں کہ اَنتَ مَعَ مَن اَحبَبتَ۔ دوسرے جن کے تم مداح تھے۔ تمھارا یہ خود بھی انھیں کا نام لیوا اور ثناخوان ہے ستمنے فرمایا ہے کہ ؎

یہ دل محبوب سبحانی کے صدقے ۔۔۔ محی الدین جیلانی کے صدقے
مرے دل پر چلے وہ خنجر عشق ۔۔۔ ملک ہوں جسکی قربانی کے صدقے
تمھاری ذات سے ہے نظم عالم ۔۔۔ جہاں بانی کے سلطانی کے صدقے
نثار قبۂ انور مہ و مہر ۔۔۔ فرشتے قبر نورانی کے صدقے
تمھارے لطف پنہانی کے قربان ۔۔۔ تمھارے فیض روحانی کے صدقے
سبک روحی ہیں کب ہے لذت درد ۔۔۔ دم بسمل گرانجانی کے صدقے
یہ زیبا ہے جو ہوں لوح و قلم بھی ۔۔۔ تمھارے اسم لاثانی کے صدقے
یہ دل ہو اور جوش قلزم عشق ۔۔۔ یہ کشتی موج طوفانی کے صدقے
فدائے شمع پروانہ ہو اے داغ ۔۔۔ ہم اپنے قطب ربانی کے صدقے

اسی طرح وقت حضوری درگاہ فلک بارگاہ اجمیر شریف میں فرمایا تھا کہ

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز ۔۔۔ یا واقف راز خفی و جلی سلطان الہند غریب نواز
آگاہ ہو میرے حال سے تم گم کردہ خرد ہوں ہوش ہیں گم ۔۔۔ دشمن میں پڑے آزار دہی سلطان الہند غریب نواز
فریاد تمھیں سے ہے میری تکلیف سہی کیسی کیسی ۔۔۔ ہو داد طلب کی داد رسی سلطان الہند غریب نواز
مونھ عیش و طرب نے پھیر لیا دن رات کے غم نے گھیر لیا ۔۔۔ سب دور ہوں میرے رنج دلی سلطان الہند غریب نواز

ل

دل اور جگر خمخانۂ عشق انکھیں ہوں میری پیمانۂ عشق — اے عاشقِ ۲ر خدا و نبی سلطان الہند غریب نواز
لائی ہے مجھے امید کرم اس خاک کی اس در کی ہے قسم — آیا ہوں پئے حاجت طلبی سلطان الہند غریب نواز
کیا میری زباں کیا میرا بیاں ہیں سیکڑوں تم پر قرباں — کہتے ہیں ملک بھی تمکو یہی سلطان الہند غریب نواز
یہ داغ کہاں تک رنج سہے تمسے نہ کہے تو کس سے کہے — تم آلِ نبی اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

تمہارا بیخود انھیں حضور غوثیت ظہور رضی اللہ عنہ سے یوں استغاثہ کرتا ہے

آسماں درپئے بیداد ہے غوث الثقلین — وقتِ نصرت دم امداد ہے غوث الثقلین
جسکے پرتو سے ہوں دل ہائے بشر نورانی — وہ ترا حسن خداداد ہے غوث الثقلین
فیض سے اسکی ہے معمورۂ عالم معمور — رونق عالم ایجاد ہے غوث الثقلین
محی دین نبوی اس کا لقب زیبا ہے — نام روشن کن اجداد ہے غوث الثقلین
جتنے مرشد ہیں سمجھتے ہیں وہ مرشد اپنا — واہ کیا صاحبِ ارشاد ہے غوث الثقلین
اب وہ ہیں جن کا وظیفہ ہے ترا اسم شریف — دل وہ ہے جسمیں تری یاد ہے غوث الثقلین
آپکا بندہ ہوں اور غم سے پراگندہ ہوں — حیرت افزا مری روداد ہے غوث الثقلین
سب کو بھولا ہے تری یاد میں بیخود تیرا — اِک فقط نام ترا یاد ہے غوث الثقلین

اور خواجہ خواجگان خواجہ ولی الہند رضی اللہ عنہ کے آستانے پر یوں صدا لگاتا ہے

اے عون و معینِ شاہ و گدا سلطان الہند غریب نواز — اے عقدہ کشا کے عقدہ کشا سلطان الہند غریب نواز
ہر اک کی مدد ہے کام ترا الطاف و کرم ہے عام ترا — مشہور جہاں ہے نام ترا سلطان الہند غریب نواز
جو مجھکو ملا وہ تمسے ملا جو مجھکو دیا وہ تمنے دیا — تم ابرِ عطا تم بحرِ سخا سلطان الہند غریب نواز
دلبندِ حسینؑ و جانِ حسنؑ فرزندِ علیؑ مخدوم زمن — مطلوب نبی مرغوب خدا سلطان الہند غریب نواز
سن بہر خدا فریاد مری ہوں داد طلب دے داد مری — والا گہرا فریاد رسا سلطان الہند غریب نواز

پامالِ غم و آلام ہوں میں محروم ہوں میں ناکام ہوں میں
اے وا اسفا اے وا اسفا سلطان الہند غریب نواز

للہ مری امداد کرو ناشاد ہوں مجھکو شاد کرو
اے پشت و پناہ خلقِ خدا سلطان الہند غریب نواز

تم چشم و چراغ شاہِ امم تم شان عرب تم جانِ عجم
تم کانِ کرم تم بابِ عطا سلطان الہند غریب نواز

ہے تجھپہ عیاں سب حال مرا کچھ شانِ کرم مجکو بھی دکھا
کہتا ہی تجھے ہر شاہ و گدا سلطان الہند غریب نواز

منجدھار میں ہوں طوفان ہے بپا چھائی ہے گھٹا بگڑی ہی ہوا
بیکس کا سفینہ پار لگا سلطان الہند غریب نواز

بیخود سے تغافل یوں تا کے یہ کچھ نہ سہی مداح تو ہے
دے اسکو ثنا خوانی کا صلا سلطان الہند غریب نواز

بھلا ایسے متحد الخیال استاد و شاگرد ایسے متفق الاعتقاد مخدوم و خادم کی ان سخی ابن سخی سرکاروں اور ایسی داتا سرکاروں میں پرسش و شنوائی نہ ہوگی۔ نہیں ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اور تمہارا خوشہ چیں نہ کہ تمہارا جانشیں بیخود تمہارے فیض صحبت سے وہاں بھی مستفیض ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ وَمَا احسن قولکَ وللّٰہِ درکَ

لذتِ سیر دگر چشم تمنا لیگی
ایکبار اور بھی دنیا ابھی پلٹا لیگی

افسوس میں کیا کہتا تھا اور کیا کہنے لگا۔ میری بیخودی مجھے کہاں سے کہاں لے گئی۔ مگر اے میرے دیرینہ غم گسارو ایک یہی میری بیخودی بھی تمہاری خبرگیری میں تساہل و تکاہل۔ تعویق و تعمیق کا باعث ہوتی رہی ہے۔ اسکے سوا کثرت کار و ہجوم افکار بھی بقول حضرت استاد مرحوم ؎

نہ ہنسنا ہی طریقے کا نہ رونا ہی سلیقے کا
پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا

علاوہ ازیں اے میرے ہم نفسو۔ تم نے طوائف الملوکی دیکھی ہوگی جو دار السلطنت سخن کے اورنگ نشیں آخریں یعنی فصیح الملک مرحوم کے اٹھ جانے سے انکی مملکت سخن میں برپا رہی۔ تلامذہ میں جسکو دیکھو ظاہراً باطناً

اُستادی وجانشینی کا دعویدار متبعین ومقلدین میں جسکی سنوانا وَلا غیری کا مدعی
بن گیا۔

اس ہنگامے۔ ایسے آشوب اس طوفانِ بدتمیزی میں بھلا بیخود جیسا
کس مپرس۔ ہیچمیرز۔ صلح کل مرنج ومرنجاں۔ ناقص الاستعداد۔ خام طبیع
قصباتی۔ دنگل میں اتر سکتا تھا۔ اور جب تو کیا اب بھی یہ اتنی جرات نہیں
رکھتا۔ بلکہ آئندہ بھی بذات خود بیخود کو اتنی ہمت نہ ہوتی۔ مگر گزشتہ فروری
میں جب کئی جواں مرگ عزیزوں کے داغ پر داغ کھاکر وطن سے جودپور
آتے ہوئے دہلی میں چند اپنے خواجہ تاش بھائیوں ونیز دیگر ارباب سخن
وماہرین فن سے ملنا نصیب ہوا۔ تو بہت سے مایہ دارانِ سخن نے بیخود
کے حال پر حد سے زیادہ توجہ۔ امید سے بڑھ کر تمہاری قدر فرمائی۔
خاص کر گنجینہ دار نقود معانی۔ صدر نشین انجمن شیریں کلامی وشیوہ بیانی
بدیہہ گو۔ برجستہ بند خوش فکر قادر الکلام امیر ابن امیر سائل نام نے جنکو
اُستاد مرحوم سے تلمذ کے سوا نسبت فرزندی بھی حاصل ہے اور جو دہلی میں
تمھارے بیخود کے میزبان بھی تھے بیخودی کو خود نمائی وخود پسندی سے
مبدل کرنے میں کوئی کسر ہی نہ اٹھا رکھی۔ خاطر داریاں سی خاطر داریاں کیں
مُداراتیں سی مُداراتیں۔ حتے کہ آدھے آدھے دن ساری ساری راتیں
آنکھوں میں بسر کرکے تمکو سنا۔ اپنا کلام سنایا۔ دوسرے حضرات
کا سنوایا۔ شفیقی حضرت اخلاق وسید بدر وبشیر۔ ذبیح وعلیم۔ بسمل ومضطر
قمر۔ مشتاق۔ نثار ونادر وغیرہ رمز شناسان سخن کے مجمع میں تمھارے بیخود کو

جانچا - تمکو - پرکھا - من بعد تمھیں آزادی کی ہوا کھلانے پر اصرار کیا۔
اسی طرح جب اپنے ہم مذاق اپنے ہم تخلص - جانِ فصاحت شانِ بلاغت - کامل فن آبروئے سخن سرمایۂ نازش زبان دہلی مخدومی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود دہلوی - تلمیذ رشید جہاں استاد مرحوم سے نیاز حاصل ہوا - تو انھوں نے بھی قدر افزائی و کرم فرمائی کے ساتھ ہمت بندھائی اسکے سوا عطوفتی و محتشمی جناب مولانا سید دلاور علیصاحب طرزی مدظلہ متوطن ہاپوڑ و سابق ... ریاست الور نے دہلی میں - مخدومی و مخدوم زمن جناب حکیم سید محمد حسن صاحب حسن تلمیذ و خلف الرشید حکیم سید منور علیخانصاحب - آشفتہ (ارشد تلامذہ حکیم محمد مومن خانصاحب مومن دہلوی) نے الور میں تمھارے چھپوانے کی تاکید فرمائی۔
القصہ اتنے ارشاد - اتنے اصرار ایسے نہ تھے کہ جنکی تعمیل سے سرتابی کرسکوں - ادہر مجبی شیخ امیر الدین بدایونی جیسے خوشنویس محض میری خاطر و محبت سے میرے ساتھ چلے آئے - لہذا اب میں انھیں کے ہاتھ سے تمھیں تازہ و زیبا کتابت کا لباس پہناکر مطبع میں بھیجتا ہوں - جہاں مکرمی معظمی حضرت منسرت تمھاری خبرگیری کرینگے - اور جہاں سے نکلکر تم قدردانوں نکتہ چینوں - فصاحت پسندوں معانی آفرینوں - حسن شناسوں عیب بینوں غرض ہر قسم اور ہر ایک مذاق کے حضرات سے مل سکوگے - و ہذا الفراق بینی و بینکم - واللہ معکم اینما کنتم۔
جانتا ہوں بلکہ دیباچے میں اشارۃً لکھ بھی چکا ہوں کہ زمانے میں

اعتراض کرنے اور الزام لگانے والے بہت ہیں۔ داد دینے اور لطف اٹھانے والے کم۔ مگر ہر چہ بادا باد۔

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان شورافزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیٰہا

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علےٰ حبیبہ سید المرسلین و خاتم النبیین وآلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین و اولیاء امتہ اجمعین۔

محمد عبد الحی بیخود غفر اللہ لہٗ

۲۰ رجون ۱۹۸۰ء

تقریظ و تواریخ

تقریظ نتیجہ فکر از مخدومی و مخدوم زمن جناب حکیم سید محمد حسن صاحب حسن دہلوی مقیم لکھنؤ خلف جناب حکیم سید منور علی خاں صاحب مرحوم آشفتہ تخلص ارشد تلامذہ حکیم محمد مومن خاں صاحب مومن دہلوی مرحوم

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول

اسکے یہ معنی ہیں کہ پیکر بند عجوبہ طراز کے ہاتھ سے جتنی تکرار اور مشق نقوش کی بڑھتی جائیگی اتنی ہی خوبیاں نقوش میں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی جائینگی مرقع عالم میں بدو نمایش سے جتنی نظمی تصویریں نقاش فکر رسا کی کھنچی ہوئی دیکھنے میں آئیں۔ یوں تو انکا کیا کہنا۔ آنکھ ناک اچھی چھپ تختی درست بناؤ سنگار خاصہ سرسری نظر فریب۔ بازاری دلکش مگر اپنی نظر امتیاز میں بےچنے کے گوں کہاں۔

ہم جسپہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور

ساری عمر پیکر کدۂ نظم کی نظر بازمیں ٹھوئی انداز و ادا۔ تناسب اعضا ملبوس موزوں۔ وضع مطبوع۔ سراپا دلچسپ ایسی جامعیت کیساتھ

کہ ہوس تماشا سوز۔ دیکھا بھالی۔ تاک جھانک کی دشمن۔ ٹٹول۔ تلاش کی غارت گر ہو۔ کوئی صورت آنکھ سے نہ نکلی عطش تماشا بڑھتا رہا۔ جستجو کی چیٹک دلکو لگی رہی بالاخر جوئندہ یابندہ۔ ورق گردانی صبح و شام کی بدولت اسی پیکرستان خیالی میں ایک سحر سراپا تمثال۔ بمثیل و بیمثال تردستی نقاش فکرت کی شاہد عادل مثبت یکتائی بحسن دلایل۔ بصارت پیرا بصیرت فروغ۔ ہمہ تن زیب۔ سراپا جمال موسوم بہ مراۃ الخیال ایسی نظر آئی۔ جسے دیکھکر چشم تماشا دوست کو سیری۔ جگر تشنہ کو سیرابی حاصل ہوئی۔ نگہ آوارہ گردنے پس از مدت دراز آسودگی سے پاؤں پھیلائے تلاش کو تسکین ملی۔ جستجو مطمئن ہوئی۔

معلوم ہوا کہ رشامہ فکر کی یہ نادرہ کاری دستیاری قلم جادو رقم ناظم بہیں فکر۔ مہیں خیال۔ شستہ تلاش۔ شگرف بند برجستہ گو فصاحت و بلاغت پایہ۔ زرانت رشاقت سرمایہ خوش رو۔ خوش کلام بیخود تخلص مولنا و بالفضل اولنا مولوی عبدالحی نام سے ہے واہ واہ ماشاءاللہ۔ وعلیک عین اللہ۔ کیا پاکیزہ نظم ہے۔ خیالات کی بلندپروازیاں اچھوتی معانی و مضامین بندیاں۔ زبان کی خوبی۔ محاورات کی خوش اسلوبی کس کس چیز کی تعریف کیجئے۔

حسن ہرزہ نوا کو اگر با فوق تصور مدحت سرائی سے اطناب مل کا کھٹکا نہ ہوتا اور حوصلۂ تحریر و تقریر اعتراف بعجز و قصور نہ کرتا تو خدا جانے کیا کچھ کہتا اور کیا کچھ لکھتا زندہ باش و خوش باش۔

تقریظ نتیجہ فکر مکرم ہیچمدان جناب سید صغیر حسین خان صاحب نصنا واسطی بھیروی خلف خان بہادر سید نعمت علیخان صاحب نصنا مرحوم سابق دیوان وجاگیر دار علاقہ راج سروہی

چراغ ماچہ زیب و فر دہد محفل سرائے را
کہ قندیل مہ و مہرش فلک در روزن آویزد

ہنگامیکہ سایہ عاطفت پدرم غفران پناہ طاب ثراہ بر سرم بود و فارغ از غم ایام زندگانی میکردم در سروہی (کہ حالا معمورہ اش در نظرم از ویرانہ بیش نیست) ہمہ اسباب کامرانی فراہم داشتم سامانِ طرب و سرور مہیا بود و عیش و عشرت مہنا روز را دوشادوش گلرخانِ سیم اندام شام میکردم و شب را ہم آغوش پری رخانِ ماہ سیما بام - ہیچگہ دستم بے جام و کنارم بے دلآرام نبود - ایام حیات در کامرانی میگزرانیدیم و پیاپے جام ہائے دوستگانی می پیمودیم - نہ بیم رقیب بود نہ اندیشۂ اغیار - ہمہ وقت سیر چمن بود و گلگشت گلزار در ہمان خجستہ آوان با جوانے شیوا بیان شیرین زبان کہ بلبل دستان سرائے گلستانِ سخن است و طوطی شکر خائے بوستان معانی سبز بیت دیوان فصاحت - و ناخدائے سفینہ بلاغت - کالبد نظم را روح روان - و ہیولائے نثر را تاب و توان -

شناسائے رموز خوش بیانی
ادب آموز ارباب معانی

کان مروت مخزن فتوت صدیقی نسب والاحسب صافی مشرب فخر الانامی ۔ کہ مولوی محمد عبدالحی نام نامی دارد و بیخود تخلص گرامی بتقاضائے آبشخورد وارد برخدمت جودھپور ڈیشیل آفیسر مامور شد باہم آشنا شدیم انجام آشنائی بدوستی و دوستی بہ یگانگت کشید در ہماں مقام وصین قیام کہ مذکور شد۔ ہنگام صحبت ہرگونہ حرف و حکایت میرفت واکثر اوقات بہ شنیدن نظم شیریں ونثر نمکین از نتایج طبع وقاد شر خوش میگزشت ۔ در روزے چند چنانکہ رسم زمانہ است آں صحبت برہم خورد وانجمن ازہم باشید۔ آں دوست فرزانہ رخت ازاں طوفان بے تمیزی بیرون کشیدہ در دارالسرور جودھپور آرام گرفت وعہدۂ اسپشل مجسٹریٹ مارواڑ راکارفرما آمد۔ بندہ ہم از دست مردمانی کہ دیروز نشیم بہ کلاہ وموزہ بہ پانداشتند وامروز محض بدستگیری پدرم علیہ الرحمہ والغفران وسلوک ایں کمینہ آفرینش یزداں۔ بہ خانی وترخانی رسیدہ اند۔ ستوہ آمدہ۔ درکنارہ گرفتن ازاں سرکار کہ از حقوق خدمات پدر مغفورم گرانبار ست ۔ حفظ آبرو دانستم۔ افسوس در سروہی حقوق خدمات مارا بعقوق و زحمات احسان مارا بکفران پاداش دادہ آمد۔ اگرچہ اینجا شکوہ از سروہی سرودن وگلہ ازیاران جوفروش گندم نمانمودن بیجائے محض بود لیکن بدیں گزارش مجبور بودم زیراکہ مقدمہ رسیدن جودھپور ہمیں است بہرحال درجنوری یکہزار وہشت صد ونود وچہار بتلاش معاش کہ ہیچ ذیحیات ازاں گزرے ندارد وارد جودھپور شدم ۔ ازگرد راہ بآرامشکدہ۔ بیخود رسیدہ آسودم کلاہ نہادم کمرکشادم ۔ آں کان مروت وجوہر فتوت ہرچہ سامان جوانمردیست درحق من بکار برد۔ چوں بہ سرکار عالی سرمہاراج

پرتاب سنگھ بہادر دام اقباله امیدوار ملازمت شدم۔ این اوقاتِ من به صحبت آن فرزانه فرہمند خوش وخرسند میگزرد۔ درین فرخنده زمان بیخود شیوا بیان سفینهٔ اشعار خودش گرد آورده بود۔ روزان وشبان مونس تنهائی من بود از آغاز تا انجامش دیدم الله الله ز فرق تا بقدم ہر کجا که مینگرم۔ کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست زیبا نگاریست ہر ہفت کرده نے نے غلط کردم حوریطلعتے ست باحسن خداداد۔ مستغنی از آرایش حلی وحلل وفریبا باطوره ایست باخوبیہائے ازل آورد از زیبایش سرمه وغازه خال وخط فارغ چنانچه بلبل گلشن زار حافظ شیراز میفرماید ؎ به آب وتاب وخال وخط چه حاجت روئے زیبا را ادا شناس داند چه گفتم ومدعائے من ازین گزارش چیست۔ مخفی مباد افکار ابکار مولانا بیخود محتاج پور صنایع شاعری ومنت کش بدایع سخن نیست۔ نه قامت دلربائے یار را بسرو وشمشاد تشبیه داده نه کمر زیبائے معشوق را بتار مو وعنقا استعاره کرده۔ فارغ از ہمه به سلاست بیان وفصاحت زبان برجستگی الفاظ وشایستگی وترکیب خوبی محاوره وبندش معامله مرارت ہجر وحلاوت وصل شیوه ناز وعرض نیاز آنچه میانه عاشق ومعشوق معمول است وطبیعت طالب ومطلوب بدان مجبول۔ دہر کسیکه نگاہے دارد حسن پرست ودلے دارد از بادهٔ محبت بذاق این رازہا که گفته آمد پوشیده نیست۔ کیفیتے که از خواندنش حاصل میشود وجدانیست لطف آن را گفتن نمی توانم۔ زہے کدیور این بوستان سخن مولانا بیخود۔

والاخردے رفیع شانی — عالی گہرے لطیفه دانی
ہم عمدهٔ خاندانِ دانش — ہم زبدهٔ دودمانِ دانش

جادو رقمے طلسم پرداز
دانائے لطایف بیانی
لب را چو بحرف آشنا کرد
آمد لبش چو شعر بیخواست
کلکش کہ چو مرغ بوستانست
حرفش طلبد بخوش ادائی
سازِ خردش کہ صد نوا داد

گلشن بصریر از غنون سباز
آگاہ بدایع معانی
صد راز نهفته بر ملا کرد
از گنبد چرخ آفرین خاست
در گلشنِ صفحہ نغمہ خوانست
صد نافۂ چیں بر و نمائی
در پردہ نهفتہ رازہا داد

وخیمی آرایش و پیرایش گلزار طبع کہ دیوانش نامند۔ حاضر است دیدہ وراں بہ بیند و صدق گفتار مرا بسنجد "مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید"

عطا کرد است فکر روح پرور
نهالِ فکرتش از طور سیناست
فصاحت از گرفتارانِ دامش

بر عناشاہد الفاظ زیور
بر و برگش ہمہ از شاخ طوبیٰ ست
بلاغت خانہ پرورد کلامش

دانا و اور دادار و توانا خدائے پرور دگار ایں سفینہ و نا خدایش را از گرو هات زمانہ دون در حفظ و امان داراد۔ و مقبولِ خاطر اربابِ کمال و مطبوع طبع صاحبان وجد و حال کناد بحرمۃ النبی صلعم و آلہ الاطہار و اصحابہ الکبار۔

مولوی قطب الدین احمد صاحب ہاشمی تخلص بدایونی برادر معظم مصنف

دیوان بیخود دیکھ کر کیوں خوش ہوں اہل نظر
تمہید ذوق و شوق ہی تقریب وصل و ہجر ہے

ہر لفظ اس کا سر بسر تقریر حسن و عشق ہے
تشریح درد و رنج ہے تفسیر حسن و عشق ہے

ہر شعر ہے گنجینہ ناز و نیاز نو بنو
یہ دلکشی یہ دلبری کس سن ہی تھی نظم کو
رنگ سخن کی مقتضی تاریخ بھی آہاشمی

ہر مصرع پرنور میں تنویر حسن و عشق ہے
ہر فقری فقری میں نہاں تاثیر حسن عشق ہے
بیساختہ میں نے کہی تصویر حسن عشق ہے
۱۳ ھ ۲۹

مولوی محمد عبد الاحد صاحب شمشاد لکھنوی مہتمم سہ ماہی مدیر رحمت یہ غازیپور

قطعہ سال طبع دیوان دقیقہ سنج جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب بیخود بدایونی

بہ تلمیذی داغ نکتہ پرور
درآمد از پئے انشاے دیوان
مرتب شد چو دیوان لطیفش
زباغ فکر من شمشاد گل کرد

توان دریافت عز و شان بیخود
دبیر چرخ در ایوان بیخود
پئے تاریخ شد فرمان بیخود
زہے رنگ چمن دیوان بیخود
۱۳ ھ ۲۸

قطعہ سال جمع دیوان جامع فنون جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب بیخود بدایونی

مولوی عبد الحی بیخود کہ او
خاص تلمیذ فصیح الملک ہست
داد ترتیب کلام خویشتن
یارب آں مقبول خاص و عام باد

در بدایوں ہست با عز و علا
چوں بنا شد افصح دیوان ما
بہر تفریح دل درد آشنا
ہست دیوان فصاحت انتما

گفت شمشاد از پئے تاریخ آں
نظم مطبوع و بیان جانفزا
۱۳ ھ ۱۰

مرزا فضل یار خاں صاحب نصرت تلمیذ رشید حضرت داغ دہلوی

بہار کی

مبارک مژدہ ترتیب دیوان
سلامت بیخود و تحریر بیخود

زمانے میں کہاں ایسا سخنور
کہاں شیرینی تقریر بیخود

فصاحت بنگئی بیخود کا حصہ
متانت ہو چکی جاگیر بیخود

جناب داغ اوسکے قدرداں تھے
کسی سے کم نہیں توقیر بیخود

شرف لکھدو سنہ ترتیب دیوان
کہ تم بیخود ہو یہ تصویر بیخود
١٣٢٨ھ

قطعات تاریخ کلیات مولانا بیخود صاحب از منشی پیتمبر پرشاد صاحب اختر تلمید حضرت بیخود

ہوا استاد کا دیوان شایع
کھلا گلزار معنی ماشاءاللہ

مرقع ہے یہ حسن و عشق کا بس
یہ گنجینہ ہے سوز و ساز کا آہ

فصاحت کا ہے مخزن اسمیں ہر شعر
بلاغت کا ہے دفتر ہر غزل واہ

مضامیں نو بنو۔ الفاظ نادر
بیاں دلچسپ معنی حسب دلخواہ

زباں شیریں۔ بیاں رنگیں نئی طرز
قوافی چست بندش چست واللہ

سخن ہے رشک اعجاز مسیحا
کلام پاک روشن غیرت ماہ

کہانتک خوبیاں اسکی بیاں ہوں
ہیں بیخود۔ کامل فن قصہ کوتاہ

زروئے آفریں سال اسکا اختر
کہو۔ دیوان بیخود خوب ہے واہ
١٣٢٩ع

دیگر

چہ خوش مطبوع شد دیوان بیخود
پسند خاطر و مرغوب دلہا

مخمس دلکشا قطعات دلکش
غزلہائش ہمہ مطلوب دلہا

پے تاریخ طبعش گفت اختر	چہ بستانِ سخن محبوب دلہا ۱۳۲۹ھ

مولوی سید محمد نوح صاحب نوح خلف مولوی عبدالمجید خانصاحب حج مرحوم۔ تلمیذ رشید حضرت داغ

قطعاتِ تاریخی

عجب ہے حضرتِ بے خود کا دیواں غضب ہے نسخۂ افکارِ بے خود
لکھوائے نوح تم یہ سالِ تالیف کلامِ لاجوابِ اشعارِ بے خود ۱۳۲۸ھ

دیگر

ہمارا کلام آج کل چھپ رہا ہے یہ آئی مرے پاس تحریرِ بے خود
بہت خوش ہوا نوح میں اس خبر سے لکھا سالِ ترتیب۔ تصویرِ بے خود ۱۳۲۸ھ

دیگر

مہر پُرنور ہے بے خود کا کلام روشنی اس کی نہ کیوں پھیلے خود
فکرِ تاریخ اگر ہے تجھ کو نوح لکھ۔ شعلۂ برقِ بے خود ۱۳۲۹

دیگر

ہر شخص شرابی ہے ہر شخص ہے متوالہ
ہر چار طرف دورِ پیمانۂ بے خود ہے
کیا خوب یہ غمزہ ہے کیا خوب یہ عشوہ ہے
کیا خوب یہ اندازِ رندانۂ بے خود ہے

وہ خشتِ سرِ خم ہے جو سنگ ہے مطبع کا
کاتب جو ہے وہ مستِ افسانۂ بیخود ہے
میرے لئے ساقی ہے کچھ کم نہیں یہ دیواں
تاریخ اشاعت بھی ۔ مے خانۂ بیخود ہے
۱۳۲۹ھ

دیگر

کیا کہوں میں کیا کروں میں وصفِ خوبیٔ کلام ہو گیا دیوانہ دیکھا جس نے اس دیوان کو
نوح سالِ عیسوی کا ہو تمہیں گر کچھ خیال نظمِ طبعِ مولوی عبدالحی بیخود لکھو
۱۹۱۰ع

منشی محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی

قطعہ تاریخ تالیف کلام

دیوان وہ تالیف ہوا آج کہ جسکا
الفاظ ہیں شیشے مئے گلرنگ معانی
تالیف کی تاریخ قمر سوچ رہا تھا

ہر شعر ہے اک نالۂ مستانۂ بیخود
سرمست کن خلق ہے افسانۂ بیخود
ہاتف نے کہا غیب سے میخانۂ بیخود
۱۳۲۸ھ

قطعہ تاریخ انطباع دیوان

جس عروس نظم کا مدت سے دل مشتاق تھا
حضرتِ بیخود کا دیواں بیخودی کا راز ہی
صاف روشن ہی جناب داغ کے شاگرد ہیں

آج قسمت سے ملا اوسکا سراغ دلفریب
اہلِ ذوق اسکو نہ کیوں سمجھیں ایاغ دلفریب
سوزِ الفت سے کلام اوسکا ہی داغ دلفریب

دیکھکر گلہائے رنگا رنگ حسن و عشق کے
سال تاریخ اے قمر لکھتا ہوں باغ دلفریب
۱۳۲۹ھ

ایضاً

حضرت بیخود کا دیواں دیکھکر کہتا ہے دل — واہ رے عالی دماغی واہ رے اسکو طبع
ہر غزل ہر شعر ہر مصرعہ ہے اسکا دلنشین — کیوں نہ ہو ایسا کلام جانفزا محبوب طبع
خوبی بندش سلاست حال قال آمد اثر — شاعری کی ہر مناسب طرز ہے منسوب طبع
کیوں نہو شاگرد ارشد ہیں جناب داغ کے — نفس مطلب جو لکھا وہ ہو گیا مطلوب طبع
سالِ تاریخ اشاعت کا قمر کیا فکر ہے — بامزہ دیوان ہے لکھدیجئے مرغوب طبع
۱۳۲۹ھ

سید حمید الدین احمد صاحب بیخود ارشد تلامذہ نواب فصیح الملک داغ دہلوی

قطعہ تقریظ دیوان مولوی محمد عبد الحی صاحب بیخود بدایونی

رات کے خواب کا کیا حال سناؤں بیخود — جو نہ دیکھی تھی کبھی آئی ہے وہ سیر نظر
ہائے کیا سیر تھی کیا لطف تھا کیا صحبت تھی — رشک آتا ہے مجھے حال سناؤں کیونکر
چاندنی چٹکی ہوئی اور سہانا جنگل — ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوا صبح کی وہ نور سحر
وہ فضا سبزہ کی وہ فصلِ بہاری کا سماں — وجد کے حال میں مصروف تھا ہر ایک شجر
موجیں کرتی ہوئی پھرتی تھی ہوا مثل نسیم — شاخ گل کی بھی نزاکت سے لچکتی تھی کمر
جب نظر سبزہ پہ پڑتی تھی نظر آتا تھا — فرش بچھا ہوا مخمل کا سر راہگذر
بخت جاگا ہوا تھا سبزہ خوابیدہ کا — سیر کیواسطے نکلا تھا جو سعدِ اکبر
جوش زن موج فزا بادِ سحر سے بھی سوا — چشمو نمیں آب خضر نہر و نمیں آب کوثر
سیر کرتا ہوا کچھ اور جو آگے پہنچا — نظر آیا مجھے اک قصر فلک کا ہمسر
پاس جاکر اسے دیکھا تو یہ معلوم ہوا — اسمیں رہتا ہے کوئی حور یہ کیسا منظر
مجھکو حیرت کہ الٰہی یہ مکان کسکا ہے — اسی حیرت میں بہت دیر رہا میں ششدر

عقل کہتی تھی قدم اب نہ بڑھانا آگے
باریابی کیلئے سوچ ہے کیا فکر ہے کیوں
اتنے میں ایک پریوش نظر آئی ناگاہ
اسکی تعریف میں قاصر ہے زبان خامہ
شوخ طرار طرحدار ستمگر آفت
کچھ لڑکپن کے وہ دن کچھ وہ جوانی کی نمود
آنکھ وہ شوخ کہ دیکھے سے سما دلمیں
حسن میں ناز نہاں ناز میں اک کبر و غرور
اُس چھپائے ہوئے سینہ میں غضب کا عالم
ظلم میں رحم تغافل میں حیا کا انداز
سرمگیں آنکھوںمیں ظالم کی گلابی ڈورے
لب نازک پہ وہ کچھ پان کا لاکھا کم کم
رخ پرنور پہ زلفوں کو ہوا سے جنبش
دلربائی کی اداؤںمیں غضب کی مشاق
میں نے پوچھا کہ ترا نام ہے کیا کون ہے تو
ایسے مدہوش کہ اتنا بھی نہیں ہوش تمیز
آپکا حسن طبیعت ہے مرا حسن و جمال
میں نہوں پاس تو ایک شعر بھی تم کہہ نہ سکو
مرے ہی دم سے ہے عالم میں سخن کی شہرت

دل بیتاب یہ کہتا تھا کہ چلئے اندر
روکنے والا تو بیٹھا نہیں کوئی در پر
لیگئی مجکو بلا کر وہ پس پردۂ در
منے دیکھا نہیں اس شکل کا دنیا میں بشر
لب میں اعجاز نہاں آنکھ میں جادو کا اثر
سرو قد نخل ثمرور کی طرح بار آور
جلوہ وہ برق کہ جسپہ نہ ٹھہرتی تھی نظر
آنکھ سے شرم عیاں شرم سے نخوت اظہر
ان چرائی ہوئی نظروںمیں ستم کا جوہر
آنکھ سے دور تصور میں ہر اک خستہ جگر
بال بکھرے ہوئے زلفوں کے ادھر اور اُدھر
ہاتھ میں چھوٹی سی تلوار شکن ماتھے پر
سانس کے ساتھ نزاکت سے لچکتی تھی کمر
لطف باتوں سے اشاروںمیں زیادہ بڑھکر
ناز و انداز سے ظالم نے کہا یہ ہنسکر
اسقدر بیخبری یہ بھی نہیں تم کو خبر
نام نامی ہے مرا آپ کی فکر اطہر
آزما دیکھو اگر تمکو نہیں ہے باور
مری امداد سے ہوتا ہے بشر نام آور

جانتے ہیں مجھے سب مبدِ فیاض ہوں میں ۔۔۔ نہیں اوستاد جہاں میں کوئی مجھسے بڑھکر
تابعِ حکم مرا طوطیِ نیشاپوری ۔۔۔ خائۂ بلبلِ شیراز مرا دستِ نگر
لونڈیاں جدت و جودت مری گھر کی دونوں ۔۔۔ ذہن کہتے ہیں جسے وہ مرا ادنےٰ چاکر
تجھکو تکلیف جو دی مینے یہ تھا اوسکا سبب ۔۔۔ تیری اک دوست کا چھپتا ہے کلامِ اظہر
نہیں دیوان اسے گلدستہ معنی کہئے ۔۔۔ نہیں دیوان یہہ ہدیہ ہے پئے اہل نظر
نہیں دیوان محبت کا یہ افسانہ ہے ۔۔۔ نہیں دیوان رگِ جان کیلئے ہی نشتر
جلوۂ شاہدِ معنی نظر آنے ہی کو ہے ۔۔۔ اب ہوا چاہتا ہی چاک مخالف کا جگر
وہی بیخود ترے اوستاد کے شاگرد رشید ۔۔۔ وہی اوستادِ زمان فخر جہان نیک سیر
شعرگوئی میں نہیں آج کوئی اونکا نظیر ۔۔۔ شعرفہمی میں نہیں اب کوئی اونسی بہتر
مرگئے اونکی غزل دیکھکے حاسد لاکھوں ۔۔۔ تیغ فولاد کا ہے اونکے قلم میں جوہر
اونکے ہر شعر میں ہی حضرت اوستاد کا رنگ ۔۔۔ اونکا دیوان نہ کسطرح ہو رشکِ دُرر
چارسو شہرہ ہے اب اونکی سخنگوئی کا ۔۔۔ اونکی تقریر میں تحریر میں جادو کا اثر
نغزگوئی میں بلاغت میں ادابندی میں ۔۔۔ بعد اوستاد کے کوئی نہیں اونکا ہمسر
سُنکے یہہ خوشخبری خواب سے بیدار ہوا ۔۔۔ پھر کہاں نیند کہاں نیند کا آنکھوں میں اثر
لیکے قرطاس و قلم مینے یہہ لکھی تقریظ ۔۔۔ یاد تہیں مجھکو جو سب خواب کی باتیں ازبر
خوش ہے شاد رہی اسکا مصنف یارب ۔۔۔ عیش و مساز رہے اور بصد ریاور

تمام شد